جنگ آزادی کے سرخیل

جنگِ آزادی کے سرخیل

ڈاکٹر محمد شاہد صدیقی (علیگ)

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی
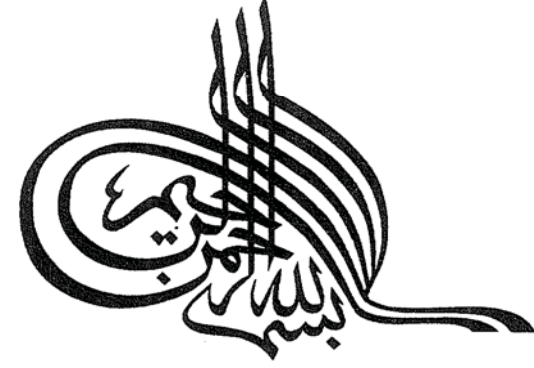
JANG-E-AAZADI KE SARKHEL

by

DR. Mohd. Shahid Siddiqui (Alig)
Ph: 0121-2708946, Mob: 09045295175
www.facebook.com/shahidsiddiquialig
email: witness.alig4u@yahoo.com

Year of Edition 2013
ISBN 978-93-5073-105-5
Price Rs. 300/-

نام کتاب	جنگِ آزادی کے سرخیل
مصنّف	ڈاکٹر محمد شاہد صدیقی (علیگ)
پتہ	3156، زہرہ باغ، ڈاکٹر ذاکر حسین کالونی، ہاپوڑ روڈ، میرٹھ (یوپی)
سنِ اشاعت	۲۰۱۳ء
قیمت	۳۰۰ روپے
سرورق	بنیش واجد صدیقی
مطبع	عفیف آفسیٹ پرنٹرس، دہلی ٦

:- ملنے کے پتے :-

☆ ہدیٰ بک ڈسٹری بیوٹر، 22-7/454-455 مسجد ایک خانہ پرانی حویلی، حیدر آباد
☆ ایجوکیشنل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ (یوپی)
☆ آل انڈیا اُردو تعلیم گھر، یونیورسل کامپلکس، لال باغ، لکھنؤ
☆ مرزا ورلڈ بک ہاؤس، قیصر کالونی، اورنگ آباد، (مہاراشٹر)

Published by

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
3108,Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (INDIA)
Ph : 23216162, 23214465, Fax : 0091-11-23211540
E-mail: info@ephbooks.com,ephdelhi@yahoo.com
website: www.ephbooks.com

تہدیہ

بابا محترم ایم۔ وائی۔ صدیقی (انجینئر) اور مشفق اماں ایم۔ نسا

کے نام

جن کی شفقتوں، محبتوں اور دعاؤں کے

ثمرہ سے میرا وجود قائم ہے

☆☆

مندرجات

☆☆

تقدیم

آج ہم آزاد ہندوستان کے شہری ہیں اور ہمیں یہاں وہ تمام حقوق واختیارات حاصل ہیں جو کسی بھی آزاد ملک کے شہریوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ اصول وضوابط اور پابندیاں جو کچھ بھی یہاں نافذ ہیں انہیں خود ہم نے اپنے اوپر عائد کیا ہے تاکہ ملک کا انتظام و انصرام بحسن وخوبی انجام پاتا رہے۔ آج ہم جس آزادی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں وہ ہمیں آسانی سے نہیں ملی ہے۔ ایک طویل عرصے تک ہمارا ملک انگریزوں کا غلام رہا۔ اس دوران انہوں نے ملکی وسائل ہی نہیں ہمارے ذہن ودماغ پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ جو عافیت پسند تھے انہوں نے آسانی سے نہ صرف ہتھیار ڈال دیے بلکہ ظلم وستم کی چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پسنا اپنا مقدر سمجھ لیا۔ لیکن جو حوصلہ مند تھے انہوں نے غیر ملکی تسلط کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے عزیمت کا راستہ اختیار کیا اور ایک ایسی جدوجہد کا حصہ بن گئے جو بالآخر ملک کی آزادی پر منتج ہوئی۔

عام لوگ ہی نہیں طلبہ اور پڑھے لکھوں میں بھی معدودے چند ہی ہوں گے جن سے اگر مجاہدین آزادی کے نام دریافت کیے جائیں تو شاید وہ اتنی تعداد بتا سکیں جو انگلیوں پر گنے جانے سے زیادہ ہو۔ تحریک آزادی پر ہی کیا منحصر ہے کوئی بھی تحریک ہو ہمیشہ چند نام ہی اس میں نمایاں ہو جاتے ہیں جب کہ تحریک کی کامیابی صرف انہیں چند لوگوں کی مرہون منت نہیں ہوتی بلکہ اس میں بہت زیادہ تعاون ان لوگوں کا ہوتا ہے جو عموماً گمنام رہ جاتے ہیں۔

ہماری جدوجہد وآزادی کی تاریخ بھی اس کلیہ سے اچھوتی نہیں ہے۔ بلاشبہ ہم

مجاہدین کی یادتازہ کرتے رہتے ہیں ۔البتہ مجاہدین آزادی کی ایک بہت بڑی تعداد ہے جنہیں بوجوہ یادنہیں رکھا جاسکایا جس مقام کے وہ مستحق تھے وہ مقام انہیں نہیں مل سکا۔لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ انہیں بالکل ہی بھلا دیا گیا ہو۔ ہمارے درمیان ابھی ایسے محقق اور اہل علم و دانش مند موجود ہیں جو ماضی کے ان نقوش کو کریدتے ہی نہیں اپنی نوک قلم سے انہیں ابھارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ڈاکٹر محمد شاہد صدیقی (علیگ) ان میں ایک ہیں جو اپنی علمی و قلمی صلاحیت جدوجہد آزادی کے ان انقلابیوں کے حالات یکجا اور قلم بند کرنے میں صرف کرتے ہیں جن کے دم سے ہی ہماری آزادی کا چراغ روشن ہے اور ہماری گنگا جمنی تہذیب وثقافت کا ورثہ بھی ہیں۔ جناب شاہد صدیقی (علیگ) نے آزادی کے متوالوں میں دس کے حالات ''جنگ آزادی کے سرخیل'' کے عنوان سے قلم بند کیے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں جذبہ تحقیق کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا ملکہ بھی عطا کیا ہے۔وہ اس سلسلے کے اور بھی مجاہدین آزادی کے حالات لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں مجھے قوی امید ہے کہ وہ اپنی آئندہ کوشش میں بھی سرخرو اور کامیاب ہوں گے۔ میں نے کتاب کے مسودے پر جستہ جستہ نظر ڈالی ہے ۔مصنف کی محنت لائق ستایش ہے البتہ یہ بھی صحیح ہے کہ فاضل مصنف زبان و بیان میں بھی آزادی سے کام لینے اور مروجہ پیمانوں سے گریز کے خوب قائل ہیں۔

پروفیسر أختر الواسع

ڈائریکٹر: ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

صدر: اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

☆☆

سرآغاز

۱۶۰۵ تا ۱۶۲۷ مغل شہنشاہ جہانگیر کا دور حکومت عدل وانصاف کے اعتبار سے تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے اسی عہد کے وسط میں یعنی ۱۶۰۹ میں جہانگیر کی شہرت سے متاثر ہوکر کپتان ولیمس ہاکینس عجز وانکساری کے ساتھ، ہاتھ میں کشکول لیکر حاضر ہوا مگر اس کے دل میں ہندی حکمراں کے تئیں مکروفریب اور سازش کا جذبہ کارفرما تھا، اس کا اندازہ انگریزوں کے اس خط سے لگایا جاسکتا ہے جو سورت اور بمبئی کے گورنر نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹر کو لکھا تھا۔

''وقت کا تقاضہ ہے کہ تجارتی معاملات کی درستگی کے لئے آپ کے ایک ہاتھ میں تلوار بھی ہو''[1]

مگر اپنے مفادات کی حصول یابی کے لئے ایک خاص حکمت عملی کے تحت اپنے رویوں میں بظاہر ایسی وفاداری اور رواداری کو روا رکھا کہ جہانگیر جیسا بادشاہ بھی ان کی چالوں کو سمجھ نہ سکا۔ بعدازیں جہانگیر کے پوتے اورنگ زیب عالمگیر نے یورپین کے قول وفعل کے تضاد کو دیکھ کر ان کے دوہرے معیار کو اچھی طرح بھانپ لیا تھا چنانچہ اس نے سفید فاموں کو ان کے کئے کی سزا دینے کا حکم صادر کردیا جس کے نتیجہ میں پرتگال کے گورنر نے گیر گھیٹ کی طرح رنگ بدلتے ہوئے مغل شہنشاہ کو ایک پیغام لکھا جو مندرجہ ذیل اقتباس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

''اگر ہم سے کوئی تقصیر ہوئی ہے تو معاف کی جائے خطابخشی جائے گی''[2]

اس خط کی دردانگیز سطور سے اورنگ زیب کا دل پسیج گیا اور اس نے اپنے فرمان کے تیئں چشم پوشی سے کام لیا، بعدازیں اورنگ زیب کی وفات ۱۷۰۷ سے نصف صدی کے بعد میدان پلاسی میں انگریزوں کا اصل چہرہ ہندوستانیوں کے سامنے آگیا، جہاں سراج الدولہ کے نمک خوار انگریزوں کے وفادار بن گئے اور اس طرح ان کی حکومت قائم کرنے کی راہیں استوار کردیں۔ رفتہ رفتہ انگریزوں نے اپنی مکاری اور عیاری سے ملک کو دو دھڑوں میں تقسیم کردیا، جس میں ایک گروہ ان کا خیر خواہ، دوسرا بدخواہ اور انہی خیر خواہوں کے توسط سے انہوں نے اپنے دیرانہ خواب کو شرمندہ تعبیر تو کرلیا مگر فرزندان وطن سے انہیں بڑی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم میں نے ایسے ہی ان چند مجاہدین کی شخصیات پر روشنی ڈالنے کی ادنیٰ سی کوشش کی ہے جنہوں نے ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کرانے کی طویل جدوجہد میں اپنی بیش قیمت جان و مال، اہل وعیال اور دنیاوی آشائش وغیرہ سب کچھ نذر کردیا تھا ان مزاحمت کاروں میں ایسی شخصیات شامل ہیں جن کی سوانح و کارنامہ پڑھ کر آپ حیران رہ جائیں گے مگر افسوس کہ انہیں تاریخ ہند میں وہ مقام نہ مل سکا جس کے وہ مستحق تھے حالانکہ ان کے کارنامے تاریخ ہند کے وہ روشن پہلو ہیں کہ ان پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔

بقول شہرہ آفاق مورّخ عرفان حبیب

”ہر گزرتے دن کے ساتھ کاغذ، دھاتو، اینٹ اور پتھر پر درج تاریخی نقوش کو مٹایا جارہا ہے، اگر مٹانے والے ہاتھوں کو روکنا ہے تو ملک کے ماضی میں عوام کی دلچسپی کو بیدار کرنا ہوگا، اس کاوش میں وہ لوگ بہت اہم کردار ادا کرسکتے ہیں جو کہ ہماری مشترکہ میراث کے قدر دان ہیں۔“[3]

ایسے حالات میں ان مجاہدین کی قربانیوں کو یاد کرنا ہی ان کو سچی خراج عقیدت دینی ہوگی۔ ان انقلابیوں کی روش پر چل کر ہی ہماری گنگا جمنی تہذیب اور قومی میراث قائم رہ سکتی ہے۔ ہمارا حال اور مستقبل تابناک ہوسکتا ہے۔

مشہور اسلامی اسکالر پروفیسر اختر الواسیع کا بے پناہ مشکور ہوں جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود انمول لمحات سے اور اپنے انفرادی کاموں کو التواء میں ڈال کر میرے مسودہ پر نظر ڈالی اور نہایت جامع اور علمی پیش لفظ سے میری بے لوث حوصلہ افزائی فرمائی۔ ان کی بے غرض ہمدردی پر شفقت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ شکریہ سے ان کے بے کراں خلوص کی قدردانی کہیں متاثر نہ ہوجائے۔

پروفیسر عزیز الدین ہندوستانی مورخین میں اپنی ممتاز حیثیت کی بنا پر مستحکم شناخت رکھتے ہیں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت میرے مسودے پر نظر ڈالنے میں صرف کیا اور میری ادنیٰ کوشش کو جن الفاظ میں سراہا ہے اس نے کتاب کی معنوی جہت میں اضافہ کردیا۔ میں ان کا بے پناہ متشکر ہوں ۔

پروفیسر شہریار (گیان پیٹھ انعام یافتہ)، پروفیسر عبدالکلام قاسمی، پروفیسر اصغر عباس، پروفیسر محمد زاہد (چیرمین شعبہ اردو اے۔ایم۔یو۔) پروفیسر سید ہاشم، پروفیسر طارق چھتاری، پروفیسر صغیر افراہیم، ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب، ڈاکٹر مہتاب حیدر نقوی اور ڈاکٹر محمد اقبال صدیقی نے عالمانہ اور مفید مشوروں سے میری جو حوصلہ افزائی کی ہے اس کے لئے میں ان کی خدمت میں سراپا سپاس ہوں۔

مجھے اردو ادب اور تحقیقی کاموں سے جوڑے رکھنے کا سہرا محسن استاد ڈاکٹر اسلم جمشید پوری کو جاتا ہے۔ جن کی متحرک شخصیت نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا۔ ان کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں۔ جن کی شفقتوں کے صلہ میں شکریہ کے الفاظ ہلکے معلوم ہوتے ہیں۔

تصنیف کی تیاری میں والد محترم ایم۔وائی۔صدیقی (انجینئر) کی رہنمائی نہ ہوتی تو کتاب کی تکمیل کا تصور ہی محال تھا۔ اس کا ایک ایک لفظ ان کی محبت سے گراں بار ہے وہ تاریخ کے متعلق خاص معلومات رکھتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی مصروفیات میں سے زریں وقت نکال کر اپنے قیمتی مشورے دیئے اور میرے لڑکھڑاتے قدموں کو تھام تھام لیا، جس کی بدولت میری تحریر منظر عام پر آسکی۔

اس کام کے سلسلہ میں کافی تحقیقی مراحل سے گزرنا پڑا۔ متعدد لائبریریاں مکتبہ مکہ مکرمہ، مکہ پبلک لائبریری (سعودی عرب) نیشنل آرکائیوز لائبریری، آئی سی ایچ آر لائبریری، سنٹرل سیکریٹریٹ لائبریری، دہلی یونیورسٹی لائبریری، ہارڈنگ لائبریری، دیال لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ یونیورسٹی لائبریری اور داراشکوہ لائبریری (اردو اکادمی) نئی دہلی، رضا لائبریری (رام پور) سالارجنگ میوزیم، آصفیہ، نظامیہ، اردو ادبیات، عثمانیہ یونیورسٹی (حیدرآباد)، دارالعلوم دیوبند لائبریری، ڈسٹریکٹ گورنمنٹ لائبریری بدایوں، راجہ مہندر پرتاپ سنگھ لائبریری، حفیظ میرٹھی لائبریری ڈسٹریکٹ گورنمنٹ لائبریری، ٹاون ہال لائبریری (میرٹھ) اور شعبہ تاریخ سیمنار، اسلامک اسٹڈیز سیمنار، مولانا آزاد لائبریری (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) کے اسٹاف کبیر احمد (ڈپٹی لائبریرین)، میر باقر حسین، سید محسن جعفری، محمد اطہر رئیس، اقبال شیروانی اور آرکائیز لائبریری کے ڈاکٹر پردیپ کمار، محترمہ وندنا اور دھنیشور کا خصوصی طور پر ممنون و مشکور ہوں کہ انہوں نے اس تحقیقی کام میں مکمل تعاون دیا۔

اس مقالے کی تیاری میں اپنے عزیز دوست و اقارب منور خاں، ڈاکٹر محمد حنیف خاں، سید جعفر حسنین، سید شمس الاسلام، سید ضیغم مرتضی باقری اور اقتدار احمد کی محبتوں کا بھی انتہائی شکر گزار ہوں جو میری تحقیقی کاوشوں میں میرے معاون رہے اور قدم سے قدم ملا کر ساتھ دیا۔ جن کا خلوص مشکل سے مشکل کام کرنے میں ہمیشہ قوت بخشتا رہا ہے۔

میں اپنے عزیز کرم فرماؤں محترم راجندر کمار (ایم۔پی۔میرٹھ)، جناب رنویر رانا (سابق ایم۔ایل۔اے)، مفتی محمد نعیم (ایڈوکیٹ)، ڈاکٹر محمد اسلم قاسمی، ڈاکٹر سشیل بھاٹی، کے۔پی۔سنگھ (انسپکٹر یو پی پولس)، اسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر کہکشاں لطیف، محمد احتشام، ڈاکٹر عبدالرحمن، قمر عالم، ڈاکٹر اکبر آفاق، طارق حنیف (ایڈوکیٹ)، ڈاکٹر فرحت، ڈاکٹر اقبال احمد، ڈاکٹر آرزو، شمیم احمد انجینئر، محمد مظفر الدین، محمد ندیم، انیس میرٹھی، نوشاد عالم، ڈاکٹر اے۔ایچ۔ جعفری اور نشانت جین جن کی قیمتی آرا میرے لئے مشعل راہ ہیں اگر یہ نیک مشورے نہ ہوتے تو یہ مقالہ اتنا دقیع و مربوط نہ ہو پاتا جس کے لئے میں ان کا صمیم قلب سے ممنون ہوں۔

اپنے خاندان اور عزیزوں میں اپنے والدین، بڑی ہمشیرہ رخسانہ پروین، منجھلی ڈاکٹر شاہینہ پروین جیلانی اور شادماں پروین، بھائی محمد حامد صدیقی، محمد خالد صدیقی، محمد واجد صدیقی انجینئر، بھابھیوں میں سیدہ شکیلا خاتون، نازیہ پروین، بنیش صدیقی اور غلام جیلانی، نشاط اللہ خاں، مشہور شاعر محترم مرزا حامد علی بیگ تخلص مغل (خسر) چیف اکاؤنٹ آفیسر (شعبہ ٹی۔اے۔ آندھرا پردیش حکومت)، پروفیسر شیخ عبدالخالق اور سید جعفر حسین عرف فیروز کی محبتوں کے تئیں شکریہ ادا کرکے اپنائیت کم نہیں کرنا چاہتا۔ جن کی دعائیں اور نیک خواہشات ہمیشہ میرے ساتھ شامل حال رہیں۔

اس کے علاوہ میں نے شہداء کے پسماندگان سے ملاقات کے لئے دور دراز کے سفر بھی کئے۔ جن میں محمد ایوب خاں (کرنل اسماعیل خاں نئی دہلی) محمد حنیف خاں (چودھری محمد علی خاں کاشی رام نگر)، چودھری فصیح الدین، چودھری مرغوب تیاگی (زبردست خاں ہاپوڑ)، مولانا عمران (کرم بخش شاہجہاں پور افغان میرٹھ)، تصویر سنگھ چپرانا (دھن سنگھ کوتوال پانچلی میرٹھ)، چودھری لیش پال سنگھ (بابا شاہ مل بجرول باغپت)، عبدالستار اور خورشید احمد (کرانتی گرام بسودھ باغپت)، محمد عرفان اور سردار خاں (بلوچ پور باغپت)، سوامی لکھپت سنگھ اور پرمود کمار (چودھری گلاب سنگھ نیبالی باغپت)، محمد سمیع الدین اور محمد ہارون (اچل سنگھ عرف دادا اچلو نیروج پور باگھو باغپت) وغیرہ کا بھی دل کی گہرائیوں سے سپاس گزار ہوں، جنہوں نے بہت اہم معلومات سے روشناس کرایا۔ ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی، محمد سرفراز غازی، شہباز علی خان اور محمد یونس (سیوالیہ) جنہوں نے سفر کی صعوبتوں کو راقم الحروف کے لئے برداشت کیا۔ ان تمام محسنین کا بھی شکریہ ادا کرنا میرا اخلاقی فرض ہے۔

چلتے چلتے میں اپنی شریک حیات مرزا ثروت سلطانہ کی مساعی کا تذکرہ نہ کروں تو یہ عمل دیانت پر محمول نہ ہوگا کہ محترمہ نے گھر کی ذمہ داری کا احساس نہ ہونے دیا، ماحول کو میرے عملی کاموں کے لئے ہمیشہ سازگار رکھا۔ وہ انگریزی زبان کے استعمال میں ید طولیٰ رکھتی ہیں اور اس کتاب کی تکمیل کے لئے انتہائی خلوص اور انہماک سے میری ہر ممکن

مدد کی۔ فرزند ننھے محمد ریان اور محمد منشاد کی مسکراہٹ بھی اس میں شامل ہے جو میری تکان میں تدارک کا کام انجام دیتے رہے ہیں۔

مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں نہ مورخ ہوں نہ ادیب بلکہ مجھے تحریک آزادی کے سپہ سالاروں کے ایثار و قربانی اور جذبہ حریت نے اتنا متاثر کیا کہ جس کا مثبت پہلو آپ کے ہاتھوں میں اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔ میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب رہا یہ فیصلہ تاریخ داں اور قارئین کریں گے۔

دوسری جلد میں کچھ مزید گمنام مجاہدین کے کارناموں اور شہادت کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کروں گا۔ چنانچہ قارئین سے التجا ہے کہ اگر آپ کے پاس کسی گمنام مجاہد کے کارنامے محفوظ ہوں تو برائے کرم مجھے ارسال کرنے کی زحمت گوارہ کریں، یہی ان مجاہدین کے تیئں حقیقی نذرانہ عقیدت ہوگا۔ لہٰذا مجھے آپ کے قیمتی تعاون اور حوصلہ افزا آرا کا انتظار رہے گا۔

اس دار فانی میں ذات باری تعالیٰ کے سوائے کسی کو ہمیشگی حاصل نہیں۔ پھر بھی تاریخ صرف انہیں ہی یاد رکھتی ہے جن کے کارنامے آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوتے ہیں۔

اس مسودے کی کمپوزنگ انجینئر محمد واجد صدیقی، سیٹنگ میں ڈاکٹر ظفر گلزار اور عبدالعلیم رشید ندوی نے پوری لگن، جانفشانی اور ذاتی دلچسپیوں کا مظاہرہ کیا۔ غیر مناسب ہوگا اگر ان کی خدمات کو فراموش کر دیا جائے۔

الحمدللہ۔ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے کتاب مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو زندگی، صحت و عافیت اور مزید ترقیات سے نوازے جن کے تعاون سے یہ کتاب منظر عام پر آسکی۔ آمین یا رب العالمین۔

ڈاکٹر محمد شاہد صدیقی (علیگ)

☆☆

باب (۱)

احمد اللہ شاہ

مولوی احمد اللہ عرف ڈنکا شاہ

کیا لوگ تھے جو راہ جنوں سے گزر گئے
جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں
(پیام فتح پوری)

۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کا جب بھی ذکر ہوگا وہ عظیم مرد مجاہد احمد اللہ شاہ کے تذکرہ کے بغیر نامکمل رہے گا، برطانیہ کی غلامی سے نجات پانے کے لئے جدوجہد آزادی کی جو شمعیں شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، نواب سراج الدولہ اور شیر میسور ٹیپو سلطان نے روشن کی تھیں۔ ان کو از سر نو اپنے لہو سے تابندہ کرنے والے سرفروش انقلابی احمد اللہ شاہ ہی تھے لیکن الم و ستم یہ ہے کہ تاریخ ہند میں وہ جس مقام کے حامل تھے اس کا ملنا تو دور ان کی بے لوث قربانی کو فراموش کرنے میں بڑی ناانصافی سے کام لیا گیا ہے۔

مولوی احمد اللہ شاہ کو رب العزت نے جرأت، شجاعت، عزم و استقلال، سخت کوشی، خطر پسندی، حوصلہ مندی، جواں مردی اور سپہ گری کے عبقری اوصاف سے نوازا تھا۔

مولوی احمد اللہ شاہ نے اپنی بہادری سے انگریزوں کی ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ان کی دلیری اور کارنامے کو (V.D.Savarkar) ونایک دامودر ساورکر نے یوں خراج تحسین پیش کیا ہے :

''مولوی احمد شاہ لانبے قد، چھریرے اور مضبوط بازو بدن، مادر وطن

کے ہاتھ کی تلوار جیسے تھے، ان کی ناک سیدھی، پلکیں، کمان جیسی، اس کے مرتے ہی انگریزوں نے کہا ''مشرقی بھارت کا برطانیہ کا عظیم دشمن ختم ہو گیا۔''[1]

احمد اللہ شاہ انگریزوں کے ایسے خطرناک دشمن تھے جو زندگی بھر ان سے برسر پیکار رہے مگر مرتے دم تک فرنگی ان پر قابو نہ پا سکے، ان کی جنگی حکمت عملی، نا قابل تسخیر، ہمت اور اعلیٰ قائدانہ صلاحیتوں نے انگریزی سر بفلک ایوانوں میں زلزلے پیدا کر دیئے تھے۔ ان کا ایسا خوف طاری ہو گیا تھا کہ ''گورنر جنرل نے انہیں پکڑوانے کے لیے پچاس ہزار روپے کا انعام''[2] مشتہر کر دیا تھا، ان کی کارستانی کی جتنی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ انہوں نے انگریزوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے کئی محاذ پر جنگیں لڑیں۔

کرنل جی۔ بی۔ مالیسن (Col.G.B.Malleson) نے ان کی شخصیت کے بارے میں لکھا ہے:

"Thus died the moulvi Ahmad ulla of Faizabad, If a patriot is a man who plots and fights for the independence, wrongfully destroyed of his native country, then most certainly the moulvi was a true patriot. He had not stained his sword by assassination he had convinced at no murders: he had fought manfully, honourably and stubbornly in the field, against the strangers who had seized the respect of the brave and the true hearted of all nations"

''اگر محب وطن کی تعریف یہی ہے کہ وہ آزادی کی خاطر جنگ کرتا ہے اور حکمت عملی تیار کرتا ہے، اس کو آبائی وطن سے بلا جواز محروم کیا گیا تو مولوی یقیناً ایک سچا محب وطن تھا، اس نے اپنی شمشیر کسی کو عیاری سے قتل کر کے رنگین نہیں کی اور نہ ہی کسی کو ہلاک کرنے میں کسی شعبدہ بازی سے کام لیا۔ اس نے میدان جنگ میں جواں مردی، قابل احترام اور صدق و صفائی سے اجنبی لوگوں کا مقابلہ کیا جنھوں نے اس کا مادر وطن چھین لیا تھا، شہامت اور صداقت کی قدر کرنے والے خواہ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں اس کی یاد کو ہمیشہ عزیز رکھیں گے۔''[3]

ہومز (Homes) نے احمد شاہ کی بہادری کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

"If however the mass of the rebels were cowards their leader was a man fitted both by his spirit and by his capacity to support a great cause and to command a great army. This was Ahmad Ollah the moulvi of Fyzabad"

''اگرچہ بیشتر باغی بزدل تھے مگر ان کا قائد ایک ایسا شخص تھا جو اپنے جذبات اور اپنی قابلیت دونوں کی نگاہ سے ایک زبردست تحریک چلانے اور ایک زبردست فوج کی قیادت کرنے دونوں کے قابل تھا وہ فیض آباد کا مولوی احمد اللہ شاہ تھا۔''[4]

مولوی احمد اللہ شاہ مدراسی نام ''سید احمد علی عرف ضیا الدین خطاب دلاور جنگ''[5] عرف نقارہ شاہ[6] جو ''قطب شاہی خاندان کے ابوالحسن عرف تانا شاہ والی کے پر پوتے اور جلال الدین عادل کے پوتے''[7] تھے۔ ان کے والد ماجد ''محمد علی مصاحب ٹیپو سلطان اور

چنیا پٹن (مدراس) کے نواب تھے۔ ان کی پیدائش تقریباً ۱۲۰۴ھ میں ہوئی،''[8] تعلیم و تربیت روایتی امیرانہ رسم و رواج سے ہوئی ''شہ سواری کے علاوہ سپہ گری''[9] کے فنون پر دسترس حاصل کی اور جلد ہی اپنی اعلیٰ ذہانت سے عربی، فارسی، انگریزی اور مقامی زبانوں پر سبقت کمال حاصل کر لیا لیکن ''۱۶ یا ۱۷''[10] سال کی عمر میں دنیاداری سے دل متنفر ہو گیا تو درویشی اختیار کر لی'' کچھ عرصے ریاست حیدرآباد میں فوجی خدمات انجام دیں بہادری کا شہرہ لندن تک ہو گیا''[11] تو انہیں انگلینڈ میں مدعو کیا گیا آپ وہاں تشریف لے گئے جہاں قلیل مدت میں ہی اپنی مقناطیسی کشش سے سب کو گرویدہ بنا لیا۔ وہاں سے ''عراق، ایران اور حج''[12] کی سعادت حاصل کرتے ہوئے وطن واپس لوٹے۔ جے پور کے ''حضرت میر قربان الٰہی سے بیعت کی جنہوں نے ان کا نام محمد اللہ رکھا''[13] اور خلافت عطا کی۔ پھر صوفی بزرگ حضرت محراب شاہ (گوالیار) سے تلمذ حاصل کی لیکن انہوں نے ''ان سے بیعت اس شرائط کے ساتھ لی کہ وہ اپنی جان کی بازی انگریزوں کے اقتدار کے ختم کرنے میں لگا دیں گے۔''[14] اب ان کی زندگی کا نصب العین ہی بدل گیا۔ انگریزوں کے عیسائی بنانے کی مہم کی پرزور مخالفت کے ساتھ ساتھ پوری شدت سے غیر ملکی تسلط کے خلاف بھی آواز بلند کرنے لگے، وہاں سے دہلی آ کر ''مفتی آزردہ سے نیاز حاصل کیا جن کی ایماء پر آگرہ''[15] تشریف لے گئے جہاں ''مفتی انعام اللہ خاں سرکاری وکیل تھے مفتی آزردہ نے ان کے لئے ایک ''تعارفی خط''[16] بھی لکھا۔ ڈنکا شاہ نے ان کی رہائش پر سکونت اختیار کی، ان کا دولت کدہ علم وفنون کا گہوارہ بنا ہوا تھا'' جہاں مولوی کریم اللہ خاں بہادر صدر الصدور، مولانا قاسم دانا پوری، مولانا غلام امام شہید اٹہوی، مولوی امام بخش وکیل صدر مولوی حافظ ریاض الدین مفتی شہر، شیخ محمد شفیع اللہ، مولوی منصب علی وکیل، مولوی عظیم الدین حسن، مولوی محمد باسط علی، مولوی معین الدین، مولوی شیخ اعتقاد علی وکیل، مرزا اسد علی بیگ، وکیل سید باقر علی ناظم محکمہ دیوانی، مفتی عبدالوہاب گوپاموی، مفتی نور اللہ گوپاموی، مولوی نور الحسن، سید رحمت علی، مولوی طفیل احمد خیرآبادی''[17] جیسی شخصیات کی نشستیں ہوا کرتی تھیں۔ شاہ صاحب ان

صاحب کمال حضرات کے دلوں پہ چھا گئے۔ یہاں پر ”مولوی فیض احمد عثمانی بدایونی اور ڈاکٹر وزیر خاں (سرجن)“[18] بھی ان کے مخلص ہم نواں بن گئے۔ ”کھلے عام آگرہ میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔“[19] آپ کی تحریر و تقریر میں بلا کا جادو تھا، جو بھی ان کے حلقہ اثر میں آتا ان کی اطاعت کرنا اپنا فریضہ سمجھنے لگتا، جہاں بھی جاتے بیرونی حکومت کے خلاف شورش برپا کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتے، ان کی سرگرمیوں سے برطانوی انتظامیہ چوکنی ہوگئی کیونکہ احمد شاہ کے اجلاس میں بلاتفریق مذہب وملت ہزاروں لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔

مولوی سید طفیل احمد منگلوری صاحب علیگ نے ان کے جلسہ کا منظر یوں پیش کیا ہے:

> ”ان کی تقریروں میں ہزاروں آدمی ہندو اور مسلمان جمع ہو جاتے تھے۔ چنانچہ آگرہ کی تقریر میں دس ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ ان کی ہر دلعزیزی کی یہ حالت تھی کہ پولیس نے انہیں گرفتار کرنے سے انکار کر دیا تھا۔“[20]

مولوی صاحب اپنے مریدین کو اکبر آباد کے قلعہ میں ”ہفتہ کے تیسرے روز بعد نماز عصر مشق تیر و تفنگ کراتے۔“[21] سکندر شاہ[22] کی عرفیت سے ”جمعرات اور جمعہ“[23] کو سلح پوش غاشیہ برداروں کے ہمراہ پالکی میں پوری شان وشوکت کے ساتھ جلوس نکالتے۔ ان کے آگے بجتا ہوا نقارہ چلتا جس کی نسبت سے وہ ڈنکا شاہ کے لقب سے بھی مشہور ہوئے:

> "The peculiar thing with him was his band,He made his symbol a Danka(band) which always went ahead of him telling the people that Ahmad ullah Shah was coming"[24]

ہنو مان گڑھی کے مولوی امیر علی شاہ کی شہادت کی اطلاع ملتے ہی فرمایا ”اب وقت ہمارے کام کا آگیا“[25] چنانچہ پیر و مرشد سے ”سفر کی اجازت لی“[26] اثنائے راہ کانپور میں عظیم

اللہ سے مختلف امور پہ تبادلہ خیال کر کے لکھنؤ پہنچے جہاں پہلے ”سرائے معتمد الدولہ[27] اور پھر ”گھسیاری منڈی“[28] میں کچھ مدت قیام کیا۔ وہاں ”مولوی فضل حق خیر آبادی ان دنوں صدر الصدور تھے“[29] انگریزوں کے بڑے خیر خواہ تھے مگر ڈنکا شاہ سے ملاقات ہونے کے بعد ”گھر جاتے ہی صدر الصدور سے استعفاء دے دیا اور الور چلے گئے۔“[30] لکھنؤ میں بھی معاشرہ کا ہر طبقہ ان کی خدمت میں حاضری دیتا رہا۔

مالیسن لکھتا ہے کہ ”الحاق اودھ کے بعد انہوں نے شمال ومغرب صوبوں کا دورہ ایک ایسے مشن کے لئے کیا جو برطانوی حکام کی نظر میں پراسرار تھا۔ کچھ عرصہ آگرہ میں مقیم رہے۔ دہلی، میرٹھ، پٹنہ اور کلکتہ“[31] وغیرہ گھوم کر انگریزی حکومت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی تحریک میں توانائی پیدا کی۔

”۱۸۵۶ کے آخری ایام میں میرٹھ میں کچھ عرصہ ٹھہر کر دیسی فوجیوں کو سیاسی آزادی کے بارے میں وعظ دیا“[32]، مجمدار کے نزدیک ”جنوری ۱۸۵۷ کی شروعات میں چنئی (مدراس) میں انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کے باغیانہ اشتہاروں میں مولانا ڈنکا کا ہی ہاتھ تھا“[33] ۱۸۵۷ سے قبل فقیر، سادھو، چپاتی اور کمل جیسے خفیہ پیغامات ارسال کیا کرتے تھے جن میں دوسرے مقامات کی تحریک آزادی کے خدوخال پوشیدہ ہوتے تھے۔ جس سے انگریز افسر کافی حیران و پریشان رہے، لاکھ کوششوں کے باوجود ان کے راز و نیاز سے پوری واقفیت حاصل نہیں کر سکے تھے، جو کام فوجیوں میں کارتوسوں نے انجام دیا وہی عوام الناس میں چپاتیوں نے، مالیسن کے مطابق ”چپاتی بھی مولانا کی ذہنی پیداوار ہے“[34]

> "From village to village,brought by one messenger and sent onward by another, passed a mysterious taken in the shape of one of those flat cakes made from flour and water and forming the comman bread of the

Presented By: https://jafrilibrary.com

people,which in their language,are called Chupatties, All that was known about it was that messenger appeared gave the cake to the head man of the one village and requested him to despatch it onward to next;and that in this way, it travelled fromplace to place".[35]

جنگ آزادی کے مشعل بردار احمد اللہ کے دل میں انگریزوں سے نفرت وعداوت کا جذبہ انتہائی شدید شکل میں دیکھنے کو ملتا ہے، وطن سے محبت جنون کی حد تک اور آزادی جان سے زیادہ عزیز تھی گویا انقلاب بھی ان کا طواف کرتا تھا، اسی لئے انگریز انہیں "میڈ مولوی"[36] بھی کہتے تھے۔ "ایک عرصہ تک شہر در شہر انگریزوں کے خلاف جہاد کی تبلیغ کر کے فیض آباد میں نمودار ہوئے"[37] وہ "شارع عام پر جہاد کا درس دینے کے علاوہ پیسے بھی تقسیم کرتے"[38] ڈنکا شاہ انگریزوں کے خلاف زہر افشانی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے "اعلانیہ کہتے تھے کہ انگریزوں کو غارت کرنے آیا ہوں۔"[39]

"١٦ر فروری ١٨٥٧ کو شام کے وقت لیفٹینٹ ٹربن (L t.Turbon) کو مولوی صاحب کے سرائے میں قیام اور حامیوں کی آمد و رفت کے بارے میں کوتوال نے مطلع کیا۔ کوتوال نے کہا ان کی سرگرمیوں سے فیض آباد کی فضا خراب ہونے کے امکانات ہیں۔"[40] اس کے اگلے روز ہی "١٧ر فروری ١٨٥٧ کو "٢٢ ویں نیٹیو انفینٹری کے لیفٹینٹ تھامس (LieutenantThomas) نے ان کا محاصرہ کر لیا معمولی جھڑپ کے بعد مولانا زخمی حالات میں محروس کر لئے گئے۔ اس دوران ان کے کچھ مصاحب شہید بھی ہوئے، جائے وقوعہ سے ہتھیاروں کے علاوہ کچھ خطوط بھی برآمد"[41] ہوئے جن میں بیرونی حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان تھا۔ حکومت مخالف سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ "موتی مسجد"[42] میں

اشتعال انگیز تقریر وغیرہ کی بنا پر مقدمہ چلایا، جن کی پاداش میں کرنل لیناکس Col.Lennox نے احمد شاہ کو "سزائے موت تجویز کی اس سے قبل کہ اس پر عمل ہوتا بغاوت پھوٹ پڑی"[43] کیونکہ قسمت بھی بہادروں کا ساتھ دیتی ہے ١٠ مئی ١٨٥٧ کو میرٹھ سے بھڑکنے والے آزادی کے شعلوں نے ٣٠ مئی تک اودھ کے تمام اضلاع کو بھی اپنی آغوش میں لے لیا۔ "٨ جون ١٨٥٧ کو فیض آباد میں صوبہ دار دلیپ سنگھ کی رہنمائی میں دیسی فوج کے ہمراہ عوام"[44] نے بھی انگریزوں کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ انہوں نے "سرکاری خزانے سے دو لاکھ بیس ہزار روپیہ لوٹنے کے بعد عقوبت خانہ توڑ کر سکندر شاہ کو قید فرنگ سے چھڑایا اور اپنا رہبر تسلیم کیا۔"[45] دیکھتے ہی دیکھتے تمام انگریزی کوٹھیاں باغیوں کے زیر نگیں آگئیں "انگریز افسران کو فیض آباد سے مع ذاتی اسلحہ اور سامان کے ساتھ نکلنے کا حکم صادر کر دیا گیا، ان کو کشتیاں مہیا کرانے کے علاوہ راستے میں مصارف کے لئے نو سو روپے بھی دیئے"[46] ان میں ڈنکا شاہ کو "پھانسی کی سزا دینے والا کرنل بھی تھا۔"[47] مگر ان سب کے ساتھ صلہ رحمی کی گئی کیونکہ مولانا کی مخاصمت انفرادی نہیں بلکہ ان کی عداوت دروغ گو گوروں سے تھی۔ لہٰذا فیض آباد کے بعض انگریز "شاہ گنج کے راجہ مان سنگھ"[48] اور کچھ "دھروپور کے راجہ ہنومنت"[49] کے قلعے میں پناہ گزین ہوئے بعد ازیں راجہ ہنومنت بیگم حضرت محل کے مورچے میں شامل ہو کر انگریزوں کے خلاف لڑے۔ مولانا نے اس بات کا پورا لحاظ رکھا کہ کسی خاتون یا بچہ کو کسی طرح کی ایذا یا ضرر نہ پہنچے۔ ڈنکا شاہ سے فیض آباد کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے کی التجا کی گئی مگر مولانا راجہ مان سنگھ کو یہ ذمہ داری سونپ کر فرنگیوں کو بے دخل کرنے کے لئے لکھنؤ کوچ کر گئے، ان کی آمد نے انگریزوں کے دلوں پہ نزع طاری کر دی، مفلوک "چیف کمشنر ہنری لارنس (Henry Lawrence) کی قیادت میں انگریزی فوج لوہے کا پل عبور کر کے صبح ککرال پہنچی جہاں فریقین میں مقابلہ ہوا اور انگریزی فوج کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ کرنل کیس، کیپٹن اسٹوینس اور کپتان میکلین (Col.Case. Cap.Stevens Cap.Maclean,) جیسے افسران سمیت جاں بحق اور لاپتہ سپاہیوں کی

تعدادسو، دوسو چوالیس زخمی اور کچھ جنگی سامان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔''[50] ہلاکت میں گھرا دیکھ زخمیوں اور مقتولین کو چھوڑ کر ''ہنری لارنس سمیت تمام انگریز رزم گاہ سے افتاں وخزاں مرزا سلیمان شکوہ کے گھر سے نکل کر بیلی گارد میں روپوش ہو گئے''[51] اس سے لکھنؤ میں کہرام مچ گیا۔اب ان کے زیر دست دو ہی مقام رہ گئے پہلا بیلی گارد، دوسرا مچھی ہاوس۔''[52] خوفزدہ لفیٹنٹ تھامس کو تقریباً رات بارہ بجے مچھی ہاوس اڑا کر''[53] بیلی گارد میں پناہ لینی پڑی لحاظہ انگریز حکام اور سپاہ محصور ہو کر قیدیوں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔

مولانا عبدالحلیم شرر لکھتے ہیں :

''جس طرح میرٹھ وغیرہ کے باغی ہر طرف سے سمٹ کے دہلی میں جمع ہوئے تھے اور ظفر شاہ کو ہندوستان کا شہنشاہ بنایا تھا ویسے ہی الہ آباد وفیض آباد کے باغی مئی ۱۸۵۷ میں جوش وخروش کے ساتھ لکھنؤ پہنچے۔ ان کے آتے ہی یہاں کے بھی بہت سے بے فکرے اٹھ کھڑے ہوئے اور شاہی خاندان اودھ کا اور کوئی رکن نہ ملا تو واجد علی کے دس برس کے نابالغ بچے مرزا برجیس قدر کو تخت پر بٹھا دیا اور ان کی ماں نواب حضرت محل سلطنت کی مختار کل بنیں۔تھوڑی سی انگریزی فوج جو یہاں موجود تھی اور اس کے ساتھ یہاں کے تمام یوروپین عہدہ داران مملکت جو باغیوں کے ہاتھ سے جاں بر ہو سکے ''بیلی گارد میں قلعہ بند ہو گئے۔''[54]

بیلی گارد کو چھوڑ کر پورے اودھ پر باغیوں کا تسلط قائم ہو گیا جس کا سارا بالکلیہ مولانا کے سر جاتا ہے۔چیف کمشنر سر ہنری لارنس کی بدحواسی کا یہ عالم تھا۔

''حتی کہ صاحب چیف کمشنر بہادر گو خود بھی پھاٹک پر کھڑے تھے مگر یہ پوچھتے تھے ''پھاٹک کا موقع (موکھا) کہاں ہے۔''[55]

''۲ر جولائی کو ہنری لارنس باغیوں کا گولہ لگنے سے ہلاک''[56] ہو گیا۔۱۲ر جولائی بروز

جمعہ نماز عصر کے وقت ڈنکا شاہ نے بیلی گارد پہ پرزور یلغار کی، مجاہدین کو برانگیختہ کرتے ہوئے خود بیلی گارد کے دروازے تک پہنچ گئے اور پکارا کہ 'اب ان کا خاتمہ عنقریب ہے' حملہ اتنا سخت تھا کہ انگریز خوف سے رواں دواں کانپنے لگے ''مارے خوف کے خواتین تہ خانوں میں چھپ گئیں اور موت ان کی نظروں میں پھرنے لگی۔''[57] مگر قلعہ سے لگاتار گولہ باری ہونے کے سبب ملیشیا بیلی گارد میں داخل نہیں ہو سکی۔

۵ر جولائی کو اودھ کی مسند پر ''برجیس قدر کی تخت نشینی کی گئی اور امور معاملات کی ذمہ داری بیگم حضرت محل کے سپرد کی گئی، اس کے قطع نظر شرف الدولہ کو وزیر اعظم، ممو خان کو دیوان خانہ داروغہ، مظفر علی کو جنرل، رحمت اللہ کو صدر منشی، احمد علی کو توپ خانہ انچارج، مہاراج بال کشن کو دیوان، انور جی کو سکریٹری و داروغہ دیوان خانہ اور علی رضا بیگ کو کوتوال''[58] وغیرہ کے قلم دان سونپے گئے مگر یہ بات قابل ذکر ہے کہ ''احمد اللہ شاہ جو تحریک روح رواں تھے انہوں نے کوئی عہدہ نہیں لیا''[59] کیونکہ ان کا صرف ایک ہی مقصد تھا یعنی اپنے ملک سے غیر ملکیوں کو باہر نکالنا۔

تعلقہ دار راجہ گور بخش سنگھ (رام نگر) اور راجہ نواب علی خان (محمود آباد) بھی اپنی فوج کے ساتھ''[60] انقلابیوں کے قدم سے قدم ملایا۔ جب جنرل ہولاک (Havlock) کو ''بیلی گارد میں انگریزوں کے مقید ہونے کی اطلاع موصول ہوئی تو وہ انہیں آزاد کرانے کے لئے ۲۹ر جولائی کو کانپور سے لکھنؤ کی جانب''[61] بڑھا لیکن یہ کام اتنا سہل نہ تھا کیونکہ آزادی کی قنادیل ہر گاؤں میں فروزاں ہو چکیں تھیں۔ پہلے 'اناؤ'' پھر 'بشارت گنج میں مجاہدوں نے ہولاک کا راستہ روکا جہاں اسے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اس نے'' کچھ سپاہ کا جانی نقصان اٹھا کر ۳۱ر جولائی کو منگلوار (کانپور) مقام پر معاودت کی''[62] جس پر اس کی چشم نمائی کی گئی تو اس نے کمانڈر ان چیف کو وضاحت پیش کی:

"He had absolutely no prospect of success against Lucknow and begged to be

Presented By: https://jafrilibrary.com

reinforced by a thousand British soldiers."[63]

۳۱؍ جولائی کو احمد شاہ نے بھرپوری طاقت سے انگریزی لشکر پر یورش کی ان کے ''آگے نقیب بولتا جاتا تھا اور ڈنکا ہوتا ہوا، دیوار بیلی گارد پہنچ کر دیوار کھودنے لگے''[64] لیکن اندر سے مسلسل گولہ باری ہوتی رہی اور شاہ صاحب کا عین وقت پیر زخمی''[65] ہو گیا جس کی وجہ ان کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا انہیں ''تارے والی کوٹھی''[66] میں خیمہ زن ہونا پڑا۔

ہولاک جو ''لکھنؤ جانے کے بجائے منگلوار لوٹ آیا تھا اس کو مراجعت کرتے ہی خبر ملی کہ بشارت گنج پر باغیوں نے پھر قبضہ کرلیا تو وہ دوبارہ انقلابیوں کی سرکوبی کرنے گیا اور وہاں غالب ہوا مگر اسے دوسری مرتبہ ۵؍اگست کو''[67] بھی منگلوار پر ہی بازگشت کرنی پڑی، ہولاک بہ مشکل کانپور سے لکھنؤ چار مہنیہ کی مدت میں پہنچ سکا کیونکہ انگریزوں کے پاؤں محبّ وطنوں کی دلیری دیکھ کر اکھڑ جاتے تھے۔ ہولاک کے دوبارہ پلٹنے پر نیل نے ملامت کی کہ:

''مجھے سخت افسوس ہے کہ آپ ایک قدم پیچھے ہٹ گئے اس سے ہماری عزت پر بدنما داغ لگا ہے۔''[68]

ہولاک نے نیل سے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''مجھے اپنے کمان کے افسر سے کوئی صلاح کی ضرورت نہیں ہے۔''[69]

"I entirely confide, are unanimously of opinion that an advance to the walls of Lucknow involves the loss of this force.In this I concur.The only military question that remains, therefore, is whether that,or the unaided destruction of the British garrison at Lucknow, would be greatest calamity to the state in this crises. The loss of this force

in a fruitless attempt to relieve Colonel Inglis would,of course,involve his fall. I will remain, however, till the latest moment in this position, strengthening it, and hourly improving my bridge communication with Cownpore, in the hope that some error of the enemy may enable me to strike a blow against them, and give the garrison an opportunity of blowing up their works and cutting their way out."[70]

سر جیمس آوٹرم ایک بڑی فوج کے ہمراہ ''۱۵؍ستمبر کو کان پور پہنچا''[71] اور کچھ درع پوش حفاظتی نقطہ نظر سے وہاں چھوڑ کر ''۱۹؍ستمبر کو آوٹرم، ہولاک، نیل اور تین ہزار سپاہ کو لیتے ہوئے کانپور سے''[72] ۲۳؍ستمبر کو لکھنؤ پہنچ گیا، لیکن تین آزمودہ کار افسر احمد شاہ کی جنگی تجاویز کا جائزہ لینے کے بعد بھی ''دو دن تک شش و پنج میں پڑے رہے پھر ۲۵؍ستمبر''[73] کو کافی غور و خوص کے بعد انگریزی جسامت نے عالم باغ کی طرف پیش رفت کی جہاں مبارزہ کاروں نے جرات مندی سے مقابلہ کیا مگر وہ انگریزی سیلاب کو روک نہ سکے آخرکار انگریزی فوج ''چار باغ''[74] پہنچ گئی لیکن جس طرح سے مجاہدین نے لوہا لیا اس کا اقرار خود انگریزوں نے ان جملوں میں کیا :

"The street firing was awful.We could not touch the rebels,and they punished us awfully from loopholes"[75]

ہولاک اور آوٹرم کی مشترکہ فوج رات کو محاصرہ توڑ کر بیلی گارد میں داخل تو ہوگئی لیکن بھاری جانی ضیاع کے بعد جس میں ''۴۰۰، ۵۰۰ انگریز موکب ہلاک ہوئے۔ مرنے والوں میں جنرل نیل''[76] بھی شامل تھا۔ ہولاک دام میں گرفتار انگریزوں کی رستگاری کے لئے آیا تھا مگر وہ خود صید بن گیا اب انقلابیوں کے ہاتھوں صحیح سلامت نکلنا بھی جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا کیونکہ ''باغیوں نے فوج کے بیلی گارد میں داخل ہونے پر چاروں طرف سے گھراؤ ڈال دیا''[77] یہ شیر ژیال غازیوں کی فوز عظیم تھی، انہوں نے شہر کو ''عالم باغ سے ملانے والے ایک پل کو توڑ دیا۔''[78] جس سے انگریزوں کی رسد، مخبری اور باہر نکلنے پر قابو پایا جا سکے، پورے اکتوبر انقلابی انگریزی تنصیبات پر حملے کرتے رہے، ادھر بیلی گارد میں آزوقہ سے انگریزی سپاہیوں کی حالت قابلِ رحم ہونے لگی، جنرل کولن کیمپ بیل کے حضور میں مغلوب انگریزوں کی مدد کرنے کے لئے منت سماجت کی جانے لگی۔

"The force at Lucknow is now besieged by the enemy,and has grain, gun-bullocks and horses,upon which they can subsist for another month, but they have no hospital comforts, and little medicine"[79]

بالآخر ''۹ر نومبر جنرل کولن کیمپ بیل لکھنؤ کے لئے چلا''[80] لیکن انقلابیوں نے جس طرح انگریزوں کا سامنا کیا تھا اس سے جنرل بھی نا آشنا نہ تھا اس لئے وہ شارع عام کو چھوڑ کر محفوظ چور راستوں سے بیلی گارد پہنچنا چاہتا تھا۔ جس کے لئے اسے ایک پیش رو کی ضرورت محسوس ہوئی، لیکن محاذ لکھنؤ پر ایک نہیں بلکہ دو اعوان ''انگد تیواری اور قنوجی لال''[81] جیسے موجود تھے جو مادر ہند کو انگریزوں کو سونپنے کا قصد کر چکے تھے جنھوں نے اس کی راہ بری کی۔

ایک محصور انگریز ''ٹامس ہنری کاوناگ (Thomas Henrys Cavnage) نے پہلے تو اپنے چہرے اور ہاتھ کو سیاہ رنگ سے بالکل رنگ دیا اور بعد میں مقامی لوگوں کے

رنگین لباس زیب تن کر کے قنوجی لال کے ہمراہ شب کی تاریکی میں بیلی گارد سے نکل کر جنرل کولن کیمپ بیل کے خیمہ میں پہنچ گیا۔''[82] ۱۴ر نومبر کو سر کولن کیمپ بیل نے ان کے سہارے تقدیم کی ''دلکشا اور مارنیئر''[83] پر مسلط ہونے کے بعد اگلا قدم موتی باغ کی جانب بڑھایا جہاں سے ''آوٹرم کے ساتھ شامل''[84] ہونا تھا لیکن جنگجوؤں کو ''دھوکہ دینے کے لئے انہوں نے بیگم کوٹھی پر گولہ باری شروع کر دی''[85] ۱۶ر نومبر کو انگریزوں نے نہر پار کر کے سکندر باغ کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو وطن پرستوں کی رستمی دیکھ کر ششدرہ گیا لیکن جدید اسلحہ سے آراستہ نہ ہونے کے سبب باغیوں کو گہری زک پہنچی اور رخ پلٹ گیا، لاتعداد پاسبان وطن شہید ہوئے مگر ۳۰۰ر انگریز بھی مارے گئے۔''[86] سکندر باغ سے انگریزی فوج جب آگے بڑھی تو ڈنکا شاہ اور حواریوں نے انہیں چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا۔ ۱۷ر نومبر کو ''شاہ نجف اور تارا کوٹھی پر بھی کڑی ٹکر ملی۔ ۱۸ر نومبر کو انگریزوں نے ڈنکا شاہ کو اپنے پھندے میں پھنسانے کے لئے اپنی پوری طاقت جھونک دی مگر یہ تن دہی لا حاصل رہی۔''[87] شدید گولہ باری بھی ہندی سورماؤں کے حوصلے پست نہ کر سکا لیکن مخبروں کی بدولت میدان انگریزوں کے ہاتھ لگا۔

"The casulties are numberless and the street are stopped up with dead bodies"[88]

۱۹ر نومبر کو ''چھتر منزل کے گرد و پیش کی تمام عمارات کو منہدم کرنے کا حکم دے دیا گیا''[89] اب بیلی گارد میں پھنسے لوگوں کی رہائی کا راستہ صاف ہوگیا، لیکن انقلابیوں نے آخری وقت تک ہار نہیں مانی بلکہ بیلی گارد کو اڑانے کے لئے ایک سرنگ تیار کر دی۔ ''اگر سرکاری فوج کے پہنچنے میں مزید ایک دو روز کی تاخیر ہو جاتی تو اس سرنگ کے ذریعہ بیلی گارد والے سب اڑ جاتے''[90] مجاہدین نے ''۳۷ر مرتبہ رزیڈنسی (بیلی گارد) کو بارود سے اڑانے''[91] کوشش کی مگر انگریزی زر خرید غلاموں نے ان کی ہر سعی کو ناکام بنا دیا۔ ۲۵ نومبر سے ۲ر دسمبر تک بیلی گارد کو خالی کر دیا گیا۔ ''خزانے کے ساتھ خواتین اور توپوں کو دلکشا اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

عالم باغ،،[92] بھیج دیا گیا۔ ۲۷ نومبر کو ''جنرل کولن کیمپ بیل بیلی گارد میں چھ ماہ سے پھنسے محصورین کو آزاد کرا کر لکھنؤ آوٹرم کے حوالے کر کے خود تاتیہ ٹوپے کی سرکشی کے لئے کانپور روانہ ہوگیا''[93] احمد شاہ نے جنرل کولن کیمپ بیل کی عدم موجودگی کا فائدہ اٹھا کر آوٹرم پر دھاوا بولنے کی حکمت عملی بنائی، وہ کانپور اور لکھنؤ کے مابین رابطہ کو توڑ کر اور بیک وقت مختلف سمتوں سے حملہ کر کے دو پاٹوں میں پیس کر انگریزی فوج کو مکمل تباہ و برباد کرنا چاہتے تھے لہٰذا ''۲۲ دسمبر ۱۸۵۷ کو انقلابیوں نے چار ہزار پیدل فوج، چار سو سوار اور چار توپیں گیلی (Gaili) اور مواضعات بدروپ (Badrup) کی طرف سے (Banni) بنی کی جانب روانہ کیں اور اس طرح وہاں مورچہ بنا کر برطانوی فوجوں کے اس رسل و رسائل کے سلسلہ کو منقطع کر دینا چاہا کہ جو انہوں نے کانپور سے قائم کر رکھا تھا''[94] لیکن خفیہ نویسوں نے دو دن پہلے آوٹرم کو گوش گزار کر دیا''[95] تو اس نے بریگیڈیر اسٹڈ، میجر رابرٹسن اور کیپٹن آلفرنس''[96] کو ساتھ لے کر بلا توقف باغیوں پر حملہ کر دیا اس طرح ایک مظہر نے باغیوں کی فتح شکست میں تبدیل کرادی لیکن مولانا ہمت ہارنے والے کہاں تھے مگر موقع و محل کی نزاکت کو دیکھ کر کچھ وقفہ کے لئے خاموشی اختیار کر لی۔

اسی اثنا میں احمد شاہ کو انگریزی فوج کے لئے کانپور سے رسد منگانے کی آگہی ملی تو انہوں نے آنے والی گاڑیوں کو قبضے میں لے کر انگریزوں کے درمیان سے گزر کر لکھنؤ میں داخل ہونے کا نقشہ تیار کیا، جس کی خاطر جب دنیا پر اندھیری چھائی ہوئی تھی ڈنکا شاہ بڑی پھرتی کے ساتھ ۱۴ر جنوری کو لکھنؤ سے نکل گئے۔

کرنل مالیسن رقم طراز ہیں :

''مستعد اور ثابت قدم مولوی نے عہد کیا کہ وہ برطانوی رسد رسانی کے فوجی دستوں پہ چھاپہ ماریگا اور کانپور سے لکھنؤ آنے والے سامان پر قابض ہو کر لکھنؤ واپس ہوگا چنانچہ وہ فوجی ٹکڑی کے ساتھ ۱۴ر جنوری کی شب میں کر لکھنؤ سے نکلے اور جائزہ لینے کے بعد ایسے

مقام پر مورچہ جمایا جہاں سے رسد کے لشکر پر حملہ کامیاب ہوسکتا تھا مگر اس نقل و حرکت کی اطلاع آوٹرم کو بروقت پہنچا دی گئی تو آوٹرم نے الفرڈ کو حکم دیا کہ وہ توپیں اور اپنا دستہ لے کر موضع بنی کی طرف جانے والے والی سڑک پر پہنچ جائے چنانچہ وہ معینہ مقام پر پہنچ کر گھات میں رہا اور اس وقت تک خاموش رہا جب تک مولوی صاحب کے دستے کھلے میدان میں نہ پہنچ گئے۔ مولوی صاحب زخمی ہو گئے''[97]

تو رضا کاروں نے اپنی جان پر کھیلتے ہوئے احمد اللہ شاہ کو حراست سے بچایا۔ اس واقعہ کے بعد ڈنکا شاہ اپنی چال حریف کو دیکھ کر چلنے لگے۔ ''بجائے قلب لشکر پر حملہ کرنے کے میسرہ یعنی بائیں بازو کے فوجی دستوں پر اچانک حملہ کیا کرتے اور اکثر اپنے فوجی دستوں کو آگے بڑھاتے اور ایک دم دائیں جانب موڑ دیتے تھے۔''[98] یہی طریقہ کار ۱۵ر فروری کے مجادلہ میں استعمال کیا گیا۔ انقلابی بڑھتے بڑھتے انگریزی مورچوں کے ''ایک دم نزدیک پہنچ چکے تھے جو دوسرے حملوں کی بہ نسبت غیر متوقع تھا''[99] لیکن نتیجہ خوش آئند نہ نکلا کیونکہ مخبر یہ اطلاع بھی آوٹرم کو پہنچا چکے تھے۔ احمد شاہ لگاتار جاسوسوں کے ذریعہ ہار کا سامنا کرنے کے باوجود ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھے بلکہ زیادہ جوش وولولہ کے ساتھ برطانوی سپاہ کا مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ بتاریخ ''۲۱ر فروری حریت پسندوں نے انگریزی فوج پر آگے اور پیچھے دونوں سمتوں سے بھرپور وار کیا مگر کانپور سے تازہ دم کمک کی مدد ملنا''[100] ان کی پسپائی اور بے شمار انقلابیوں کے جانی نقصان کا سبب بنا۔ مولوی صاحب کی جنگی تدابیر جنرل آوٹرم اور جنرل ہولاک کے لئے معمہ بنی رہی لیکن انگریزی آلہ کاروں نے ان کا کوئی تیر نشانہ پہ نہ لگنے دیا۔ ناسازگار حالات کے باوجود مولانا آوٹرم سے برابر جنگ کرتے رہے، جنرل کولن کیمپ بیل اور جنرل آوٹرم کے باہمی ربط کو توڑنے کے لئے ۲۵ر فروری کو بیرونی تاجروں اور انقلابیوں کے درمیان رستخیز ہوئی۔ جس میں پہلی بار ''بیگم حضرت محل نے ہاتھی پر بیٹھ کر شرکت کی۔''[101] آوٹرم پر مہیب حملہ کیا، آزادی کے

دیوانے سرِ صبح سے شام تک سردھڑ کی بازی لگاتے رہے ''جب انگریزی دستے دیسی افواج سے وہ توپیں چھیننے کے لئے بڑھے کہ جن سے وہ قلعہ جلال آباد پر گولہ باری کررہے تھے تو لوہے لگ گئے۔ دیسی سپاہیوں نے اپنی جانثاری اور ثابت قدمی کا بے مثال ثبوت دیا اور جب تک ان دستوں کے سپاہیوں میں سے کسی ایک کے بھی جان میں جان رہی اس نے توپوں کو اپنے قبضے سے باہر نہ جانے دیا اور جب انگریزوں نے وہ توپیں چھین ہی لیں تو ان کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے لاتعداد سپاہی جان کی بازی لگا کر ان کی طرف بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے رہے''[102] مگر انقلابیوں کی قربانیاں بے محل ثابت ہوئیں۔

مولانا نے اب حفظ ماتقدم کے طور پر دفاعی لائحہ عمل اختیار کیا کیونکہ سب مقامات کی شورش دب جانے سے نانا صاحب، عظیم اللہ خاںؔ، بخت خاںؔ، مولانا سرفراز علیؔ، مولانا فیض احمد بدایونیؔ، ڈاکٹر وزیرؔ خاں، نواب تفضلؔ حسین فرخ آبادی، شہزادہ فیروز شاہؔ، مولوی لیاقت علی آلہ بادیؔ''[103] مرزا بلاقیؔ داماد شاہ دہلی اور مرزا کوچکؔ بہادر شاہ ظفرؔ کے بیٹے[104] اور خان علی خاںؔ شاہجہاں پوری''[105] وغیرہ رہنما یہاں آگئے تھے، ادھر انگریز بھی ان کے ہر قدم پہ گہری نظر جمائے ہوئے تھے، ان کی شطرنجی چالوں کے آگے چانکیہ بھی شرمسار ہوجاتا کیونکہ انگریزوں نے ہندوستانیوں کو اپنے تابع بنائے رکھنے کے لئے تمام حربے آزمائے۔ انہیں جب کہیں لشکر کشی کی ضرورت درپیش آتی تو ان کے نمک خوار ضمیر فروش ہم وطنوں کے خلاف صف آرا ہونے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے، جنرل آوٹرمؔ اور جنرل ہولاکؔ نے اپنے بہی خواہوں نیپال کے راجہ رانا جنگ بہادرؔ، گورکھوں، بھوٹانیوں اور سکھوں کے ساتھ مل کر لکھنؤ کو تخت وتاراج کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے'' یکم مارچ کو کمانڈران چیف عالم باغ پہنچ گئے۔''[106]

ڈنکا شاہؔ نے لکھنؤ کی آہنی قلعہ بندی کی طرف اپنا دھیان مرکوز رکھا، انہوں نے خصوصاً شہر کی تمام شاہراہوں کی ناکہ بندی کردی۔ لکھنؤ کے مشرقی حصہ کو چھوڑکر'' تین دفاعی سرحدیں بنائی''[107] پہلی چارباغ، دوسری موتی محل، تیسری قیصر باغ اور تمام پل مسمار

کردیئے''[108] کیونکہ مشرق سے اب تک کوئی حملہ آور شہر میں داخل نہیں ہوا تھا مگر یہی منفی پہلو باغیوں کے لئے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا کیونکہ انگریزی فوج یہیں سے آگے بڑھی، قیامت خیز جولان کے بعد ۱۱/مارچ کو بیگم کوٹھی انقلابیوں کے ہاتھوں سے نکل گئی پھر بھی انہوں نے انگریزی لاؤلشکر کا بڑی ہمت اور بے جگری سے سامنا کیا۔ لڑائی قیصر باغ سے شروع ہوکر لکھنؤ کے گلی وکوچوں تک پھیل گئی، چپہ چپہ پہ پاسبان ہند کے خون کے چشمے ابل رہے تھے، جنگ ایک ایک انچ زمین کے لئے لڑی گئی۔

جنرل کولن کیمپ بیلؔ نے جنگجوؤں کے عزم بالجزم اور جوش وولولہ کو دیکھ کر دانتوں تلے انگلی دبالی آخر اسے بھی کہنا پڑا :

> The day was one of continued extertion;and everyone felt that , although much remained to be done before the final expulsion of the rebels,the most difficult part of the undertaking had been overcome"[109]

ایک طرف حریت پسند تاحدِ امید احمد شاہؔ کے دوش بدوش پوری شدت سے مردانہ وار تیغ زنی کا مظاہرہ کررہے تھے، تو وہیں دوسری جانب ''چوتھا پنجاب پیدل دستہ، چوتھی پنجاب رائفل''[110] ایک ہزار گورکھے''[111] اور ''نیپال مہاراجہ جنگ بہادرؔ اپنے نو ہزار فوجی اور ۲۴ توپوں''[112] کے ساتھ انگریزوں کے پیش پیش تھے جس کے بموجب ہندوستانیوں کو برطانوی فوج کے ہاتھوں شکست کھانی پڑی۔

۱۸ مارچ کو مجاہدین مضمحل لکھنؤ سے رخصت ضرور ہوئے لیکن مختلف محاذوں پر جاکر مورچہ لینے لگے۔ ۲۱/مارچ کو مولانا نے سعادت گنج میں لیوگارڈؔ سے نبرد آزما ہوکر منھ توڑ جواب دیا۔

> "Moulvi the most obstinate of the rebel

Presented By: https://jafrilibrary.com

leaders had returned to Lakhao; he still there,at Shadatganj,in its very heart, occupying,with two guns,a strongly fortified building,whence he bade defiance to the British.To dislodge him, Lugard was detached,on the 21st,with a portion of the division which had conquered the Begum Kothi the first day of the attack.The troops employed were the 93rd Highlanders and the 4th Punjab Rifles,Seldom did the rebels display so much pertinacity and resolution as this occasion.The defended themselves most bravely,and were not driven out until they had killed several men and severly wounded many others" [113]

یوں تو جنگ کا فیصلہ انگریز تاجروں کے حق میں ہو چکا تھا مگر مولانا امید کا دامن تھامے ''خیر آباد پہنچے جہاں کچھ دن ٹھہر کر باڑی چلے گئے اور راجہ نواب علی محمود آباد کے تعاون سے ایک بڑی فوج جمع کی'' [114] اور پھر اپریل میں بیگم حضرت محل کے ساتھ مل کر لکھنؤ پر دوبارہ استیلا کی آخری کوشش کی ''ہوپ گرانٹ، مولوی ڈنکا شاہ کی رہنمائی میں جمع اودھ کی فوج کو نکالنے کے ارادہ سے لکھنؤ سے باڑی کی طرف روانہ ہوا'' [115] تو احمد شاہ کے چند جانباز انگریزی فوج کی نقل وحرکت کا جائزہ لینے ان کے خیمہ میں جا پہنچے جب ''انگریز سپاہی نے ٹوکا اور پوچھا کہ کون ہو تو انہوں نے انتہائی بے تکلفی سے جواب دیا کہ ہم

۱۲ار بے قاعدہ فوج کے سپاہی ہیں'' [116] مگر یہ فوج متمرد ہو چکی تھی، ''ان سواروں نے تمام کیفیت کا جائزہ لے کر احمد اللہ کو باخبر کر دیا جس کے بعد شاہ صاحب نے جامع منصوبہ بندی وضع کی، وہ ہوپ گرانٹ کا احاطہ کرنے کے مقصد سے ''باڑی سے انگریزی فوج کی جانب روانہ ہوئے۔ چار میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں پہ قابض ہو گئے، جس کے سامنے سے ایک ندی گزرتی تھی، اس ندی کے کنارے بہت اونچے تھے۔ شاہ صاحب نے اپنی پیادہ فوج کناروں پر جا بجا اس طرح بٹھا دی کہ انگریزی فوج کو قریب سے پہنچنے تک اس کے بارے میں کچھ علم نہیں ہو سکتا تھا۔ رسالے کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے دائیں بائیں بھیجا اور فہمائش کر دی کہ چکر کاٹ کر انگریزی فوج کے بازوؤں کو روک لیں۔'' [117] مولانا کی حذاقت کے مطابق ان کا رسالہ فرنگیوں کو دائیں بائیں یا پیچھے کی طرف بچ نکلنے سے روکے گا۔ سامنے کے پیادہ فوج حملہ آور ہو کر پورے دستہ کو مکمل برباد کر دے گی :

> ''انگریزی فوج ۲۰/اپریل کی صبح کو بے فکری سے روانہ ہوئی۔ وہ تباہی کے دہانے پر پہنچ رہی تھی کہ رسالے والوں سے ایک خوفناک غلطی سرزد ہوئی۔ انہیں برطانوی فوج کے عقب میں دو توپیں نظر آئیں، جن کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ انہوں نے اصل نقشہ جنگ کو کامیاب بنانے کے بجائے ان دو توپوں پر جلدی سے قبضہ کر لینا چاہا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انگریز حکام حکمت عملی سے باخبر ہو گئے۔ اب رسالے والوں کو خیال آیا کہ ابتدائی نقشے کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔ لیکن یہ اب ناممکن تھا کیونکہ حقیقت ظاہر ہو چکی تھی۔'' [118]

اس طرح مولانا کے گھوڑ سواروں نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا اور لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا۔ ایسی صورت میں جب کہ پورے ملک پر انگریز اپنے کاسہ لیسوں کی وساطت سے یکے بعد دیگرے علاقوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے مگر ڈنکا شاہ بھی کہاں چپ بیٹھنے والے تھے۔ وہ انقلابیوں کی کمان سنبھالنے ''شاہجہاں پور پہنچ گئے۔'' [119] ۲۸/اپریل کو

Presented By: https://jafrilibrary.com

بمقام ''اللہ گنج (بچوریہ) انگریزوں سے مبارزت ہوا۔ کمانڈر فوج نظام علی خاں ساکن شہباز نگر تھے۔ نظام علی خاں نے انگریزی فوج کا ترکی بہ ترکی جواب دیا اور آخر میں شہادت حاصل کی۔''[120] شہر کے مورچوں کی کمان مولانا شاہ احمد اللہ صاحب کے ذمہ تھی''[121]
دریں اثناء کانپور اور گوالیار پر انگریزوں کا قبضہ ہونے کے بعد ''نانا صاحب شاہجہاں پور آگئے''[122] ان دونوں کے اختلاط سے انگریزی تحکم کے لئے خطرہ لاحق ہوگیا۔ خبر لگتے ہی ''چیف آف اسٹاف سرکولن کیمپ بیل وال پول کے ساتھ انہیں پکڑنے خود آگے بڑھا''[123]
مگر جب تک یہ دونوں برطانوی افسر شہر کی حصار بندی کرتے تب تک یہ عظیم جنگجوان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر شاہجہاں پور کو خیر باد کہہ چکے تھے مگر شہر چھوڑنے سے قبل مولوی صاحب نے ایک خاص عمارت کو نذر آتش کردیا''[124] جو آج بھی جلی کوٹھی کے نام سے جانی جاتی ہے۔ بادسموم اور چلچلاتی دھوپ کے عالم میں مجبوراً معارض فوج کو کھلے آسمان میں خیمہ ایستادہ کرنے پڑے، جس کے سبب انگریزوں کو متعدد سپاہیوں کی جان گنوانی پڑی۔

۲رمئی کو کولن کیمپ بیل شاہجہاں پور کو کرنل ہیل کے حوالے کرکے بریلی چلا گیا''[125] مولانا موقع کے انتظار میں تھے۔ ''ہیل نے اپنا کیمپ درختوں کے درمیان نصب کیا تھا وہاں رسد بھی کافی مقدار میں جمع کرلی تھی، جیل خانہ کی عمارت میں حفاظتی نقطہ نظر سے کوئی تقصیر نہیں چھوڑی۔ مولانا نے پھر اچانک تین روز بعد واپس آکر حملہ کردیا جو ۳رمئی سے ۱۱رمئی کی صبح تک جاری رہا''[126] مالیسن کے مطابق کہ ''احمد شاہ اگر سیدھا شاہجہاں پور پہنچ جاتا تو ہیل کے لئے بڑی مصیبت پیش آتی، جب شہر چار میل رہ گیا تو احمد شاہ نے فوج کو سانس لینے کا موقع دیا، تب ہی وطن فروشوں نے ہیل کو خبر دی وہ وہاں سے اٹھ کر جیل خانہ کی عمارت میں چلا گیا اور اسے بالا حصار کے طور پر استعمال کیا۔ ڈنکا شاہ نے شہر میں پہنچ کر توپیں مناسب مقامات پر لگا کر گولہ باری کا آغاز کردیا۔''[127] اس واقعہ کی اطلاع ہوتے ہی ''بریلی سے کولن کیمپ بیل نے سیجان جونس کو اس کے سہارے کے لئے بھیجا''[128] مگر وہ بھی اتنا مرعوب تھا کہ ان کے دوبدو آنے کی ہمت نہیں کر پایا اور چھٹ پٹ

آویزش ہوتی رہیں، اس اثنا میں ڈنکا شاہ کی مدد کے لئے ''فیروز شاہ، بیگم حضرت محل اور نانا صاحب کے کچھ ساتھی آگئے''[129] وہ لگاتار انگریزوں کے سردرد بنے رہے ''۱۵رمئی ۱۸۵۸ تک شاہ صاحب نے سخت حملے کئے مگر جنرل جونس ثابت قدم رہا۔''[130] ۱۸مئی ۱۸۵۸ کولن سرکیمپ بیل سقوط بریلی کے بعد شاہجہاں پور پہنچ گئے''[131] جہاں دونوں ایک بار پھر مدمقابل ہوئے ان کی دلیری کو دیکھ کر انگریزوں کے اوسان خطا ہوگئے لیکن بریلی سے فوجی ٹکڑی کے آجانے سے برطانوی قوت میں اضافہ ہوگیا۔

وقت کی نزاکت کا خیال رکھتے ہوئے مولانا صاحب قصبہ محمدی (لکھیم پور) چلے آئے، جہاں نانا پیشوا راؤ، عظیم اللہ خاں، شہزادہ فیروز شاہ، جنرل بخت خاں، ڈاکٹر وزیر خاں، مولوی فیض احمد بدایونی اور مولوی سرفراز علی وغیرہ کے باہمی صلاح ومشورہ کے بعد ایک عبوری اسلامی حکومت تشکیل دی جس میں ''جنرل بخت خاں وزیر جنگ، مولانا سرفراز علی قاضی القضات (چیف جسٹس) نانا پیشوا راؤ کو دیوان (وزیر مال)، مولانا لیاقت علی صاحب الہ آبادی، ڈاکٹر وزیر علی خاں صاحب، مولانا فیض احمد بدایونی، شہزادہ فیروز شاہ کو ارکان حکومت''[132] منتخب کیا۔ ڈنکا شاہ کی حکومت ابھی پوری طرح قائم بھی نہ ہو پائی تھی کہ سرکولن کیمپ بیل قصبہ محمدی پر حملہ آور ہوا۔ آر پار کی لڑائی کے بعد، ''شاہ صاحب کو محمدی چھوڑنا پڑا، شاہ صاحب کے ہٹتے ہی ممو خاں، بیگم حضرت محل، نانا صاحب، عظیم اللہ اور بخت خاں وغیرہ نے نیپال کی طرف چلتے ہوئے''[133] مولانا شکست در شکست کے باوجود بھی، کبھی مایوس نہیں ہوئے، مہمات میں اکثر وبیشتر ایسے مواقع بھی آئے کہ نصرت وکامرانی ان کے قدم چومتی مگر ناکامی ہی ہاتھ لگی۔

مگر باحوصلہ مدبر یاس اور ناامیدی کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتا چونکہ یہ حقیقت ہے کہ ہر ظلمت شب کے بعد پھر صبح نمودار ہوتی ہے جو اپنے ساتھ نئی نمو اور امنگیں لاتی ہے۔

انگریزوں کے خلاف نیا محاذ کھولنے کی تلاش میں ان کی نگاہ شاہجہاں پور سے تقریباً ۱۸ میل کی مسافت پر واقع پوایاں راجہ جگن ناتھ کی چھوٹی سی مملکت پر پڑی، ادھر

انگریزوں کو احمد شاہ کے ہاتھوں اپنا ہر پیادہ پٹنے کے بعد ایک غدارِ وطن کی ضرورت تھی جو راجہ جگن ناتھ کی شکل میں پوری ہوئی۔

راجہ نے فوراً پچاس ہزار روپے کے لالچ میں انگریزوں سے سودے بازی کر لی تھی، دونوں نے مل کر ایک گھناؤنی سازش رچی، جو مجسٹریٹ جی۔ پی۔ منی کا روہیل کھنڈ کمشنر آر۔ الگزینڈر کے نام ۱۷؍جون ۱۸۵۸ لکھے خط سے تصریح ہو جاتی ہے۔

"I have now the honour to report further for your information,that the Raja of Powayan came in last night, bringing with him the head and body of the Moulvee,and which I had been expecting throughout the day,Towards the afternoon,I began to impatient at their non-appearance and requested the General to send out a troop of the Mooltanee Cavalry to Powayan to accompany the Rajah, in case he should be under any apprehension of an attempt being made, on the part of the rebels,to recapture the head and which was the reason for not inducing him to run the risk" Since I took charge of the district I have been continually pressing upon the Rajah of Powayan the advantage to be derived by his doing some signal act to

evince that loyalty which he professed to entertain for the British Goverment; and when the report reached me of probability of the rebels from Mohamdee making an attack upon Powayan, I wrote to him, urging him not to lose this opportunity of endeavouring to capture the Moulvee,The result has been, I am happy to think, successful and a rebel leader, who has proud of himself, a most troublesome enemy owing to the wonderful influence possessed by him over his followers, has now disappeared from the scene"[134]

جس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مخلص محبّ الوطن کو ناپید کرنے کے واسطے راجہ جگن ناتھ کس طرح غیر ملکی آقاؤں کے جوتے اپنے سر پہ رکھنے کو تیار ہو جاتا ہے۔

احمد شاہ نے راجہ سے تعاون اور قلعہ میں انگریز تحصیل دار اور تھانہ دار کو ان کے سپرد کرنے کے لئے اپنا قاصد بھیجا، "۵ جون ۱۸۵۸ راجہ کے مثبت جواب کے بعد عظیم المرتبت جنگجو ہاتھی پر اس کے قلعہ پر پہنچے"[135] لیکن تعظیم و تکریم کے بجائے قلعے کا دروازہ بند اور سخت پہرا دیکھ کر متحیر رہ گئے، راجہ اور اس کا بھائی بلد یو سنگھ مسلح سپاہیوں کے ہمراہ قلعے کی فصیل پر موجود تھا جو صدر دروازے کے طرف حرص و طمع کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ احمد شاہ نے "راجہ سے تحصیل دار اور تھانہ دار کو ان کے حوالے"[136] کرنے کو کہا مگر راجہ کے دل میں کچھ اور ہی تھا۔ راجہ کا منفی ردِ عمل دیکھ کر سریع الفہم ڈنکا شاہ نے مہاوت کو قلعہ کا دروازہ توڑنے کا حکم دیا لیکن اس سے پیشتر راجہ کے اشارے پر اس کے بھائی بلد یو سنگھ نے مولانا کو گولی مار

کے شہید کر دیا ان کے ساتھ "شفیع اللہ خاں نجیب آبادی"[137] بھی وطن کی آبرو پہ نثار ہو گئے
۔راجہ اور اس کے بھائی نے احمد شاہ کا سر تن سے جدا کر کے لال رومال میں لپیٹا
اور ۱۳ میل کا فاصلہ طے کر کے انگریزی مجسٹریٹ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مالیسن نے
اس شرمناک واقعہ کو اس طرح لکھا ہے :

"He made the driver of elephant upon which he was mounted urge animal forward to burst open the gateThe elephant and advanced applied his head with such force to the barrier, that in a second or two it must inevitably have yielded,In this crises the Raja brother inspired by the urgency of the occasion,seized a gun and shot the Moulvi head,His followers at once turned and field,The Raja and his brother then and cutoff the Moulvi's head wrapping it in a cloth drove to Shahjahanpur, thirteen miles distance, Arrived at the magistrate's house they entered,and found that official and his friends at dinner,They immediately produced the bundle,and rolled the bloody head at the feet of the Englishmen"[138]

مجسٹریٹ جی۔ پی۔ منی نے روہیل کھنڈ کے کمشنر آر۔ الکزینڈر کو مولوی صاحب

کو زندہ یا مردہ پکڑوانے پر پچاس ہزار روپے کے انعام کے متعلق مطلع کرتے ہوئے لکھا
کہ راجہ اس رقم کے پوری طرح حقدار ہیں :

The reward of 50,000 Rs.offered by Govt.for capture of the rebel Moulvee,specifes partic- -ularly that he must be"delivered alive into any British Military Post or Camp"I trust, ho- -wever, that in the present instance, the who- -le reward may be given to Rajah Juggaur- -nath Singh of Powayan and his brother Bu- -ldeo Singh,through whose means one of the most determined and influential of the rebel leaders has been get rid of "[139]

اس دغاباز راجہ کو ڈنکا شاہ کے سر کے عوض میں ۵۰۰۰۰/روپے موصول ہوئے۔
آزادی کے سرخیل جس نے انگریزوں کے اعلیٰ افسران سرکولن کیمپ بیل، جنرل
آوٹرم، جنرل ہولاک، جنرل نیل، کیپٹن لارنس، کیپٹن ہینڈرسن، ہوپ گرانٹ اور کیپٹن
گورڈن وغیرہ کو ناکوں چنے چبوادئے ان کے سر کو ہیبت طاری کرنے کے لئے "کوتوالی کے
دروازے پر آویزاں"[140] اور جسم کو شاہ راہ پر "نذر آتش"[141] کیا گیا، راکھ کو ندی میں پھینک
کر سفاک انگریزوں نے دو غداروں کے توسط سے اپنی انتقامی پیاس بجھائی۔ مالیسن ان
کی اعلیٰ خوبیوں کو ان الفاظ میں تسلیم کرتا ہے :

"In person the Moulvi was tall, lean and muscular with large deep set eyes, bettle brows, a high aquiline nose and lantern jaws

of his capacity as a military leader many proof were given during the revolt,but none more decisive than recorded in this chapter,No other man could boast that he had twice failed Sir Colin Campbell in the field!"[142]

انگریزوں نے ہندوستان کو اپنی شمشیر سے نہیں بلکہ راجہ جگن ناتھ جیسے دھوکہ بازوں کی تلوار سے فتح کیا، سر جارج میک میونن (Sir George Macmunn) احمد اللہ کی شہادت راجہ پوائیا کے ہاتھوں ہونے پر اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں :

"This expected end to the most relentless of Britain's enemies,did more for the pacificat-ion of Rohilkhand than all Sir Colin's heavy columns which but clave a momentary pas-sage as a ship cleaves the sea"[143]

آر۔سی۔مجمدار مولانا کے تئیں اپنے جذبات یوں بیان کرتے ہیں :

"He,alone,among all the so-called leaders of the great movement,had no personal intere-st to serve and no personal grievance aga-inst the British Goverment to serve as an incentive to rebellion,yet,from the very begi-ning to the end,he was an uncompromising and active enemy of the British.He never ch-

-erished any friendly feeling for the British,n-or pretended any such sentiment,.Animated by a sincere feeling of hostility against the British,he openly preached a violent crusade against the British Raj and missed no oppor-tunity of inciting the peoples and sepoys ag-ainst it.His personal courage was proved by the gallant resistance which he offered to the troops who had came to capture him" [144]

ہومز مولانا کی عظمت کا لوہا مانتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ :

"The Moulvie,who though not the equal of Hyder and Sivajee,was probably the most capable,as he was certainy the most dete-rmined of the men who fought against us in the Indian Mutiny"[145]

آگے لکھتا ہے کہ ان کی شہادت سے مشرقی ہند کا انگریزوں کے سب سے بڑے دشمن کا خاتمہ ہو گیا :

The most formidable enemy of the British in the Northern India was no more"[146]

مولانا فضل حق خیر آبادی ڈنکا شاہ کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

''ایک عامل (مولوی احمد اللہ مدراسی) اٹھ کھڑا ہوا، اس نے خیرات ومبرات اور سعادات وحسنات کا کافی ذخیرہ اپنے اندر جمع کر لیا تھا۔

وہ بڑا ہی، پاک طینت، صاف باطن، متقی، پرہیز گار، بہادر اور رسول ملاحم اور نبی مراحم، صلی اللہ وسلم کا ہم نام تھا۔ اس لئے نصارٰی کے لشکر پر حملہ کر کے پہلے ہی حملہ میں شکست دے دی۔"[147]

آزادی کی تڑپ اور آرزو نے احمد اللہ شاہ کو ہمیشہ جان کی بازی لگانے پہ مجبور کیا جنہوں نے اپنی پوری زندگی میں انگریزوں سے کسی بھی طرح کی سودی بازی یا ان کے آگے سر نہیں جھکایا ان کے لہو کی سرخی سے وطن کی خاک کا ذرہ ذرہ لالہ زار ہے۔

تاریخ تو کو اپنے شہیدوں پہ ناز ہے
وہ خوش نصیب ہے جسے رنگین کفن ملا
(پیام فتح پوری)

☆☆

اشاریات

۱۔ ساور کر ۱۸۵۷ کا سوتنترا سنگرام پر بھات پرکاشن ۱۱/۴ آصف علی روڑ نئی دہلی ۲۰۰۰ ص ۳۶۷ تا ۳۶۸

۲۔ R.C.Majumdar History of the freedom movement in IndiaVol (I) J.Bagchi & Co.(P) Ltd CalcuttaPage 183

۳۔ G.B. Malleson History of Indian Mutiny Vol(II) W.H Allen And Co.13 Waterloo Palace London1879 Page 544

۴۔ .R.E.Homes A History of the Indian Mutiny W.H.Allen & Co.Ltd.13 Waterloo Palace London 1891 Page 423

۵۔ مولانا انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء فاروقی پریس دہلی صفحہ ۱۴

۶۔ سید کمال الدین حیدر حسینی الحسینی قیصر التواریخ ۱۸۹۶ نامی منشی نولکشور لکھنؤ صفحہ ۲۰۳

۷۔ خورشید مصطفے زیدی جنگ آزادی ۱۸۵۷ الجمیتہ پریس دہلی اپریل ۱۹۵۹ صفحہ ۴۳۷

۸۔ مولانا انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ ۱۵

۹۔ ایضاً صفحہ ۱۵

۱۰۔ ایضاً صفحہ ۱۵

۱۱۔ خورشید مصطفے رضوی ۱۸۵۷ جنگ آزادی صفحہ ۴۳۷

۱۲۔ غلام رسول مہر ۱۸۵۷ کے مجاہد علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۶۰ صفحہ ۱۰۵

۱۳- مولانا انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ ۱۸

۱۴- ایضاً صفحہ ۹

۱۵- غلام رسول مہر ۱۸۵۷ کے مجاہد صفحہ ۱۰۸

۱۶- ایضاً صفحہ ۱۰۸

۱۷- مولانا انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ ۲۲

۱۸- غلام رسول مہر ۱۸۵۷ کے مجاہد صفحہ ۱۰۸

۱۹- S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (II) Sammelan Mudralaya Allahabad 26 Jan 1959 Page 147

۲۰- سید طفیل احمد منگلوری (علیگ) مسلمانوں کا روشن مستقبل حماد پبلیکیشن شیش محل لاہور دسمبر ۱۹۴۵ صفحہ ۱۱۳

۲۱- مولانا انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ ۲۴

۲۲- Vinod Chandra Sharma Lucknow Gazette Job Printers Hewett Road Allahabad March 1959 Page 53

۲۳- مولانا انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ ۲۴

۲۴- Roshan Taqui Lucknow 1857 New Royal Book Co. Lucknow2001 P.24

۲۵- مولانا انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ ۳۳

۲۶- ایضاً صفحہ ۳۳

۲۷- خورشید مصطفی زیدی جنگ آزادی ۱۸۵۷ صفحہ ۲۷۱

۲۸- Vinod Chandra Sharma Lucknow Gazette Page 53

۲۹- مولانا انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ ۳۵

۳۰- ایضاً صفحہ ۳۵

۳۱- Col.G.B.Mallesson The Indian Mutiny of 1857 Datta Book Centre15 UB Bungalow Road Delhi 1977 Page 18

۳۲- Esha Basanti Joshi Meerut Gazette Goverment Press Allahabad 1965 Page 50

۳۳- R.C.Majumdar The Sepoy Mutiny and the Revolt of1857 K.L.Mukhopadhyay 6/1A Banchharam Akrur Lane Calcutta 1963 Page 320

۳۴- Col.G.B.Mallesson The Indian Mutiny of 1857Page18

۳۵- John William Kaye A History of the Sepoy War in India Vol (I)W.H.Allen & Co 13 Waterloo Palace London1880 Page 570 to 571

۳۶- ولایت جعفری دھکتا اودھ سیما آفسیٹ پریس دلی ۱۹۹۱ صفحہ ۲۰

۳۷- T.R.E.Homes A History of the indian Mutiny Page 71

۳۸- Captain G.Hutchinson Narrative of the Mutinies in Oude Smith Elder & Co 65 Cornhill London 1859 Page 36

۳۹- شیخ محمد عظمت علی کاکوروی مرتب ڈاکٹر ذکی کاکوروی مرقع خسروی نظامی پریس لکھنؤ صفحہ ۵۰۱

۴۰- Esha Basanti Joshi Faizabad Gaezztte Page 64 to 65

۴۱- S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (I) Page 383

۴۲- Roshan Taqui Lucknow 1857 Page 24

۴۳- Col.G.B.Mallesson The Indian Mutiny of 1857 Page 18

۴۴- S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (II) Page 35

۴۵۔ Esha Basanti Joshi Faizabad Gaezztte Goverment Press
Allahabad 1960 Page1960 Page 66

۴۶۔ پنڈت کنہیالال تاریخ بغاوت ہند (محاربہ عظیم) عفیف آفسیٹ پریس دہلی ۲۰۰۸ صفحہ ۲۴۸

۴۷۔ سریندر ناتھ سین اٹھارہ سوستاون آکاش دیپ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی صفحہ ۱۶۵

۴۸۔ Esha Basanti Joshi Faizabad Gaezztte Page 65

۴۹۔ R.C.Majumdar History of the freedom movement in India
Vol (I) J.Bagchi & Co.(P) Ltd CalcuttaPage 136

۵۰۔ A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P Vol(II)P.53,54.68,69

۵۱۔ Ibid Page Page 53

۵۲۔ Ibid Page Page 54

۵۳۔ Ibid Page 190

۵۴۔ مولانا عبدالحلیم شرر گزشتہ لکھنؤ لبرٹی آرٹ پریس دہلی جولائی ۲۰۰۰ صفحہ ۱۰۶

۵۵۔ محمد عظمت علی کاکوروی (مرتب ذکی کاکوروی) مرقع خسروی صفحہ ۴۹۶

۵۶۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (!!) Page 190

۵۷۔ Ibid Page 165

۵۸۔ Ibid Page 118

۵۹۔ Vinod Chandra Sharma Lucknow Gazette Page 57

۶۰۔ Ibid Page 57

۶۱۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (II) Page 203

۶۲۔ Amar Singh Baghel Unnao Gazette Goverment Press
Allahabad 1979 Page 38 to 39

۶۳۔ Ibid Page 39

۶۴۔ سید کمال الدین حیدر حسینی الحسینی قیصر التواریخ صفحہ ۲۳۲ تا ۲۳۳

۶۵۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (!I) Page 54

۶۶۔ محمد عظمت علی کاکوروی (مرتب ذکی کاکوری) مرقع خسروی صفحہ ۵۰۱

۶۷۔ Amar Singh Baghel Unnao GazettePage 39

۶۸۔ Ibid Page 39

۶۹۔ Ibid Page 39

۷۰۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (II) Page 186 to
187

۷۱۔ Ibid Page 206

۷۲۔ Vinod Chandra Sharma Lucknow Gazette Page 57

۷۳۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (II) Page 206
to 207

۷۴۔ Ibid Page 200

۷۵۔ Ibid Page 200

۷۶۔ Ibid Page 209

۷۷۔ Ibid Page 236

۷۸۔ Ibid Page 144

۷۹۔ Ibid Page 236

۸۰۔ ایس۔ این۔ سین اٹھارہ سوستاون آکاش دیپ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی ۱۸۵۷ صفحہ ۱۹۶

۸۱۔ ایضاً صفحہ ۱۹۷ (نوٹ) قنوجی لال ایک عدالت کا معمولی سا ملازم تھا، جو کاؤنا گھ کا گائڈ بنا تھا بعد میں تحصیل دار بنا دیا گیا اسے بھی پانچ ہزار کا نقد انعام دیا گیا اور انگد تیواری ایک پینشن یافتہ فوجی تھا جسے ہر کامیاب سفر پر نقد انعام دیا گیا تھا اسے بھی پانچ ہزار کا انعام دیا گیا اور اسے تین

ہزار کا جامہ بھی دیا گیا۔

۸۲۔ ایضاً صفحہ ۱۹۷

۸۳۔ ایضاً صفحہ ۱۹۷

۸۴۔ ایضاً صفحہ ۱۹۷

۸۵۔ ایضاً صفحہ ۱۹۷

۸۶۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (II) Page 252 to

253

۸۷۔ Ibid Page 253

۸۸۔ Ibid Page 254

۸۹۔ Ibid Page 255

۹۰۔ پنڈت کنہیالال تاریخ بغاوت ہند ۱۸۵۷ (محاربہ عظیم) صفحہ ۱۱۴

۹۱۔ General Mcleod Innes Lucknow And Oude in the Mutiny

Richard Clay & Sons Ltd London & Bungay 1895 Page

165to166

۹۲۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (II) Page 255

۹۳۔ Ibid Page 262

۹۴۔ نورالحسن ہاشمی لکھنؤ اور جنگ آزادی سرفراز قومی پریس لکھنؤ ۱۹۵۷ صفحہ ۶۳

۹۵۔ Col G.B. Malleson History of Indian Mutiny Vol(II) Page

345

۹۶۔ نورالحسن ہاشمی لکھنؤ اور جنگ آزادی سرفراز قومی پریس لکھنؤ ۱۹۵۷ صفحہ ۶۴

۹۷۔ Col G.B. Malleson History of Indian Mutiny Vol(II) Page

350 to 351

۹۸۔ Ibid 344 to 345

۹۹۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (II) Page 289

۱۰۰۔ Ibid Page 289

۱۰۱۔ Vinod Chandra Sharma Lucknow Gazette Page 59

۱۰۲۔ نورالحسن ہاشمی لکھنؤ اور جنگ آزادی ۱۹۵۷ صفحہ ۶۹

۱۰۳۔ خورشید مصطفےٰ زیدی جنگ آزادی ۱۸۵۷ صفحہ ۲۹۲

۱۰۴۔ مولانا امداد صابری ۱۸۵۷ کے مجاہد شعرا اکتوبر ۱۹۵۹ مکتبہ شاہراہ اردو بازار دہلی صفحہ ۲۳۶

۱۰۵۔ P.J.O.Taylor A Campanion to the Indian Mutiny of 1857

Oxford University Press Delhi 1996 Page 181

۱۰۶۔ نورالحسن ہاشمی لکھنؤ اور جنگ آزادی صفحہ ۷۰

۱۰۷۔ Vinod Chandra Sharma Lucknow Gazette Page 59

۱۰۸۔ T.R.E.Homes A History of the indian MutinyPage425

۱۰۹۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (II) Page 318

۱۱۰۔ Ibid Page 316

۱۱۱۔ Ibid Page 317

۱۱۲۔ Ibid Page 317

۱۱۳۔ Col G.B. Malleson History of Indian Mutiny Vol(II) Page

410 to411

۱۱۴۔ Esha Basanti Joshi Sitapur Gaezztte New Goverment

Press Lucknow 1960 Page 38 to39

۱۱۵۔ Esha Basanti Joshi Barabanki Gaezztte Goverment

Press Allahabad 1964 Page 40

١١٦۔غلام رسول مہر ١٨٥٧ کے مجاہد صفحہ ١٢٦

١١٧۔ Col G.B. Malleson History of Indian Mutiny Vol(II) Page 495

١١٨۔ Ibid Page 495 to 496

١١٩۔ Ibid Page 531

١٢٠۔ Kailash Narain Pande Shahjahanpur Gazette Goverment of U.P.1988 Page 38

١٢١۔محمد سید میاں علماء ہند کا شاندار مستقبل کتابستان قاسم جان اسٹریٹ دہلی ١٩٨٥ صفحہ ٤٠٨

١٢٢۔ Kailash Narain Pande Shahjahanpur Gazette Page 37

١٢٣۔ Ibid Page 38 to 39

١٢٤۔ Ibid Page 38

١٢٥۔ Ibid Page 39

١٢٦۔ Col G.B.Malleson History of Indian Mutiny Vol(II) Page 533

١٢٧۔ Ibid Page 533

١٢٨۔ T.R.E.Homes A History of the indian Mutiny Page 511

١٢٩۔ Kailash Narain Pande Shahjahanpur Gazette Page 39

١٣٠۔ Ibid Page 39

١٣١۔ Ibid Page 39

١٣٢۔سید محمد میاں صاحب علماء ہند کا شاندار ماضی صفحہ ٤٢٩ تا ٤٣٠

١٣٣۔مولانا انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ ٤٨

١٣٤۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (V) Page 538

to 539

١٣٥۔ Col.G.B. Malleson History of Indian MutinyVol (II)P.543

١٣٦۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (V) Page 538

١٣٧۔حسن مثنی نکات اور جہات ١٨٥٧ ک آفسیٹ پرنٹرس دہلی ٢٠٠٨ صفحہ ١٩٢

١٣٨۔ Malleson History of Indian Mutiny Vol(II)P.543 to 544

١٣٩۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (V) Page 539

١٤٠۔ Kailash Narain Pande Shahjahanpur Gazette Page 39

١٤١۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in U.P.Vol (V) Page 538

١٤٢۔ Col. G. B. Malleson History of Indian Mutiny Vol II 542

١٤٣۔ Sir George Macmunn The Indian Mutiny in perspective TheComelot Press Limited London 1931 Page247

١٤٤۔ R.C.Majumdar The Sepoy Mutiny And The Revolt1857 Oriental Press (P) Ltd Panchanan Ghose Lane Cacutta1957 Page 170 to 171

١٤٥۔ T.R.E.Homes A History of the indian Mutiny 506

١٤٦۔ Ibid Page 513

١٤٧۔فضل حق خیرآبادی باغی ہندوستان (مترجم عبدالشاہد شیروانی) مدینہ بک ڈپو بجنور ١٩٤٧ صفحہ ٤٠٨

☆

اشاریات

(سرآغاز)

۱۔ سید مجاور حسین اردو شاعری میں قومی یکجہتی کے عناصر اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ ۲۰۰۴ صفحہ ۲۸۱

۲۔ مکمل تاریخ ہند مفتی شوکت علی فہمی دین دنیا پبلشنگ کمپنی دہلی ۲۰۰۷ صفحہ ۶۲۷

پرتگیزوں کے گورنر جنرل کی عرضداشت ملاحظہ ہوں

نوٹ ''اگر ہم سے کوئی تقصیر ہوئی ہے تو معاف کی جائے، ہم حضور کے بے تنخواہ کے نوکر ہیں جو ساحلی علاقوں کی اپنے سمندری بیڑے سے حفاظت کرتے ہیں۔ ہم کو فرمانروایان سلف نے زمین کا ایک ناکارہ ٹکڑا دیا تھا۔ جس کو ہم نے اپنی محنت سے آباد کرلیا ہے اور کارآمد بنالیا ہے۔ ہم وہاں بیٹھ کر حضور ہی کی خدمت بجالاتے ہیں۔ اگر حضور کی مرضی یہ نہیں ہے کہ ہم اس سرزمین پر رہیں تو ہم لوگ جو خانہ بدوش ہیں اپنے جہازوں پر چلے جائیں گے اور سطح سمندر پر اپنی باقی زندگی گزار دیں گے۔

ہم حضور کے فرمانبردار ہیں۔ ہمارے بادشاہ نے بھی یہی حکم دے رکھا ہے کہ شہنشاہ ہند کے فرمانبردار اور وفادار رہنا۔ امید ہے کہ ہماری خطا بخشی جائے گی''

۳۔ فرنٹ لائن ۲۲ راگست ۱۹۹۷ صفحہ ۶۱

☆

باب (۲)

بخت خاںؔ

بخت خاںؒ

"اگرچہ انگریزوں نے دہلی شہر کو لے لیا ہے لیکن اس سے ہمارا کچھ بہت زیادہ نقصان نہیں ہوا، تمام ہندوستان ہمارے ساتھ ہے اور ہر شخص کی نظر آپ کی ذات اور آپ کے حکم پر لگی ہوئی ہے، حضور کچھ تردد نہ فرمائیں، میرے ساتھ تشریف لے چلیں، میں پہاڑوں میں بیٹھ کر ایسی زبردست مورچہ بندی کروں گا کہ انگریزوں کا فرشتہ بھی وہاں، نہ آسکے گا۔"[1]

یہ جملے اس عظیم شجاع کی زبان سے اس وقت ادا ہو رہے تھے، جب ایسٹ انڈیا کمپنی کا شکنجہ دلی پر کس چکا تھا اور انگریز حکام جشن مسرت کی تیاری کر رہے تھے مگر بخت خاںؒ اب بھی پرامید تھے اور ظل سبحانی کو اپنے ساتھ لے جانے کی ضد کر رہے تھے کیونکہ وہ عیار انگریزوں کے ساتھ فوجی محاذ پر خدمات دینے کے باعث ان کے ہر مکر و فریب سے آشنا تھے۔ ان کی عاقبت بین نظروں نے دیکھ لیا تھا کہ فرنگی مغل شہنشاہ کے ساتھ ناروا سلوک کر کے مغلیہ سلطنت کے جاہ وجلال کو پامال کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے مگر گھر کے بھیدی بہادر شاہؒ کو اپنے دام میں گرفتار کرنے کا مکمل خاکہ تیار کر چکے تھے۔ لہٰذا اس کے بعد جو ہوا وہ تاریخ کا خونچکاں واقعہ ہے جس پر ہر محب وطن کا بے ساختہ سر جھک جاتا ہے۔

بخت خاںؒ نے عزم اور مسلسل جدوجہد سے تحریکِ آزادی کو نئی بالیدگی بخشی اور نامساعد حالات کا پوری دلیری سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان کا اصل نام محمد بختاور خاںؒ"[2] ولد

"عبداللہ خاںؒ تھا۔ والی روہیل کھنڈ حافظ الملک رحمت خاںؒ کا خاندان جب انگریزوں اور شجاع الدولہؒ کے مظالم کا شکار ہو کر برباد ہوا تو غلام قادرؒ کا خاندان بھی اس سے محفوظ نہیں رہا انگریزوں کے غلبے کے بعد غلام قادرؒ روہیلہ کے بھائی معین الدین عرف بھمبو خان کو انگریزی حکومت کی جانب سے پینشن مل گئی۔ وہ اور اس کے اہل خانہ بریلی میں آباد ہو گئے۔ عبداللہ خاںؒ بھی اس وقت بریلی میں ، دھوگیا ۱۸۱۲ میں اس خاندان کو نجیب آباد میں آباد ہونے کی اجازت ملی تو بھمبو خان نجیب آباد آ گیا جبکہ عبداللہ بریلی میں ہی رہا۔"[3]

'بعد روانگی آنہا بخت خاںؒ رسالہ دار متوطن بریلی از خاں بہا ان ملاقات کردہ ترغیب'"[4]

(ان کے چلے جانے کے بعد بریلی کے رہنے والے .ت خاںؒ رسالہ دار نے خان بہادر خاںؒ سے ملاقات کی)

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ بخت خاں بریلی کے ہی رہنے والے تھے نا کہ سلطان پور (اودھ) کے، "نواب عبداللہ خاںؒ روہیلہ جو خوبصورتی اور بہادری میں منفرد زمانہ تھے، شجاع الدولہؒ کے خاندان کی ایک شہزادی کی توجہ کا مرکز بن گئے اور اس معتوب روہیلہ سردار کی نوابانِ اودھ سے قرابت داری ہوگئی۔"[5]

بخت خاںؒ کا تعارف خود ان کی زبانی :

میں رئیس سلطان پور علاقہ لکھنؤ اور قدیم بادشاہی عالی خاندان کے لواحقوں میں سے ہوں، حضور اس کی اپنے حامدان میں تحقیق کر لیں"[6] بخت خاںؒ نے مروجہ تعلیم کے ساتھ فنون حرب وضرب پر بھی قدرت حاصل کی۔ کرنل بورشر (Bourchier) جو آرٹیلری سے منسلک تھا وہ بخت خاںؒ کو انفرادی طور پر جانتا تھا کیونکہ "وہ فارسی دانی میں اس کا شاگرد رہا تھا جب بورشر فارسی سیکھ رہا تھا تو جنرل بخت خاںؒ ہر روز دو مرتبہ اس کے پاس آیا کرتا تھا اور اس کو فارسی پڑھنے اور بولنے کی مشق کرایا کرتا تھا۔"[7]

وہ اپنی طبیعت اور وراثت میں ملی بہادری کے باعث پرسکون زندگی گزارنے کے عادی نہیں ہوئے۔ جدید جنگی داؤ پیچ سیکھنے کے لئے ہندوستانی ریاستوں کی نوکری پر

انگریزی ملازمت کو ترجیح دی ۔ بہت جلد اپنی صلاحیتوں کی بدولت توپ خانہ کے اعلیٰ منصب تک جا پہنچے ۔وہ ''چالیس سال سے زیادہ کا تجربہ کار آرٹیلری صوبہ دار تھا''[8] کپتان ویڈی کے مطابق ''بخت خاں بہت لمبا چوڑا اور قوی الجثہ آدمی تھا۔ پانچ فٹ دس انچ لمبا چوالیس انچ سینہ، بہت نکلی ہوئی توند اور موٹی جانگوں کی وجہ سے اچھا گھوڑ سوار نہیں تھا لیکن بہت چالاک اور عیار شخص تھا''[9]

ملازمت :

"He was well known to many officers of that army in camp,They described him as a big fat man obsequious fond of the society of Europeans and very Intelligent"[10]

پہلی جنگ افغانستان میں جلال آباد کے مقام پر سیل کی کمان میں جس توپ خانہ نے جنگ میں حصہ لیا تھا، بخت خاں جلال آباد میں اس باتری میں کام کر چکے تھے۔ وہ اپنی توپ پر اعزازی طرہ امتیاز کے طور پر میورل کراون لگاتے تھے''[11] اور ''وہیں سے صوبہ دار مقرر ہو کر نیمچ چھاؤنی میں تعینات ہو کر آئے ۔''[12] اس کے بعد کہاں کہاں رہے زیادہ معلومات فراہم نہیں ہوئیں البتہ میرٹھ میں قبل از وقت بھڑک کی چنگاری کے وقت وہ بریلی میں موجود تھے ۔''[13]
۲۹ ر مارچ بیرک پور چھاؤنی میں منگل پانڈے''[14] کے حادثہ نے انگریزوں کے کان کھڑے کر دیئے تھے، جس کے پیش نظر دیسی فوجیوں کو نگہداشت میں رکھا جا رہا تھا خصوصاً اہم منصبوں سے ہندوستانیوں کو ہٹانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔
مالیسن لکھتا ہے:

"The real object was to place the guns under the charge of the 8th Irregular Cavalry.They were in fact regularly confided to that corps.

it will be seen in the text that subseque--ntly they were withdrawn, and restored to their own men.This restoration was part of the feigning confidence policy which it was considered advisable to adopt.The Subadar of Artillery.whose tearful protestation in favo--ur of this measure excited the sympathy of many subsequently assumed the command of the rebellious bridge.His name was Bakht Khan.He eventually commanded in the chief at Delhi"[15]

افکار میں تبدیلی:

مولوی سرفراز علی ایک بزرگ جونپور میں معلّی کے علاوہ پیری مریدی کا سلسلہ بھی جاری کئے ہوئے تھے''[16] جو بھی شخص دست شفقت کے لئے ان کے پاس آتا وہ اسے گوروں سے لڑنے کی نصیحت کرتے ۔ بخت خاں بھی حضرت مولوی سرفراز علی سے بیعت کرنے کے بعد حریت پسندی کی طرف راغب ہو گئے ۔ بقول مفتی انتظام اللہ شہابی ''وہ اپنے پیر مولوی سرفراز علی کے حکم کی بناء پر انگریزوں سے بیزار ہو گئے۔''[17] بخت خاں ''جس وقت تحریک میں حصہ لینے کے لئے پہنچے تھے ۱۰۰ / علماء ان کے ہمراہ تھے۔''[18] علماء کرام کی فیض صحبت سے ان کی زندگی بالکل بدل گئی، دلّی میں ان کے اور عام سپاہ کے لباس میں کوئی امتیاز نہیں تھا۔

''پوریا فربہ اندام، پستہ قد، ادھیڑ، پچاس پچپن برس کی عمر، منہ پر داڑھی، گاڑھے کا کرتہ، دھوتی بندھی ہوئی، سر پر ایک انگوچھا لپٹا ہوا، چندیا کھلی۔''[19] بخت خاں مسلمانوں کی

فطرت سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے وہ جانتے تھے، اس وقت تک فتح یابی مشکل ہے جب تک مسلمان اس جنگ میں مذہبی طور پر شامل نہ ہوجائیں۔ اسی مقصد کے تحت انہوں نے علماء کرام کو فتویٰ دینے پر مجبور کیا جس کی رو سے انگریزوں پر مسلمانوں کو جہاد کرنا واجب ہوجائے ؛اور ان کا اندازہ درست نکلا فتویٰ جاری ہوتے ہی مسلمانوں کی رگوں کا لہو جوش مارنے لگا، لوگ سر پہ کفن باندھ کر گھروں سے نکل پڑے۔ فتویٰ ''مولانا حضرت مفتی آزردہ دہلویؒ نے لکھا''[20] اور مندرجہ ذیل علماء کرام نے اس پر دستخط کیے۔''[21]

''سید محمد نذیر حسینؒ، نور جمالؒ، عبدالکریمؒ، سکندر علیؒ، مفتی صدر الدینؒ، مفتی اکرام الدین محمد ضیاء الدینؒ،، احمد سعیدؒ، محمد عنبر خانؒ، محمد کریم اللہؒ، سعید شاہ نقشبندیؒ، عبدالقادرؒ، مولوی عبدالغنیؒ، محمد علیؒ، سرفراز علیؒ، سید محبوب علیؒ، جعفریؒ، محمد حامی الدینؒ، مولوی سعید الدینؒ، فرید الدینؒ، سید احمد، الٰہی بخش،، محمد انصار علیؒ، حفیظ اللہ خاںؒ، نور الحقؒ، محمد رحمت علیؒ خاں عدالت العالیہ، محمد علی حسینؒ قاضی القضات، سیف الرحمٰنؒ، محمد ہاشمؒ، سید عبدالحمیدؒ، سید محمدؒ وغیرہ''

مولوی ذکاء اللہؒ فرماتے ہیں:

> ''دہلی میں جب باغی سپاہ کے افسر اعلیٰ بخت خاںؒ وغوث محمد خاںؒ و مولوی امام خاںؒ رسالہ دار جمع ہوئے اور ان کے ساتھ مولوی عبدالغفارؒ و مولوی سرفراز علیؒ آئے تو پھر وہابیوں کا اجتماع دہلی میں شروع ہوا اور مولوی سرفراز علیؒ جہادیوں کا میر لشکر اور بخت خاںؒ اس کا معاون ہوا۔''[22]

فتویٰ جہاد کے علاوہ بخت خاںؒ نے ایک ''حلف نامہ بھی تقسیم کرایا اور اس پر سپاہیوں سے جن کی تعداد سات آٹھ ہزار کے لگ بھگ تھی عہد لیا، مرزا مغلؒ نے یہ حلف نامہ فوجوں کو سنایا جس پر انہوں نے اقرار کیا کہ ہم آخری دم تک لڑیں گے۔''[23]

بریلی میں انقلابی پرچم کشائی:

میرٹھ کے باغی سپاہ کی خبروں نے بریلی میں بھی حرارت پیدا کردی مگر انقلابیوں نے

دل میں دبی چنگاری کو دبائے رکھا اور یہاں متعین تاریخ ۳۱ رمئی ۱۸۵۷ کو ہی انقلاب کا نقارہ بجا۔ ''میر سیف اللہ تیلہریؒ نے زندان کا پھاٹک توڑ تین ہزار قیدی آزاد کردئے''[24] کوتوالی کے سرکاری دستاویز کو نذر آتش کردیا، خزانہ لوٹ لیا''[25] اور اسلحہ خانہ پر بھی قبضہ کرلیا۔ برق خرامی سے بریلی میں برطانوی اقتدار کا خاتمہ ہوگیا، روہیل کھنڈ پر مجاہدین نے اپنا جھنڈا لہرادیا ۔ان غیر متوقع حالات سے انگریزوں کے پسینے چھوٹ گئے، انہیں کوہ نینی تال ملجا کی شکل میں نظر آیا اور وہ وہاں ہوا کے گھوڑے پہ سوار ہوکر بھاگے۔

خان بہادر خاںؒ، محمد شفیعؒ اور بخت خاںؒ بریلی میں انگریز مخالف تحریک کے اہم ستون تھے۔ لیکن ''مدار علی خاںؒ اور سو بھارامؒ''[26] نے بھی مجاہدین وطن کو پورا تعاون دیا۔ بریلی میں باہمی اتفاق سے خان بہادر خاںؒ کو حاکم اعلیٰ بنانے کا فیصلہ کیا کیونکہ انگریزوں سے قبل یہاں ان کے آباؤ اجداد کا ہی اقتدار تھا۔ اپنی کبر سنی کی وجہ سے انہوں نے انکار کیا لیکن ''صوبہ دار بخت خاںؒ، دیوان شو بھارامؒ، پٹھان مبارک شاہ خانؒ، احمد شاہ خانؒ وغیرہ اور ٹھاکر رگھوناتھ سنگھؒ، راجپوت جے پالؒ سنگھ کے عہد و پیماں پر بالآخر حکمراں بننا قبول کیا۔''[27] خان بہادر خاں کی دانشمندی سے بریلی میں امن وامان کا بسیرا ہوگیا اور انہوں نے مغل صوبہ دار کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دینے شروع کردیے۔ نانا پیشوا راؤؒ کو بریلی کے حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے اپنے بھائی ''بالا صاحبؒ'' کو ان کے پاس بھیج دیا، بخت خاں اور بالا صاحبؒ ہم خیال ہوگئے۔''[28]

''جن ضلعوں میں بغاوت ہوئی وہ روہیل کھنڈ کی بغاوت کے آگے خفیف تھی''[29] بریلی میں انگریزوں کو دن میں تارے دکھانے کے بعد بخت خاںؒ نے دلّی کی جانب توجہ مرکوز کی۔ بریلی اور دوسرے مقامات کے غازیوں کے لشکر جرار نے بخت خاںؒ کی کمان میں دلّی کی طرف پیش قدمی کی۔

> ''۹ رجون کو فوج باغی بیرون شہر گنیش گھاٹ پر ٹھہری اور انہوں نے نواب رام پور سے مطالبہ کیا کہ اپنی فوج سے ہم کو مدد دیں۔ ولی عہد

Presented By: https://jafrilibrary.com

سید کلب علی خاںؔ کو ہمارے ساتھ ملازمت شاہ دہلی کے لئے روانہ
کریں۔ یہ گفتگو مولوی سرفراز علیؔ پیشوائے مجاہدین کی معرفت ہوئی
نواب صاحب ٹال مٹول اور حیل وحجت کرتے رہے۔ مجاہدین ان کی
تاویلوں سے متاثر نہیں ہوئے تھے۔ بالآخر مولوی سرفراز علیؔ کو چھ
سات ہزار روپے دیے گئے اور وفاداری کا یقین دلایا تو ۱۳؍جون کو
یہ فوج مرادآباد کی طرف روانہ ہوئی۔"[30]

۱۴؍جون کو بخت خاںؔ مرادآباد آئے اور انگریزوں سے پاک کرکے "۱۷؍جون کو یہ
فوج یہاں سے دہلی کی جانب روانہ ہوئی، اس کے ہمراہ ۲۹ نمبر پلٹن بھی مرادآباد سے دہلی کو
چل دی"[31]

بظاہر تو دلّی میں بہادر شاہ ظفرؔ کو شہنشاہیت سونپ دی گئی تھی لیکن حالات قابو سے باہر
ہو رہے تھے "مغل شہزادوں کو اہم منصب پر مامور کر دیا گیا"[32] مگر انہوں نے میدان جنگ
کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا جس کی بنا پر انقلابی سپاہ شدید قسم کے انتشار سے دوچار تھی
جو تذبذب، لاقانونیت اور اندرونی خلفشاری کی حالت میں ایک ایسی قیادت کے متلاشی
تھے جو انہیں اس گرداب اور بدحالی سے باہر نکال سکے۔ ایسی فضا میں "توپ خانہ کا ایک
دانشمند صوبہ دار بخت خاں بریلی کی فوج کے ہمراہ پہنچا"[33] جن کی آمد کسی فرشتہ سے کم نہ تھی۔

دہلی میں ورود:

۳۰؍جون "بریلی کی فوج کے متعلق خبر ملی کہ وہ غازی آباد آگئی ہے"[34] تو بادشاہ کی
طرف سے اس کے استقبال کے لئے نواب احمد قلی خاںؔ بادشاہ کا خسر گیا تھا۔[35] ان کے
علاوہ حکیم احسان اللہ خاںؔ، جنرل صمد خاںؔ، ابراہیم خاںؔ، غلام علی خاںؔ اور چند اور افسر بھی
موجود تھے۔"[36] یکم اور دوم جولائی کو بخت خاںؔ کی ماتحتی میں بریلی بریگیڈ دلّی آگئی۔"[37] وہ
چار پیدلوں اور ایک سواروں کی رجمنٹس تھیں اور ایک گھوڑوں کا توپ خانہ تھا اور دو پوسٹ
گن تھیں ان سب کا سپہ سالار بخت خاںؔ ایک پرانہ صوبہ دار توپ خانہ تھا اب باغیوں کی سپاہ

تیس ہزار کے قریب ہوگئی اور ان کے پاس توپیں بہت تھیں اور ان کا میگزین اس قدر تھا کہ
وہ کبھی خالی ہونا جانتا نہ تھا۔"[38] سیاسی بصیرت، معاملہ فہم اور عاقبت اندیش بخت خاںؔ کے
آتے ہی بہادر شاہ ظفرؔ کے سر کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا۔

جہاں پناہ سے ملاقات:

"جب وہ بادشاہ سے ملاقات کرنے آیا تو اس سے مصافحہ کیا اس کی دعوت کے لئے
اپنے خاصہ سے سترہ تورے بھیجے"[39] جب بادشاہ نے کہا کہ "تم بڑے بہادر ہو تو جنرل نے
عرض کیا میں اس عزت کا اس وقت مستحق ہوں گا کہ جب انگریزوں کو دہلی، میرٹھ اور آگرہ
سے بھگا دوں گا"[40] بادشاہ شہریوں کو لوٹنے کی واردات سے خاصا پریشان تھے جس کی
روک تھام کے لئے حکم پہلے سے نافذ تھا مگر لوٹ مار بدستور جاری تھی۔ بادشاہ نے بخت خاںؔ
کو جس لب ولہجہ میں مخاطب کیا، ان کے دل مجروح کا کرب صاف جھلکتا ہے۔ "کہ شہر کے
باشندوں کو نہ لوٹا جائے۔ میرے احکام دینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس لئے کہ ان کی کبھی
تعمیل نہیں کی جاتی، اور نہ کوئی آدمی میرے پاس ایسا ہے جو ان پر عمل درآمد کرائے۔ لیکن میرا
حکم یہ ہے کہ کوئی انگریز زندہ نہ رہنے پائے۔"[41] محمد بخت خاںؔ نے تمام باتوں کو سن کر
"کمانڈر ان چیف کے طور پر اپنی خدمات پیش کیں تاکہ فوج میں ڈسپلن قائم
کیا جاسکے۔"[42] بخت خاںؔ نے بادشاہ اور اس کے درمیان ہوئی گفتگو سے صوبہ داروں کو
متعارف کیا۔ "بادشاہ نے میری خدمات کو منظور کر لیا ہے اور ان سے پوچھا کہ تم کس کے
احکام ماننا چاہتے ہو۔ سب صوبہ داروں نے محمد بخت خاںؔ کے ہاتھ پر اطاعت کے حلف
اٹھائے"[43] جنرل بخت خاں میدان جنگ میں اترنے سے قبل آپسی مفاہمت کو ضروری سمجھتا
تھا اسی لئے شہزادے "مرزا مغلؔ کے یہاں جا کر ملاقات کی"[44] اور بہت دیر تک گفتگو کرنے
کے بعد واپس آئے۔

اعزاز اور منصب سالاری اور مہر:

محمد بخت خاںؔ کو "جنرل کا خطاب دیا گیا اور ساتھ ہی ایک ڈھال اور تلوار بھی عطا ہوئی

اورانہیں تمام افواج کا کمانڈر ان چیف مقرر کردیا گیا۔مرزا مغل ایڈ جوئنٹ جنرل مقرر ہوئے۔"[45] ۴رجولائی بخت خاں کو معز الدولہ فرزند"[46] اور ۲۶رجولائی بخت خاں کو گورنر"[47] کے القاب سے نوازا گیا

۷راگست کو بہادر شاہ ظفر نے بدرالدین خاں مہر کن کو بخت خاں کی مہر تیار کرنے کا حکم صادر کیا:

"تمھیں بہترین مہر تیار کر کے ہمارے حضور میں پیش کرنے کی تاکید کی جاتی ہے، جس میں مشیر سلطنت وقار الملک مابدولت کے خادم محمد بخت خاں لارڈ گورنر بہادر ناظم جملہ معالات ملکی وفوجی کا نام مع القاب کے کندہ کیا جائے اور موافق دستور مہر میں شامل جلوس ۲۱ بھی ہوگا، حاشئے پر نوٹ: بقیہ مہر شاہی کی طرح مطلب یہ ہے کہ بالکل بادشاہ کی مہر جیسا کندہ کیا جائے۔"[48]

دہلی میں نظم وضبط:

بعض شہزادوں کی شہ پر تلنگے لوٹ مار میں ملوث تھے، ان پر لگام کسنے کی ضرورت تھی اس غرض سے بہادر شاہ ظفر سے مزید حقوق حاصل کرنے کی التجا کی۔ یہاں تک کہ "بادشاہ سے بخت خاں نے کہا کہ اگر کوئی شہزادہ شہر کو لوٹے گا تو میں اس کی ناک کان کٹوادونگا بادشاہ نے کہا یہ تم کو اختیار ہے۔"[49] بادشاہ ہر قیمت پر عوام کو شہر میں پھیلی بد نظمی اور لوٹ کھسوٹ سے نجات دلانا چاہتے تھے اس لئے بادشاہ نے جواب دیا کہ "تمہیں پورے اختیارات حاصل ہیں جو بہتر سمجھو کرو"[50] بادشاہ ہند کی اجازت ملتے ہی بخت خان نے فوراً شہر کوتوال کو مطلع کر دیا کہ "اگر شہر میں آئندہ لوٹ مار ہوگی تو کوتوال کو پھانسی دی جائے گی اور اس نے ڈھنڈ ورا پٹوادیا کہ سارے دکاندار اپنے پاس ہتھیار رکھیں اور گھر میں کوئی مرد بغیر ہتھیاروں کے نہ رہے اور جس کسی کے پاس ہتھیار نہ ہوں تو وہ ہم سے ہتھیاروں کی درخواست کرے ہم اس کو ہتھیار مفت دے دیں گے اور جو سپاہی لوٹتا ہوا گرفتار ہوگا اس کے ہتھیار لے لئے

جائیں گے"[51]۔جن اشخاص کے پاس گولہ بارود کا سامان ہو انہیں چاہئے کہ وہ میگزین کے حوالہ کردیں ورنہ سخت سزادی جائے گی۔"[52] جنرل نے "میگزین کا معائنہ کیا اور حکم دیا کہ گولہ بارود، ذخائر اور سامان اسلحہ کو باقاعدگی سے ترتیب دیا جائے"[53] اور فوج کی پریڈ کی۔ سپاہیوں سے نہایت شفقت اور دوستانہ لہجے میں بات چیت کی۔انہیں "اس بات کی بڑی فکر تھی کہ کوئی بات نظم وضبط کے آئین کے خلاف نہ ہو۔"[54] بخت خاں کے دانشمندانہ فیصلہ سے ظل الٰہی بہت متاثر ہوئے۔

بخت خاں نے فوج کی تفصیل جہاں پناہ کو پیش کی۔

چار پیدل فوجیں: ۱۸، ۲۸، ۲۹ اور ۶۸/ رجمنٹ ۸ نمبر بے قاعدہ رسالہ پندرہ نمبر گھوڑا بیٹری دو چھ پونڈ کے گولے والی پوسٹ گن"[55]

بخت خاں ایسے مخلص مجاہد تھے جنھوں نے اپنی منظّم فوج کو "چھ مہینے کی پیشگی تنخواہ"[56] دے دی تھی اور بادشاہ سے کہا کہ "میرے پاس چار لاکھ موجود ہیں"[57] وہ ان سے کسی طرح کی امداد کے خواہاں نہ تھے اور جب تک دہلی میں رہے شاہی حکومت پر کبھی بار محسوس نہیں ہوئے۔اس کے برعکس سلطنت مغلیہ کی روٹی پر پلنے والے "بعض امرا ایسے بھی تھے جن کے پاس دولت کی فراوانی تھی لیکن جب تحریک کے دوران روپیہ کی ضرورت پڑی تو ایک امیر بھی ایسا نہ تھا جس نے روپیہ سے مدد کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہو بلکہ لڑنے پر آمادہ اور ہوگئے"[58] خزانہ خالی تھا کیونکہ آخری تاجدار انگریزوں کے وظیفہ خوار تھے، جنرل نے اقتصادی بحران سے نمٹنے کی پوری تگ ودو کی، ساہوکاروں اور مہاجنوں سے قرض دینے کی اپیل کی اور ان سے ایسے آڑے وقت میں شاہی حکومت کو پورا تعاون دینے کی گزارش کی۔

"۳رجولائی کو بادشاہ نے بخت خاں کو حکم دیا کہ وہ سپاہیوں کی تنخواہ کا اور جن لوگوں کا مال اسباب لٹ گیا ہے ان کو تاوان دینے کا اور عدالت و پولیس اور مال کے سررشتوں کا انتظام کرے اور بادشاہ نے حکم جاری کردیا کہ سپاہ شہزادوں سے بالکل تعلق نہ رکھے"[59] جنرل بخت خاں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ شاہزادگان نے فوج کی تنخواہ کے

لئے مہاجنوں اور دوسرے اشخاص سے بہت سارو پیہ جمع کرلیا ہے لیکن ابھی تک فوج کو ایک پیسہ بھی نہیں ملا۔"[60] جنرل کو سیاہ سفید کرنے کے پورے اختیار حاصل تھے مگر وہ بغاوت پھوٹ پڑنے کے ڈر سے شہزادوں کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے ہچکچا تے تھے۔ ۱۸ر اگست مہاجنوں کو حکم دیا گیا کہ جنرل بخت خاںؔ سے براہ راست گفتگو کرو"[61] دلّی میں شکر اور نمک پر ٹیکس لگا دیا تھا جو جنرل کے نزدیک مناسب نہیں تھا کیونکہ وہ باشندہ گان دلّی کو مزید پریشانی میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے اسی لئے انہوں نے "نمک اور شکر پر جو محصول مقرر ہوا تھا وہ اس نظر سے موقوف کیا کہ غرباء کو تکلیف نہ ہو۔"[62] ذخیرہ اندوزی کو قابل سزا جرم قرار دیا تھا اور پانچ بیگھہ زمین معافی دائمی حقوق ملکیت کے ساتھ ہر سپاہی کے کنبے کو عطا کرنے کی پیش کش کی تھی جو انگریزوں کے ساتھ لڑنے میں اپنی جان دے گا۔"[63] بادشاہ بھی ان کی رائے سے متفق ہوئے۔ ان مدبرانہ فیصلوں سے بخت خاںؔ نے عوام اور فوج کا دل جیت لیا۔

دوران انقلاب عیدالاضحیٰ آ گئی تو انگریز فرقہ وارنہ کشیدگی پھیلا کر ہندو مسلم اتحاد پاش پاش کرنا چاہتے تھے جو ایک بہت بڑے المیہ سے کم نہیں ہوتا مگر بخت خاںؔ نے عالم پناہ کے حکم سے "۹ر جولائی کو ڈھنڈورا پٹوایا کہ جو گائے ذبح کرے گا وہ توپ کے منھ سے اڑایا جائے گا۔"[64] اس منادی سے انگریزوں کے ارمانوں پر پانی پھر گیا۔

انگریزوں کے خبر رساں پوری مستعدی سے کام کر رہے تھے مگر "تلنگوں کو اکثر صحیح پتہ لگ جاتا تھا کہ شہر میں کون کون انگریزوں سے سازش رکھتے ہیں اور کون کون آدمی خبریں بھیجتے ہیں"[65] اس لئے آئے دن مخبروں کو کئے کی سزا مل رہی تھی لیکن کبھی کبھی چنے کے ساتھ گھن بھی پیس جاتا، جس میں کچھ بے گناہ بھی شبہ کے دائرے میں آ جاتے تھے تو بخت خاںؔ نے ایسے واقعات پر قدغن کے لئے پورے جتن کئے، انہوں نے سپاہیوں کو خبردار کیا کہ "شہر کے باشندوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ دیں اور نہ لوٹیں جو لوگ اس حکم کے خلاف کریں گے انہیں آئندہ فتح میں حصہ دار نہیں بنایا جائے گا۔"[66]

بادشاہ نے انگریزوں کے خلاف طاقتور مورچہ بنانے کی تجویز دیسی ریاستوں کے سامنے رکھی۔ "جھجر، بلب گڑھ، فرخ نگر، خان بہادر خاں بریلی۔ جے پور۔ الور۔ جودھپور۔ بیکانیر۔ گوالیار۔ جیسلمیر۔ بیجاپور اور پٹیالہ کے نام دوشقتے بھیجے گئے"[67] جن میں بادشاہ نے ایک مرکزی مجلس بنانے اور اپنے اختیارات مجلس کو سونپنے کا واضح پیغام لکھا تھا، مگر "جے پور۔ الور۔ جودھپور۔ بیکانیر۔ گوالیار۔ بیجاباَئی۔ جیسلمیر۔ پٹیالہ اور جموں"[68] جیسی ریاستوں کے راجاؤں کا ضمیر اتنا مردہ ہو چکا تھا کہ ان فرامین کا جواب تک دینا گوارہ نہ کیا۔

بخت خاںؔ کے منصفانہ اقدام سے دلّی میں کافی حد تک امن وسکون قائم ہو گیا تھا۔ جنرل بخت خاںؔ کی قیادت کا شہرہ سن کر اطراف وجوانب کے محارب ان کے پرچم تلے جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ یگانہ آفاق ڈاکٹر وزیر خاںؔ (سابق اسٹیٹ سرجن آگرہ) اور مولوی فیض احمد بدایونیؔ نے بھی دلّی کا رخ کیا۔ جنگی معاملات ایک جنگی کونسل کے سپرد تھے۔ "ڈاکٹر وزیر علی مجلس شوریٰ میں داخل کر لئے گئے۔ بخت خاںؔ نے ڈاکٹر صاحبؔ کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ مولوی فیض احمد بدایونیؔ مرزا مغلؔ کے پیش کار ہوئے۔"[69]

عداوت وتفرقہ

بخت خاںؔ ایک تجربہ کار افسر تھے۔ انہوں نے حالت محصور دلّی کو پٹری پر لانے کی پوری جدوجہد کی جس میں کافی حد تک وہ کامیاب بھی رہے۔ بخت خاںؔ نے بریلی میں ایسا خفیہ لائحہ عمل تیار کیا تھا کہ انگریزوں کو کانوں کان خبر تک نہیں ہوئی اسی طرز پر وہ دہلی میں بھی کام کر رہے تھے، فرنگیوں پر حملہ آور ہونے سے قبل شہر میں قانونی راج قائم کیا اور فوج کے نظم وضبط کو درست کرنے کے لئے معرکہ آرائی سے گریز کیا مگر ان کی کارگزاریوں کو حکومتی ارباب اختیار اپنے پیروں کی زنجیریں تصور کرنے لگے جنھوں نے محض اپنی نادانیوں اور ناسمجھیوں کی بدولت بخت خاںؔ کو نیچا دکھانے میں اپنی روسیدگی اور قوت کو ضائع کر کے خود ہی اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری۔

''سپاہ نے بخت خاںؔ کی شکایت بادشاہ سے کی کہ وہ صرف اپنی سپاہ کے لئے سامان رسد کرتا ہے اور باقی سپاہ کے لئے سامان رسد نہیں کرتا۔''[70] اس کا خاطر خواہ اثر نہ دیکھ کر پھر ''عرضی دی کہ بخت خاںؔ توپ خانہ کا افسر تھا وہ اس کام کو جانتا ہے میدان جنگ میں سپاہ کے لڑانے میں بے بہرہ ہے وہ گورنر کے عہدہ کے قابل نہیں نہ وہ بادشاہ کا ادب کرتا ہے نہ خزانہ بادشاہ کی نذر کے لئے لایا ہے۔ مرزا مغلؔ کو جو سپاہ کے تمام کاموں میں کل اختیارات دیئے گئے تھے وہ اس کا سزاوار تھا بلکہ وہ گورنر جنرل ہونے کے لائق ہے ساری سپاہ چاہتی ہے کہ وہ ہمارا سپہ سالار مقرر ہو۔''[71]

۷/جولائی کو اعلیٰ ذات کے چند سپاہیوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ جنرل ہماری ضروریات پوری نہیں کرتے۔ انہوں نے درخواست دی کہ ہمیں مرزا مغل کی فوج میں داخل کر دیا جائے''[72] بادشاہ اور بخت خاںؔ کے مابین غلط فہمی پیدا کرنے کے لئے ایک خط بھیجا گیا۔ ۱۱جولائی کو ''جنرل نے اظہار افسوس کیا کہ حضور کی جانب سے مجھے عتاب کا خط موصول ہوا ہے، بادشاہ نے فرمایا کہ میں نے اس قسم کا کوئی خط نہیں بھیجا۔''[73] ۱۵/جولائی بادشاہ نے جنرل کو مطلع کیا کہ فوج کے افسروں نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ ڈویژن کے تین جنرل مقرر کئے جائیں۔''[74] جنرل نے جواب دیا کہ ''سپاہ تین حصوں میں منقسم ہونی چاہیے ایک حصہ میں دہلی اور میرٹھ کی رجمنٹیں ہوں دوسرے حصہ میں وہ سپاہ ہو جو بخت خاںؔ کے ساتھ آئی ہے، تیسرے حصہ میں باقی سپاہ۔''[75] اس طرح بخت خاںؔ کے پاس صرف بریلی کا بریگیڈ رہ گیا۔ ۲۲/جولائی جنرل نے بادشاہ سے ''شکایت کی کہ بعض شریر بہ نفس یہ مشہور کرتے ہیں کہ میں انگریزوں سے ملا ہوا ہوں۔''[76] مقابلہ آرائی میں دیری کے لئے ''۲۹/جولائی صوبہ دار قادر بخش نے جنرل بخت خاںؔ پر یہ الزام لگایا کہ وہ انگریزوں پر حملہ کرنے میں غفلت و کاہلی کرتا ہے۔ بہت دن ہو چکے ہیں کہ جنرل انگریزوں سے لڑنے کے لئے سپاہ کو نہیں لے گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں نے شہر پر حملہ کرنے کے لئے بہت ساز و سامان جمع کر لیا ہے''[77] ۳۰جولائی بریلی کی فوج اور نیمچ کی فوج کے افسروں کے

درمیان کچھ تنازعہ برپا ہو گیا جس کی وجہ سے جنرل محمد بخت خاںؔ کو جا کر مصالحت کرانی پڑی۔''[78] ۳/اگست کو بخت خاںؔ نے بادشاہ سے شکایت کی کہ اب سپاہی میرے حکموں کو نہیں مانتے تو بادشاہ نے کہا جو سپاہی حکم نہیں مانتے ان سے کہہ دو کہ وہ شہر خالی کریں۔''[79] ۴/اگست فوج کو تین بریگیڈوں میں مرزا مغلؔ، جنرل محمد بخت خاں اور غوث محمد خاںؔ کی سرداری میں منقسم کر دیا گیا۔''[80] اسی دوران ''ایک انگریز افسر نے بخت خان کو دوستانہ خط لکھا جسے مرزا مغل نے کھولا''[81] جس کے نتیجہ میں ان کے اوپر انگریزوں سے سبد تاج رچنے کا الزام لگا، اس لئے ۲۳/اگست ''جنرل محمد بخت خاںؔ نے فوج کے تمام بڑے بڑے افسروں اور مرزا مغلؔ کی موجودگی میں قرآن پاک پر قسم کھائی کہ میں انگریزوں کے ساتھ کسی قسم کا نامہ و پیام نہیں کر رہا ہوں۔''[82]

۲۳/اگست نیمچ کے افسران نے بادشاہ سے خواست گری کی کہ ''جنرل بخت خاںؔ کو محل میں آنے کی اجازت نہ دی جائے اور بریلی کی فوج سے ہتھیار وغیرہ لے لئے جائیں''[83] ۲۹اگست جنرل بخت خاںؔ کی چٹھی بادشاہ کو موصول ہوئی جس میں بخت خاںؔ نے لکھا کہ آئندہ میں سوائے اپنی بریلی کی سپاہ کے کسی اور سپاہ سے تعلق نہیں رکھوں گا بادشاہ نے جواب دیا کہ میں تم سے راضی ہوں تم ہی سپاہ کے سپہ سالار رہو۔''[84] ایک بار تو شہزادے ''مرزا مغلؔ نے بخت خاںؔ کی جان کے خلاف بھی سازش کی اور کچھ مخصوص سپاہیوں سے طے کیا کہ وہ راستہ میں بیٹھ جائیں اور اس کو قتل کر دیں''[85] مگر وہ اپنے ناپاک منصوبہ میں کامیاب نہ ہو سکا۔

بادشاہ سلامت بھی ایک دوسرے کی برائی اور ٹانگ کھینچنے سے سخت نالاں تھے اور ایک موقع پر اپنی کوفت اور برہمی کا اظہار بے ساختہ کر دیا کیونکہ وہ بخت خاںؔ کی نیک نیتی اور بے لوث جذبے سے بے حد متاثر تھے بخت خاںؔ ''بادشاہ سے خلوت اور جلوت میں برملا تکلف گفتگو کرتے تھے ایک بار ''بادشاہ کے پیچھے جا کر تھوڑی دیر سرگوشی کی۔''[86] ۴/اگست بادشاہ نے سپاہ کے تمام افسروں کو بلایا اور ان . سے کہا کہ میں نے مرزا مغلؔ ااور بخت خاںؔ کو تمہارا کمانڈر ان چیف مقرر کیا تھا ان دونوں میں سے جسے چاہو انتخاب کر کے اپنا جنرل

Presented By: https://jafrilibrary.com

مقرر کرو میں تمہارے انتخاب کو پسند کروں گا۔"[87] بادشاہ نے ان حالات کو دیکھ کر فرمایا کہ "مجھے صاف دکھائی دے رہا ہے کہ انگریز دوبارہ اس شہر پر قابض ہو جائیں گے اور مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ بظاہر ہر افسر بادشاہ کی تقریر سے متاثر ہوئے انہوں نے تسلی دی اور درخواست کی کہ آپ اپنا ہاتھ ہمارے سروں پر رکھیں اور ہم بلاشبہ فاتح ہوں گے"[88]

ایک جانب انگریز مغلیہ سلطنت کو فنا کرنے کا پلان بنا رہے تھے تو دوسری طرف بڑے فوجی سردار ایک دوسرے کی پگڑی اچھال رہے تھے۔ بایں وجہ بخت خاں کے سامنے ایسے حالات آئے کہ نہ تو ان کے سپاہیوں کے لئے رسد، نہ ان کی تنخواہ اور نہ اسلحہ کا انتظام۔ یہ ان کی جنگی لیاقت ہی تھی کہ ایسے مخدوش حالات میں بھی اپنے لشکر پر پورا کنٹرول رکھا۔

یلغار:

بخت خاںؔ نے دہلی پہنچتے ہی ۳ر جولائی کو انگریزی فوج پر لشکر کشی کا منصوبہ بنایا ادھر انگریزی افسران بھی ۳ر جولائی کو ہی دہلی پر بڑا حملہ کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے مگر انقلابیوں کی یلغار کی بھنک ملنے کے بعد انہیں ارادہ منسوخ کرنا پڑا "بخت خاںؔ کا لشکر جس میں گھوڑ سوار، پیدل اور توپ خانے والے کل چار یا پانچ ہزار آدمی ہوں گے رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر علی پور کی طرف بڑھے"[89] کیونکہ بخت خاں کو معلوم ہو چکا تھا کہ انگریز "زخمیوں کا ایک قافلہ انبالہ روانہ کیا جا رہا ہے اور ان کے لئے فیروز پور سے سامان حرب اور نقد روپیہ آ رہا تھا"[90] لحاظہ وہ اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتے تھے۔

میجر کوکؔ کو انقلابیوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا، اس دور میں کوکؔ کا نام خاصی ناموری کما چکا تھا۔ اس کی شہرت کا ڈنکا بج رہا تھا۔

مالیسنؔ اس واقعہ کو اس طرح قلم بند کرتے ہیں:

"نتیجہ مایوسی کے علاوہ کچھ نہ نکلا۔ زمین دلدل ہو رہی تھی۔ پیش قدمی کی رفتار بہت دھیمی تھی۔ ہم بڑی دیر سے کام شروع کر سکے،

۴ر جولائی کو صبح کے وقت ہمارے کالم نے سپاہ کی رجمنٹیں دیکھیں، جب وہ علی پور سے لوٹ رہی تھیں، ہماری توپوں نے گولہ باری کا آغاز کر دیا لیکن کوک کو درمیانی فاصلے کا اندازہ درست نہیں نکلا، ہلکی توپوں کا غنیم پر کچھ اثر نہ پڑ سکا اور ہماری پیدل فوج لڑائی میں حصہ لینے کے لئے مناسب وقت پر نہ پہنچ سکی، سپاہ کا جنرل بختؔ خاں ہمارے قریب آنے پر رضامند نہ تھا۔ اس نے اپنی فوج کو پیچھے ہٹا کر دہلی کا رخ کیا۔ وہ کچھ سامان بھی پیچھے چھوڑ گیا جو زیادہ تر رات کے مال غنیمت پر مشتمل تھا۔ اونٹ گاڑیوں پہ لدے چھوٹے کارتوسوں کے چند بورے"[91]

اس لڑائی میں انگریزوں کو گرمی کی تمازت نے سخت مصیبت میں مبتلا کر دیا درختوں کے سائے میں غش کھا کھا کر گر رہے تھے۔ انہیں کیمپ میں واپس لانے کے لئے ہاتھی بھیجنے پڑے"[92] ہڈسنؔ کہتا ہے کہ تیس یا چالیس یورپین مارے گئے اور تین میرے دیسی افسر عارضی طور پر لاغر ہو گئے تھے"[93]

"جو دو پلٹنیں ذخیرہ اجناس حاصل کرنے کی غرض سے بھیجی گئی تھیں وہ دو گاڑیاں لے کر واپس آ گئیں جنہیں انہوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ علی پور میں بھی باتری لگا دی گئی۔ رات کو انگریزوں نے حملہ کیا جس میں ۸۰۰ باغی مارے گئے۔"[94] ۹ر جولائی کو جنرل نے انگریزی فوج پر یلغار کی "انہوں نے تیس ہزاری کے مقام کو انگریزوں سے چھین لیا جنرل بخت خاںؔ نے سواروں اور پیدل فوج کے سپاہیوں کے ساتھ انگریزی کیمپ میں گھس کر حملہ کیا اور بہت سے افسروں اور سپاہیوں کو تہ تیغ کر دیا۔"[95] اس یورش کے بعد جنرل کا انگریزوں کے دلوں پہ دغدغہ طاری ہو گیا۔

انگریزوں کی پیش قدمی روکنے کے لئے "۲۰ر جولائی پیدل فوج کی دو پلٹنیں اور پانچ سو رسالہ کے سپاہی چھ توپوں اور سامان اسلحہ کے ساتھ جنرل محمد خاںؔ کے حکم سے باغپت

روانہ ہوئے تا کہ انگریزوں کو وہاں پل تعمیر کرنے سے روکیں۔"[96]

۲۲رجولائی بخت خاں نے بادشاہ سلامت کے روبرو تجویز پیش کی کہ انھیں "فوج کے نام احکام جاری کردینے چاہئیں کہ روزانہ انگریزوں پر حملے کرکے انہیں دق کرتی رہے"[97] بتاریخ ۳۱رجولائی بخت خاں نے انگریزوں کے چھکے چھڑادیئے "انگریزی خندقوں کو تہ وبالا کرڈالا اور پل کی مرمت کرکے واپس چلے آئے۔۔۔۔جب نیمچ کی فوج پل پر سے گذر رہی تھی تو اس وقت انگریزوں نے کمک بھیجی مگر جنرل محمد بخت خاں نے ان کی توجہ دوسری جانب مبذول کردی اور بالآخر وہ علی پور کی جانب پسپا ہوگئے۔"[98] ۶راگست بمقام علی پور انگریزوں پر حملہ کیا اور زبردست جنگ ہوئی"[99] ۷راگست کو بیگم ثمرو کی کوٹھی کا بارود خانہ اڑانے کا سانحہ رونما ہوا"[100] جس نے انقلابیوں کی قبر کھودنے کا کام کیا۔۲۶راگست کے معرکہ میں بخت خاں کی رائے کو مسترد کرنے کا خمیازہ انقلابی فوج کو بھگتنا پڑا۔"نیمچ کے بریگیڈیر غوث محمد خاں سے بخت خاں نے کہا کہ" دوسرے دن میرے ساتھ حملے میں شریک ہوجانا، نیمچ کے بریگیڈیر نے تجویز کو پسند نہیں کیا بلکہ نجف گڑھ تک بڑھتا چلا گیا، ابھی خیمے لگائے جارہے تھے اور سپاہیوں نے اپنے ہتھیار وغیرہ ایک جگہ جمع کردیئے تھے اور بہت سے تو اپنی پیٹیاں وغیرہ اتار چکے تھے کہ اتنے میں انگریزوں نے دوطرف سے یکایک حملہ کردیا"[101] جس سے سپاہیوں کے اوسان خطا ہوگئے اور وہ ۱۳رتوپیں سمیت سامان حرب چھوڑکر بھاگے"[102] ۵رستمبر جنرل نے بادشاہ کو بتایا کہ "میں میگزین کو ہٹا کر شہر کے باہر لے جارہا ہوں اور میں انگریزی گولہ باری کا جواب چالیس توپوں سے دینا چاہتا ہوں جن کے لئے مورچے زیرتعمیر ہیں۔اور دوہزار سوار اس غرض سے مقرر کررہا ہوں کہ کہ انگریزی لشکر تک کمسریٹ کا سامان نہ پہنچنے دیں۔"[103] ۷رستمبر کو بخت خان آخری بار دربار میں آیا اور ۸رستمبر کو قدسیہ باغ مورچہ سنبھال لیا"[104] ۱۰رستمبر کو بخت خاں نے بادشاہ سلامت کو مطلع کیا "تیلی واڑہ اور طرف میں دھوج کے ہورہا ہے مکرر آں کہ یک ضرب توپ فدوی شکستہ شد اگر توپے بدست آید خوب است ،الانقصان"[105] ایک طرف بخت خاں

آخری سانس تک دلّی کو بچانے کی جستجو میں مصروف تھے تو دوسری جانب مغل شہزادے ڈبل گیم کھیل رہے تھے۔" گرتھیڈ کو شہزادوں کے دو یا تین پیغام موصول ہوئے تھے جو اپنی خدمات انگریزی خیمہ کو دینے پر راضی تھے مگر انہیں انگریز حاکموں نے کوئی اہمیت نہ دی۔"[106] مغل شہزادے بخت خاں کے طرزعمل سے آشفتہ اور فکرمند تھے جس کا بالواسطہ فائدہ انگریزی ایجنٹ الٰہی بخش نے اٹھایا اس نے انہیں اپنے جال میں ایسا پھنسایا جس کا انجام انہیں اپنی جان دے کر چکانا پڑا۔

"۱۲رستمبر کی رات کو مرزا اخضر سلطان نے مرزا ابوبکر سے کہا کہ بھائی لڑائی کا رخ خراب نظر آتا ہے جب سے بریلی کا وہابی جرنیل محمد بخت باغی ہوکر آیا ہے اور بادشاہ حضرت نے اس کو گورنر کا خطاب دیا ہے،اس وقت سے آکا بھائی (مرزا مغل) کا اثر فوج میں بالکل نہیں رہا،سب فوجیں بخت خاں کا کلمہ پڑھتی ہیں۔کہنے کو تو آکا بھائی کمانڈران چیف ہیں لیکن فوجوں میں حکم بخت ہی کا چلتا ہے۔ہم کو ،تم کو اور بھائی مرزا عبداللہ کو جرنیل کرنیل بنادیا گیا مگر ہم سب محض نام کے جرنیل کرنیل ہیں ،فوج میں ہماری بات سنتا کون ہے"[107] آج بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ ہم سب کو لارڈ گورنر کا حکم ماننا چاہیے،اس کے بعد بخت خاں نے آکا بھائی کے پاس لڑائی کا ایک نقشہ بھیجا جس میں ان کو اور ہم سب کو حکم دیا گیا ہے کہ کشمیری دروازے کے مورچے پر انگریزی فوج کو روکیں اور پہاڑی کی طرف ہلہ کریں اور بخت خاں اجمیری دروازے اورلاہوری دروازے سے پہاڑی کی پشت پر حملہ کریں اس طرح انگریز محاصرے میں آجائیں گے۔مرزا ابوبکر نے جواب دیا کہ ہاں بھائی یہ سب ٹھیک ہے مگر آج مرزا الٰہی بخش کہہ رہے تھے کہ بخت خاں

ہمارے لئے دوسرا شیر شاہ پیدا ہوا ہے۔ جس طرح شیر شاہ نے
ہمایوں کو شکست دے کر تمام ہندوستان پر پٹھانوں کا قبضہ کرا دیا تھا
اسی طرح یہ پٹھان بھی مغلوں کی سلطنت ہٹا کر پٹھانوں کی حکومت
قائم کرنا چاہتا ہے، آ کا بھائی نے ہم سے جو بات کہی تھی وہ بالکل
ٹھیک ہے کہ کام کریں ہم اور نام ہو لارڈ گورنر کا۔ اس واسطے ہم کشمیری
دروازے کے مورچے پر نہیں جائیں گے اور جائیں گے تو بخت خاں
کے حکم کی تعمیل نہ کریں گے، پھر دیکھیں اکیلا بخت خاں انگریزوں
سے کیونکر لڑتا ہے اور کس طرح اس کو کامیابی ہوتی ہے۔"[108]

۱۳/ستمبر کو جنرل بخت خاں کا گولہ بارود ختم ہو چکا تھا اور وہ کمان توپ خانہ سے بارود فراہم کرنے کے لئے گزارش کر رہا تھا کیونکہ اس کی "توپ بے کار کھڑی تھی اور یہ توپ کشمیری دروازہ تک کافروں کو برباد کرتی تھی"[109] اس توپ کے بند رہنے سے انگریزی سپاہ نے کشمیری دروازے کی فصیل پہ گولہ باری کر کے ایک بڑا شگاف ڈال دیا تھا اور وہی دلّی کو روندنے کے لئے راہ بنی۔ بالآخر دہلی پر چار ماہ چار دن بعد یعنی ۱۹/ستمبر ۱۸۵۷ کو انگریز تاجر قابض ہو گئے۔

بخت خاں اپنے مورچہ پر مشغول تھے جیسے ہی انہوں نے سنا کہ بہادر شاہ ظفر قلعہ چھوڑ کر ہمایوں کے مقبرے پر جانے کا فیصلہ کر چکے ہیں تو ویسے ہی "رات کے وقت بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔"[110] جہاں پناہ کو زمینی حقائق اور دلائل پیش کئے جس پر بادشاہ سلامت نے جواب دیا کہ "ہم ہمایوں کے مقبرے جاتے ہیں، تم کل صبح وہاں آؤ"[111] تو اگلے روز' جنرل بخت خاں، ڈاکٹر وزیر خاں اور مولانا فیض احمد بدایونی بہادر شاہ ظفر سے ملے۔"[112] انہوں نے سلطنت مغلیہ کے آخری مغل شہنشاہ سے بارہا اپنے ساتھ چلنے کی التجا کی مگر بادشاہ مرزا الٰہی بخش کے ہاتھوں کی کٹ پتلی بن چکے تھے، رضامند نہ ہوئے تب ناچار اور مایوسی کے عالم میں بخت خاں بادشاہ کو ان کے حال پہ چھوڑ کر اپنی فوج

کے ساتھ "مشرقی دروازے سے دریا کی طرف اتر گیا"[113]
مالیسن رقم طراز ہے:

"The Commander-in-chief of the rebel army,
the Bakht Khan whom we have seen exer-
-cising so strong an influence at Bareilly ev-
-acuted the city that night taking with him all
fighting men upon whom he could depend
ways of egress that by the bridge of boats
and those by Khairati and Delhi gates were
still open to them: and of there they
avaited themselves.Bakht Khan exerted all
his eloquence to induce the King of
accompany him"[114]

ولیم میور کے مطابق "بخت خاں نانا صاحب کے بھائی (۴۰۰ انفرادی محافظ عملہ) کے ساتھ بدایوں ہوتے ہوئے ۲۳/اکتوبر ۱۸۵۷ کو فرخ آباد پہنچا"[115] نواب فرخ آباد کے ایک ناظم موسون علی خاں کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف خداگنج معرکہ آرائی میں حصہ لیا مگر شکست ملی"[116] لیکن اس سے قبل انگریزی فوج فرخ آباد پر مسلط ہوتی، انہوں نے "۲۵/دسمبر ۱۸۵۷ کو اللہ گنج کے تعلقہ دار لکھا سنگھ سے پانچ یا چھ لاکھ روپے کا مطالبہ کیا اور وہ تین روز میں روپے، مع جنگی ساز و سامان سمیٹ کر اپنی چھوٹی سی ٹکڑی کے ہمراہ فرخ آباد سے نکل گئے"[117] لیکن ان کے سفر کی پوری تفصیل نہیں ملتی کہ وہ کہاں کہاں ٹھہرے اور کتنی سرگرمیوں کو انجام دیا بہرحال جب یہ اودھ پہنچے تو ان کے ہمراہ 'دو سو سوار پانسو تلنگہ'[118] تھے، بعد ازیں بخت خاں اور "پانچ ہزار فوج تین سو عورتیں دلّی اور فرخ آباد کے بہت سے لوگ

چندروز قیام کر کے مولوی احمد شاہ کے شریک کار ہو گئے''[119] جب محمدی میں عبوری حکومت قائم ہوئی تو بخت خان کا'' وزیر دفاع اور سپہ سالار اعظم''[120] کے عہدے پر تقرر رہوا۔لیکن ''مولوی احمد اللہ شاہ عرف ڈنکا شاہ کی شہادت''[121] کے بعد تمام مجاہدین بکھر گئے اور ان میں سے بیشتر نے نیپال کا رخ کیا شاید بخت خاں نے بھی زندگی کا باقی حصہ وہیں بسر کیا ہو لیکن آگے زندگی کے بارے میں کوئی مستند جانکاری نہیں ملتی۔

ریکٹس نے بخت خان کے متعلق زیادہ وضاحت سے لکھا۔

"Bakht Khan was the chief native officer of a field battery of artillery,all the gunners being natives.It was rather a famous batt-ery, as it had served at Jalalabad under Sale in the first Afghan War,and had a mural crown as an honorary decoration on its guns.He was much sought for after themutiny,but was never found or heard of.He was not killed in action,or we should have heard of it,and one or two of the guns were recoverd,they will turn up some day"[122]

بخت خاں کے دلّی آتے ہی انگریزوں کے نیچے سے زمین کھسکتی نظر آنے لگی تھی۔رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں کہ :

''بخت خاں نے جب تک دلّی کی سرزمین پر قدم نہیں رکھا تھا یہ غدر ایک ہڑبونگ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن جب اس نے کمان ہاتھ میں لی تو انگریزوں کو دن میں تارے نظر آنے لگے۔انگریزی لشکر

کے کمانڈران چیف بار بار بدلے گئے اور ہر مرتبہ ناکام ہوئے۔کوئی اسی غم میں مر گیا،کوئی مستعفی ہو گیا کوئی واپس بلا لیا گیا۔''[123]

بخت خاں کے بارے میں پنڈت نہرو کا یہ نظریہ ہے:

''اگر دہلی کی ساری جنگ کا تاج بہادر شاہ ظفر تھا اور ہاتھ پاؤں ہندو، مسلمان تھے اس جنگ کا دماغ بخت خاں تھا۔'' [124]

مولانا ابوالکلام آزاد بخت خاں کی قائدانہ صلاحیتوں کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اس جدوجہد کے آخری دور میں بخت خاں نے دلّی کی کمان سنبھالی وہ بہت ایماندار آدمی تھا اور فتح حاصل کرنے کے لئے بے چین بھی تھا جب کہ دوسرے فوجی سربراہوں نے اس کا سامان مہیا کیا اور وہ جب لڑنے کے لئے آگے بڑھا تو ان لوگوں نے اسے کوئی تعاون نہیں دیا''[125]

پروفیسر خلیق احمد نظامی بخت خاں کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

''بخت خاں روہیلوں کی ضرب المثل تنظیمی صلاحیتوں کا مظہر تھا اس میں مقصد کا خلوص بھی تھا اور عسکری تنظیم کا جذبہ بھی۔اس نے دہلی میں بدنظمی اور ابتری کو روکنے کی پوری کوشش کی۔ بہادر شاہ اس کے مشورہ پر عمل کر لیتا تو بہت سے واقعات کا رخ بدل جاتا۔دہلی میں بخت خاں کو نہ صرف مغل شہزادوں کا تعاون حاصل ہو سکا بلکہ اس کا اثر توڑنے کے لئے یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ شیر شاہ کی طرح اس کا اقتدار بھی مغلیہ خاندان کے لیے مہلک ثابت ہو گا۔''[126]

خواجہ حسن نظامی بخت خاں کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

''بہادر شاہ سے رخصت ہونے کے بعد بھی اس کی عقل نے اس کا ساتھ دیا اور وہ ایسا روپوش ہوا کہ انگریزوں کے انتقام سے خود بھی

Presented By: https://jafrilibrary.com

بچا رہا اور اس کی فوج کا ہر ایک آدمی بھی محفوظ رہا، حالانکہ بغاوت کا وہی سب سے بڑا سرغنہ اور پیشوا تھا۔ قسمت نے بختؔ خاںؔ کو نا کام رکھا ورنہ عجب نہیں تھا کہ وہ ہندوستان کا تاجدار بن جاتا اور انگریزوں کو ملک سے خارج کرنے کے بعد تیموریوں کی کمزور ہستی کو بھی درمیان سے دور کر دیتا اور دوسرا شیر شاہؔ تاریخوں میں لکھا جاتا''[127]

بتاریخ ۲۷ جولائی ۱۸۵۷ کے ''صادق الاخبار میں بختؔ خاںؔ کی مدح میں ایک مثنوی مولوی محمد ظہور علی صاحب تھانہ دار نجف گڑھ کی شائع ہوئی تھی''[128] ملاحظہ ہو:

آن قوم ُسیاہ دل نصاریٰ　　ظالم بہ نہان وآشکارہ
بدکیش وجہنمی وناری　　مردودجناب پاک باری
فرمان ہندگشتہ بوندند　　از حد گزشتہ بودند
القصہ شرند از سرکیں　　آمادہ پے خرابی دیں
بردین خبیث آں بدانجام　　کروندبہ خلق دعوت عام
ناگاہ عذاب حق رسیدہ　　ازاوج بہ خاک درکشیدہ
یعنی ہمہ فوج ولشکراو　　گردیدعدوے پیکراو
د رماہ صیام گشت ناگاہ　　قتل وقمعش بہ حکم اللہ
اکثر شدہ ازاں گردہ فی النار　　مضر ور شد ند نیز بسیار
تاراج شدہ،خزانۂ شاں　　یکبار بسوخت خانۂ شاں
دربنگلہ وکمرہ آتش افتاد　　شدمال ومنال جملہ برباد
آں لشکر نما زیاں جرار　　آمدبہ حضوری شاہ دیں وار
یعنی کہ ابوظفرشہ دیں　　مقبول خداشریعت آئین
شد شکرو ملک تابع او　　بازآمدہ آب رفتہ درجو

حاضر شدہ بخت خاں بہادر　　درحشمت وجاہ نکاشدنکاثر
گردید چو حاضر آں یگانہ　　شد تقویت شہ زمانہ
فر مود تفضلات ،بسیار　　دادش لقب سپاہ سالار
حالا چندے ازاں ملاعین　　یعنی زفر نگیان بے دین
ہستند میان دامن کوہ　　بانگہت بخت ورنج واندوہ
یارب توبہ حق شاہ لولاک　　وہ فتح براں گردہ ناپاک
فی النار شوند آں بدانجام　　باشدظفر سپاہ اسلام
منصور شود سپاہ سالار　　انگریزشوند جملہ فی النار
تاریخ بتاہی نصاریٰ　　خواہم کہ نمایم آشکارہ
فرمودخرد کہ اے سخن گو
انگریز تباہ شد بہر سو

بختؔ خاںؔ نے پہلے انگریزوں کی فوج میں صوبہ دار کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد انقلابیوں کی کمان سنبھالی مگر ان میں کوئی کروفر یا بناوٹ دور تک نہیں تھی۔ بختؔ خاںؔ کو کئی بار دفعہ مواخذا کا سامنا کرنا پڑا جتنی یہ صفائی پیش کرتے اتنی ہی الزامات کی طویل فہرست ہوتی جاتی، یہ شہزادوں کی ریشہ دوانیوں، رخنہ اندازیوں اور مسلسل سازشوں سے رنجیدہ ضرور ہوئے مگر آزمایش کی گھڑی میں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہوئے کیونکہ بختؔ خاںؔ کا فرض اولین انگریزوں سے مادر وطن کو چھٹکارہ دلانا تھا اس لئے وہ زہر کا گھونٹ امرت سمجھ کر پیتے رہے۔

☆☆

Presented By: https://jafrilibrary.com

اشاریات

ا۔ دلّی کی جھانکی خواجہ حسن نظامی نور فائن لیتھو پریس دہلی اپریل ۱۹۲۵ صفحہ ۳۷

۲۔ سعود الحسن روہیلہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ کی شخصیات نواز پریس لاہور (پاکستان) ۲۰۰۷ صفحہ ۱۲۶

۳۔ ایضاً صفحہ ۱۲۶

۴۔ ایوب قادری جنگ آزادی ۱۸۵۷ واقعات وشخصیات معارف پریس لاہور جون ۱۹۷۶ صفحہ ۱۶۷

۵۔ مولانا سید محمد میاں صاحب علماہند کا شاندار ماضی (جلد چہارم) مکتبہ محمدیہ لاہور ۱۹۸۵ صفحہ ۴۵۶

۶۔ جیون لال سرگزشت دہلی مرتب ڈاکٹر درخشاں تاجور رضا لائبریری رام پور ۲۰۰۷ صفحہ ۱۲۱

۷۔ S.Sen 1857 Saraswati Press Ltd Calcutta May 1957 P84

۸۔ سریندر ناتھ سین اٹھارہ سوستاون آکاش دیپ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی ۲۰۰۱ صفحہ ۴۳

۹۔ ایضاً صفحہ ۴۳

۱۰۔ George W.Forrest History of the Mutiny Choudhry offest N.Delhi 2008 Press Page 97

۱۱۔ Charles Theaphilus Metcafe Two Native Narratives of the the Mutiny in Delhi Archibald Constable & Co.Westminister 1898 Page133

۱۲۔ ناصر کاظمی، انتظار حسین سن ستاون میری نظر میں آسینہ ادب چوک انارکلی لاہور ۱۹۵۷ صفحہ ۲۷۱

۱۳۔ Esha Basanti Joshi Bareilly Gazette Indian Press Ltd.Allahabad 1968 Page 65 to 66

۱۴۔ پنڈت کنہیالال محاربہ عظیم عفیف آفسیٹ دہلی ۲۰۰۸ صفحہ ۱۹

۱۵۔ G.B.Malleson History of Indian MutinyVol (I) W.H.Allen And Co.13 Waterloo Palace S.W.London 1878 Page 303

۱۶۔ نورالحسن ہاشمی لکھنؤ اور جنگ آزادی سرفراز قومی پریس لکھنؤ ۱۹۵۷ صفحہ ۸۵

۱۷۔ انتظام اللہ شہابی ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء فاروقی پریس دہلی صفحہ ۴۳

۱۸۔ خلیق احمد نظامی ۱۸۵۷ کا تاریخی روزنامچہ جمیعۃ پریس دہلی اکتوبر ۱۹۵۸ صفحہ ۱۵

۱۹۔ ظہیرالدین داستان غدر راریب پبلیکیشنز نئی دہلی ۲۰۰۶ صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۱

۲۰۔ مفتی انتظام اللہ شہابی غدر کے چند علماء کتاب گھر اردو بازار دہلی صفحہ ۵۱

۲۱۔ مولانا امداد صابری ۱۸۵۷ کے شعرا مکتبہ شاہراہ اردو بازار دہلی ۱۹۵۹ صفحہ ۱۴۹

۲۲۔ محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ شمس المطابع دہلی ۱۹۰۴ صفحہ ۶۷۵

۲۳۔ سید رئیس احمد جعفری بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۵۷ صفحہ ۸۴۲

۲۴۔ سانجھی شہادت کے کچھ پھول نہرو یوا کیندر سنگٹھن اندرا گاندھی اسٹیڈم نئی دہلی ۲۰۰۷ صفحہ ۱۹۴

۲۵۔ Esha Basanti Joshi Bareilly Gazette Page 65

۲۶۔ خورشید مصطفے زیدی جنگ آزادی ۱۸۵۷ الجمیعۃ پریس دہلی اپریل ۱۹۵۹ صفحہ ۳۰۱

۲۷۔ سانجھی شہادت کے کچھ پھول صفحہ ۱۹۵ تا ۱۹۶

۲۸۔ نورالحسن ہاشمی لکھنؤ اور جنگ آزادی صفحہ ۸۶

۲۹۔ محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ۸۳۸

۳۰۔ مولوی حکیم محمد نجم الدین الغنی خاں اخبار الصنادید ۱۹۹۷ ارا ہور پرنٹرس نئی دہلی صفحہ ۴۵ تا ۴۶

۳۱۔ ایضاً ۴۸

۳۲۔ خواجہ حسن نظامی دلّی کی سزا دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی ۲۱ راپریل ۱۹۴۶ صفحہ ۲۱ تا ۲۲

نوٹ مرزا ظہیرالدین عرف مرزا مغل خلعت فاخرہ اور خطاب سپہ سالاری، مرزا ابوبکر مرزا فخرو مرحوم کے بیٹے کو کل سواروں کی افسری، مرزا خضر سلطان کو پلٹن یا پٹ کی کرنیلی، محمد بختاور شاہ الگزنڈر پلٹن کے

کرنیل، مرزا عبداللہ کو پلٹن بیلی کی افسری مرزا قویاش پلٹن کے کرنیل مرزا عبداللہ کو پلٹن جالیسر کی کرنیلی اور زینت محل بلم ٹیر پلٹن کو اپنی ماتحتی میں لیا اور مرزا امینڈھو پلٹن کین کی افسری پر متعین ہوئے اور نواب محمد حسن خان مرزا خضر سلطان کے نائب اور مرزا معین الدین حسن صاحب مرزا مغل کی نیابت میں مقرر ہوئے اور میر نواب مرزا قویاش کے نائب ہوئے میر نواب پسر میر تفضّل حسین وکیل سررشتہ ہوئے وغیرہ

۳۳۔ T.R.E.Homes A History of the indian Mutiny W:H.Allen & Co Ltd.13 Waterloo Palace London 1891 Page 342

۳۴۔ خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام ہمدرد پریس دہلی مارچ ۱۹۲۶ صفحہ ۱۵۰

۳۵۔ محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ۶۷۴

۳۶۔ خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ۱۵۱

۳۷۔ Dr.Prabha Chopra Delhi Gazetteer Govt of India Press Nasik 1976 Page 87

۳۸۔ محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ۵۹۴

۳۹۔ ایضاً صفحہ ۶۸۱

۴۰۔ جیون لال سرگزشت دہلی صفحہ ۱۲۲

۴۱۔ خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ۱۵۱

۴۲۔ ایضاً صفحہ ۱۵۱

۴۳۔ ایضاً صفحہ ۱۵۱

۴۴۔ ایضاً صفحہ ۱۵۲

۴۵۔ ایضاً صفحہ ۱۵۲

۴۶۔ ایضاً صفحہ ۱۵۶

۴۷۔ ایضاً صفحہ ۱۸۷

۴۸۔ خواجہ حسن نظامی غدر کے فرمان اہل بیت پریس دہلی ۱۹۴۴ صفحہ ۴۰

۴۹۔ محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ۶۹۵

۵۰۔ خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ۱۵۲

۵۱۔ محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ۶۹۵ تا ۶۹۶

۵۲۔ خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ۱۵۳

۵۳۔ ایضاً صفحہ ۱۵۴

۵۴۔ سید رئیس احمد جعفری بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد صفحہ ۸۴۲

۵۵۔ Kaye And Mallesson's History of the Indian Mutiny of 1857-58 Vol IInd W.H.Allen & Co.13 Waterloo Palace London1889 Page 425

۵۶۔ خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ۱۵۳

۵۷۔ ایضاً ۱۵۳

۵۸۔ خلیق احمد نظامی ۱۸۵۷ کا تاریخی روزنامچہ صفحہ ۲۹

(نوٹ۔ ''نواب فخر الدولہ امین الدین خاں بہادر کی ناراضگی اس ضمن میں قابل ذکر ہے)

۵۹۔ محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ۶۸۱

۶۰۔ خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ۲۱۹

۶۱۔ ایضاً صفحہ ۲۲۱

۶۲۔ محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ۶۸۲

۶۳۔ پی۔سی۔جوشی ۱۸۵۷ البرٹی آرٹ پریس دریا گنج نئی دہلی ۱۹۷۲ صفحہ ۱۰۰

۶۴۔ Dr.Prabha Chopra Delhi Gazetteer Page 85

۶۵۔ محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ۶۶۳

۶۶۔ خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ۱۸۸

۶۷۔ محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ۶۷۱

٦٨۔ایضاً صفحہ١٧١

٦٩۔مفتی انتظام اللہ شہابی غدر کے چند علماء صفحہ ٩٨

٧٠۔محمد ذکا اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ٦٨٣

٧١۔ایضاً ٦٨٤

٧٢۔خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ١٦٠

٧٣۔ایضاً صفحہ ١٦٥

٧٤۔ایضاً ١٧١

٧٥۔محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ٦٨٤

٧٦۔ایضاً ٦٨٤

٧٧۔ایضاً صفحہ ٦٨٣

٧٨۔خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ١٩٣

٧٩۔ایضاً صفحہ ٢٠٢

٨٠۔ Sir William Muir Records of the Intelligence deptt Vol (I) During the mutiny 1857 T & TClark 38 George Edinburgh Street London1902 Page 489

٨١۔خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ٢٢٨

٨٢۔محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ٦٨٤

٨٣۔خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ٢٢٧

٨٤۔محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ٦٨٦

٨٥۔۔مبارک شاہ تذکرہ جنگ آزادی دہلی ١٨٥٧ (ترجمہ سعود الحسن روہیلہ) یو پبلشرز ٥۔یوسف مارکیٹ غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور (پاکستان) ٢٠٠٧ صفحہ ٨٦

٨٦۔خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ١٨٠

٨٧۔محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ٦٨٤

٨٨۔خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ٢٠١

٨٩۔ Kaye And Malleson's History of the Indian Mutiny of 1857-58 Vol IInd Page 425

٩٠۔ Ibid Page 425

٩١۔ Ibid Page 425 to 426

٩٢۔ An Officer who served there History of the Seige of Delhi R and R Clark Edinburg 1861 Page 152

٩٣۔ Kaye And Malleson's History of the Indian Mutiny of 1857-58 Vol IInd Page 425 to 426

٩٤۔خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ١٥٦

٩٥۔ایضاً صفحہ ١٦٣

٩٦۔ایضاً صفحہ ١٧٧

٩٧۔ایضاً صفحہ ١٨٠

٩٨۔ایضاً صفحہ ١٩٦ تا ١٩٥

٩٩۔سعود الحسن روہیلہ جنگ آزادی ١٨٥٧ کی شخصیات صفحہ ١٣٣

١٠٠۔محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ٦١٣

١٠١۔خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ٢٣٠

١٠٢۔ Dr.Prabha Chopra Delhi Gazetteer Page 88

١٠٣۔خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام صفحہ ٢٤٥

١٠٤۔سعود الحسن روہیلہ جنگ آزادی ١٨٥٧ کی شخصیات صفحہ ١٣٤

١٠٥۔عتیق صدیقی اٹھارہ سوستاون اخبار اور دستاویزیں مکتبہ شاہراہ دہلی ١٠ مئی ١٩٦٦ صفحہ ٣٣٠

۱۰۶۔ Sir William Muir Records of the Intelligence deptt T & T Clark38 George Edinburgh Street London1902 Page145

۱۰۷۔خواجہ حسن نظامی ۱۸۵۷ کی بارہ قدیم یادگاریں ایم۔آر۔پرنٹرز دریا گنج نئی دہلی صفحہ ۸۲۱

۱۰۸۔نورالحسن لکھنؤ اور جنگ آزادی صفحہ ۹۴ تا ۹۵

۱۰۹۔عتیق صدیقی اٹھارہ سوستاون اخبار اور دستاویزیں صفحہ ۳۳۳

۱۱۰۔دتی کی جھانکی خواجہ حسن نظامی صفحہ ۳۷

۱۱۱۔ایضاً صفحہ ۳۹

۱۱۲۔مولانا امداد صابری ۱۸۵۷ کے شعراء صفحہ ۲۳۶

۱۱۳۔خواجہ حسن نظامی دلّی کی جان کنی صفحہ ۴۳

۱۱۴۔ G.B. Malleson History of Indian Mutiny W.H.Allen And Co13 Waterloo Palace S.W.Loldon 1879 P71to72

۱۱۵۔ Sir William Muir Records of the Intelligence depttP.217

۱۱۶۔ P.J.O.Taylor Acompanion to the Indian Mutiny of 1857 Oxford Press Press Delhi 1996 Page 35

۱۱۷۔ Ibid Pages 35

۱۱۸۔سید کمال الدین حیدر حسینی الحسینی قیصر التواریخ ۱۸۹۶ نامی منشی نولکشور لکھنؤ صفحہ ۳۱۳

۱۱۹۔انتظام اللہ شہابی ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ ۷۵ تا ۷۶

۱۲۰۔پی۔سی۔جوشی ۱۸۵۷ صفحہ ۱۰۰

۱۲۱۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) Sammelan Mudranalaya Allahabad 26 Jan.1960 Page 536

۱۲۲۔ Charles Theaphilus Metcafe Two Native Narratives of theMutiny in Delhi Page133

۱۲۳۔سید رئیس احمد جعفری بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد صفحہ ۸۳۲

۱۲۴۔جیون لال سرگزشت دہلی صفحہ ۲۹۵ تا ۲۹۶

۱۲۵۔سریندر ناتھ سین ۱۸۵۷ (مقدمہ ابوالکلام آزاد) ۲۰۰۱ صفحہ XIX

۱۲۶۔خلیق احمد نظامی ۱۸۵۷ کا تاریخی روزنامچہ صفحہ ۲۹ اور ۹

۱۲۷۔خواجہ حسن نظامی دلّی کی جانکنی صفحہ ۴۳

۱۲۸۔عتیق صدیقی اٹھارہ سوستاون کے اخبار اور دستاویز صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۳

☆

باب (۳)
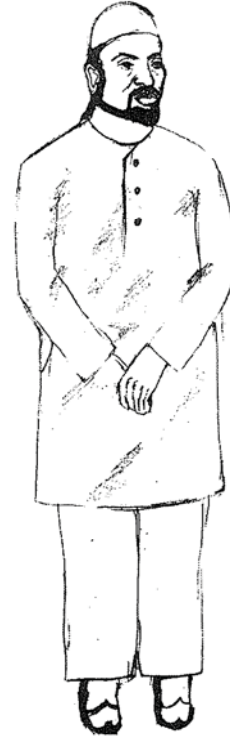
پیر علیؒ

پیر علیؒ

توفیق خدا دیتا ہے کچھ خاص سروں میں
اس کار جنوں کے لئے لشکر نہیں اٹھتا
(اظہر عنایتی رام پوری)

آبروئے مادر وطن پہ جان عزیز نثار کرنے والوں کی ایک لامتناہی فہرست ہے جن کو سپرد قلم کرنا ناممکن تو نہیں دشوار ضرور ہے، جنہوں نے دنیا کی رعنائیوں سے منھ موڑ کر انقلاب کی پر خار راہوں کا انتخاب کیا، حصول وارثگی کی خاطر انگریزوں کے عتاب کا شکار بنے، دارورسن کی اذیت ناک صعوبتیں برداشت کیں لیکن پائے استقامت میں جنبش تک نہ ہوئی بلکہ سولی پر چڑھتے وقت بھی ان کے لب کشاں نہ ہوئے، ایسے ہی دلیر سورماؤں میں ''پیر علیؒ'' کا بھی شمار ہوتا ہے مگر یہ ان کی حرماں نصیبی رہی کہ جدوجہد آزادی کے کارواں کے ہراول دستے کا کردار ادا کرنے کے باوجود ان کی بے لوث قربانی تاریخ کے اوراق میں گم ہوگئی۔

سفاک انگریز کمشنر 'ولیم ٹیلر (William Tayler) نے تختہ دار سے چند گھنٹے قبل عظیم مجاہد 'پیر علی سے کہا تھا کہ :

" he could do anything to make it worth while
to spare his life, he answered with supreme
coolness and some contempt"[1]

مگر پیر علی نے اس کا جواب جس انداز سے دیا اس کو سن کر اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں:

"There are some cases in which it is good to save life,others in which it is better to lose it You hang me or such as me, everyday,but thousands will rise in my place and your object will never be gained" [2]

۹/اگست ۱۸۵۲ کو پٹنہ کے مجسٹریٹ نے اپنی رپورٹ میں واضح الفاظ میں لکھا کہ ''یہاں باغی گروہ روز بروز ترقی پر ہے اور شہر کے مقتدر باشندے کھلم کھلا بغاوت کا پرچار کرتے ہیں پولیس بھی ان سے ملی ہوئی ہے'' [3]

پٹنہ کے کمشنر ولیم ٹیلر نے دو سال پہلے اعلیٰ افسران کو لکھا تھا کہ ''بہار کی عوام خصوصاً مسلمان طبقہ حکومت کے مختلف اقدام سے نالاں ہے۔ عوام کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ وہ ہندوستانیوں کے مذہبی معاملات اور رسم ورواج میں دخل اندازی کرے گی'' [4]

پہلی جنگ آزادی کا ناقوس پھنکتے ہی تمام ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف کفن بردوش انقلابی کمر بستہ ہوگئے تھے۔ معاشرے کا ہر طبقہ اپنی حسب استطاعت غلامی کی بیڑیوں کو توڑنے کے لئے بیتاب ہوا تھا، پٹنہ میں جیسے ہی خبر پہنچی کہ دلّی کی کمان ایک بار پھر مغلیہ حکومت کے تاجدار 'بہادر شاہ ظفر' نے سنبھال لی تو وہاں کے باشندوں نے بھی انگریزی جبر استبداد کی مخالفت میں ببانگ دہل کا اعلان بغاوت کیا۔

''پٹنہ کے حریت پسندوں نے پیر علی کی سربراہی میں ایک تنظیم تشکیل دی'' [5] جس کی مالی معاونت پٹنہ کے محب وطن رئیس لطف علی نے کی۔ حکام کی نظروں سے بچنے کی خاطر انقلابیوں کی مجلس شوریٰ کا آغاز رات میں ہوتا تھا جس میں بالا جماع حکمت عملی طے کی جاتی تھی۔ ان خفیہ میٹنگوں میں ''داروغہ مہدی علی، ترہت کے پولیس افسر وارث علی، ڈومری

کے مشہور زمیندار علی کریم، رئیس پٹنہ لطف علی خاں، مولانا یحییٰ علی، رجب علی، مولوی قاسم شیر، شاہ محمد حسین اور مولوی واعظ الحق وغیرہ'' [6] مرد مجاہد شریک ہوتے تھے۔

پیر علی کے دل میں انگریزوں کے تئیں نفرت و دشمنی اور ملک سے والہانہ محبت نقطہ عروج پر تھی، ان کے پیروکاروں میں بھی استخلاص وطن کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ وہ انقلابی رہنماؤں مولانا مسیح الزماں (کانپور)'' [7] داناپور کے ہری کرشن سنگھ اور جگدیش پور کے راجہ کنور سنگھ کے علاوہ مظفر پور، جہان آباد لکھنؤ، کانپور، دہلی'' [8] وغیرہ کے باغیوں سے خفیہ رابطہ قائم کئے ہوئے تھے۔

شہید پیر علی کا آبائی وطن ''محمد پور ضلع اعظم گڑھ تھا'' [9] جو اعظم گڑھ سے مغرب اور جنوب کی جانب ۲۰ میل کی دوری پر بنارس اور جونپور جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ پیر علی 'دلیر خاں'' [10] کے فرزند تھے، والد کے نام کا اثر ان میں نمایاں نظر آتا ہے جنہوں نے تلاش معاش کی خاطر ہجرت کر کے پٹنہ کے ''گرہٹہ'' [11] میں سکونت اختیار کی اور چھوٹا سا کتب خانہ کھول لیا جس کا شمار چند دنوں میں ہی انقلابی مرکز میں ہونے لگا کیونکہ وہاں کتابیں تو کم فروخت ہوتی تھیں، آزادی کے تانے بانے زیادہ بنے جاتے تھے۔۔ ولیم ٹیلر کو اپنے معتمدوں سے پیر علی کی تمام سرگرمیوں کا سراغ مل چکا تھا اس لئے پیر علی ولیم ٹیلر کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگے۔

پٹنہ کا سفاک کمشنر ولیم ٹیلر بڑا دور اندیش افسر تھا۔ اس نے ۱۰/مئی ۱۸۵۷ کو میرٹھ میں رونما واقعات کے بعد ایک ہنگامی میٹنگ رکھی جس میں پٹنہ کے سارے انگریزوں کو بلایا گیا۔ جلسے میں اس بات پر غور وخوض کیا گیا کہ ''اگر پٹنہ میں کوئی کڑا وقت آن پڑے تو اس کے دور کرنے کے کیا کیا وسائل بہم'' [12] ہونے چاہئیں۔ جس میں جج صاحب نے صلاح دی کہ:

"Mr.Farquharson proposed that the Goverment treasure should at once be sent

up to Dinapore, and that"we should all be prepared to rendezvous there on the first real alarm,under the protection of HM's10 the Regiment and guns" "A meeting was, that evening held at Major Nation house at my request, to consider the best plan to be adopted for protection of the place" [13]

لیکن اس مشورہ کو کمشنر نے ٹھکرا دیا اور تمام انگریز حاضرین مجلس سے کہا کہ ''اگر آپ سب صاحبوں کو مجھ پر اعتبار ہو تو میں تیار ہوں کہ ساری جواب دہی اپنے ذمے لے لوں اور وہ کام کروں جو ضروری ہیں'' [14] سب شرکاء نے کمشنر کے موقف کی تائید کی تو اس کے ارادوں کو تقویت ملی۔اس نے انقلابیوں کی تلاش میں رات دن ایک کر دیا۔ ان کی ہر کاروائی کی تہہ تک پہنچنے کے لئے پورے علاقہ میں اپنے پرداروں کا وسیع جال پھیلا دیا۔ اسے ہندوستانی سپاہیوں پر ذرا بھی اعتماد نہیں تھا اسی دوران ''ایک سپاہی نے اپنے حاکم کو دو خط دکھائے جو بذریعہ قلی دانا پور کی رجمنٹ سے آئے تھے۔دانا پور کے سپاہیوں نے پٹنہ کے سپاہ کو ''ایک دل'' کہہ کر خطاب کیا تھا اور لکھا کہ ہم سب بغاوت کریں گے ہم چاہتے ہیں کہ تم خزانہ لے کر ہمارے ساتھ مل جاؤ'' [15] جب یہ رقعہ اس آفیسر نے ٹیلر کو دکھایا تو اس کا احتمال یقین میں بدل گیا۔

اسے مقامی سپاہیوں اور دانہ پور کی رجمنٹ کے درمیان جاری ساری سازش کے راز کا بھی علم ہو گیا ''کمانڈنگ افسر بھی اس بات پر متفق تھے کہ کلکتہ اور کانپور کی درمیانی شاہراہ کو ہر صورت میں محفوظ رکھا جائے۔'' [16] گورنر جنرل نے ''ٹیلر کو جی ٹی روڈ پر نظر رکھنے کا حکم دیا تھا۔'' [17] کمشنر کو قرب و جوار میں ''پھیلے عیسائی، پٹنہ کے سرکاری خزانہ میں جمع تقریبا تیس لاکھ روپے اور کروڑوں روپے کی افیم'' [18] کی محافظت جیسے مسائل درپیش تھے۔افیم

کے سوداگر بغاوت کی افواہ سے زیادہ فکر مند تھے کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ ''گوداموں کو لوٹ لیا جائے گا،۲۱رمئی'' [19] کو اس نے ان تمام پہلوؤں کے مدنظر ضروری انتظامات کئے۔

پھر ے رجون کو اسے خبر ملی کہ دانا پور میں ہندوستانی رجمنٹیں انگریزی اہل کاروں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے تیار ہیں اور ''اندیشہ ہے کہ آج ہی رات کو وہ بلوہ کریں'' [20] تو اس نے ''افیم گوداموں کی اونچی دیواروں کے درمیان تیس یوروپین ،سو سکھوں اور اسی نجیب گارڈوں کا حفاظتی دستہ تیار کرایا تھا۔اس نے یوروپین کو پہرے داری پر لگا دیا تھا۔'' [21] اس نے اپنے بنگلہ کو قلعہ میں تبدیل کر دیا جس کے سامنے کھلے میدان اور ان سے منسلک مکانوں میں انگریزوں کے ٹھہرنے کے لئے مکمل انتظام کرایا۔

> ''کمشنر نزدیک کے گھروں میں خود گیا اور ان سے درخواست کی کہ جلد از جلد اپنا بوریہ بستر سمیٹ کر چلے آئیں۔ دوسری جگہوں پر اپنے کارندوں کے ذریعہ اطلاع بھیجی'' [22]

دیکھتے ہی دیکھتے ٹیلر کے بنگلے اور افیون کے گوداموں میں ''پٹنہ کے جج اور افیون کے ایجنٹوں اور انگریزوں نے مع کنبوں'' [23] کے پناہ لے لی لیکن اسے نگرانی کے لئے دیسی سپاہیوں پر منحصر ہونا پڑا جن کے تئیں اس کے دل میں پہلے سے شکوک وشبہات رواں دواں تھے۔کچھ دن ایسی بے قراری میں گزارنے کے بعد ''اس نے ریٹرے کے سکھوں کو بلا لیا'' [24]

مگر ان سکھ سپاہیوں کو پٹنہ کے لوگ بڑی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ''جب وہ پٹنہ کی طرف سفر کرتے تھے لوگ ہمیشہ گالیاں دیتے تھے وہ جس طرف ہوتے تھے اس پر طعن کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ اپنے مذہب سے برگشتہ ہو گئے ہیں اور ان سے پوچھتے تھے کہ تم اپنے دھرم کے ساتھی ہوں گے یا کافروں کے ساتھی ہو گئے،جب وہ پٹنہ میں داخل ہوئے تو ان کو سکھوں کے مندر میں گرو نے داخل نہیں ہونے دیا۔'' [25] جون کا مہینہ پرسکون رہا مگر ولیم ٹیلر کو جو خبریں موصول ہو رہی تھیں اس سے کمشنر کے ماتھے پر شکن آنی لازمی تھی کہ ''ہندوستانی سپاہ بغاوت کرنے کے لئے موقع ووقت کے انتظار میں بیٹھی ہے'' [26] اس وقت

پٹنہ سے چند فاصلہ پر دانا پور میں ''انگریزوں کی ایک رجمنٹ ۱۰ نمبر اور توپ خانہ کی کمپنی اور دیسی سپاہیوں کی ۷، ۸ اور ۴۰ نمبر رجمنٹ کے ساتھ توپ خانہ کی ایک کمپنی تھی''[27] ٹیلر ان ہندوستانی رجمنٹوں کے درمیان ہونے والی خفیہ خط و کتابت سے واقف ہو چکا تھا۔

اس نے فوری طور پر سپاہیوں کو غیر مسلح کرنے کا فیصلہ کیا مگر اسے سخت مایوسی ہوئی کیونکہ اس کی تجویز سے دانا پور کے ڈویزن کمانڈر میجر جنرل لائڈ نے اتفاق نہیں کیا لیکن ''ٹیلر اس بات کے لئے مضطرب تھے کہ انجانے دشمن پر فوری طور پہ حلہ بولا جائے''[28] صورت حال لگاتار سنگین ہوتی جارہی تھی۔ گرد وپیش کے زمیندار بھی انگریزی راج کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔

انگریز افسران انقلابیوں کی تمام کاروائیوں پر نظر گڑائے ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے سنامی آنے سے قبل سمندر کی ساکت و منجمد موجوں میں ہونے والی طغیانی کو محسوس کرلیا تھا مگر سطح آب کے نیچے پیچ وتاب کھاتا اضطراب پانی پر دکھائی دینے والی لہروں سے زیادہ تھا۔ کمشنر نے اپنے مخبروں کے ذریعہ ''جو مخفی تحقیقاتیں کیں تو ان کے دل میں یقین پیدا ہوا کہ فتنہ انگیزی کے لئے مخفی صلاحیں ہو رہی ہیں''[29]

کمشنر لکھتا ہے کہ ''میں ۱۱ رجون کو کپتان ریٹرے (Cap.Rattray) اور ہدایت علی کے ساتھ جنرل لائڈ (Gen.Lloyd) اور کرنل روکرا پھٹ (Col.Rowcraftt) سے ملاقات کے لئے دانا پور گیا۔ جہاں طے پایا کہ مجھے آٹھویں رجمنٹ کے دیسی افسران سے مکالمت کرنے کا موقع دیا جائے گا۔ دانا پور سے لوٹنے کے بعد ٹیلر کو شاہ باد کے مجسٹریٹ (Mr.Wake) کا خط ملا کہ ''ریلوے میں کام کرنے والے اہلکار اور دوسرے یورپین خوف کی وجہ دانا پور بھاگ گئے''[30] افواہوں کا بازار گرم تھا، نہ جانے کون سی چنگاری پورے شہر کو جلا کر راکھ کردے۔

۱۲ رجون کو پٹنہ کے کمشنر ولیم ٹیلر نے اپنے تمام افسران کو ''فاضل پولس بھرتی کرنے کا حکم دیا جس میں مسلمانوں، راجپوتوں اور برہمنوں کو بھرتی کرنے کی سختی سے ممانعت

کردی۔''[31] اسی دن سکھوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کے الزام میں نجیب (قطب الدین) کو حراست میں لیا گیا۔

نجیب کو پھانسی دینے کا جواز حاصل کرنے کے لئے ''۱۳ رجون کو کمشنر پھر ریٹرے کو لے کر جنرل سے ملنے دانا پور گیا۔''[32] مگر وہ جنرل کو مائل نہ کرسکا۔

خفیہ نشستیں دیر رات منعقد ہونے کے سبب انقلابیوں کو ''پکڑنا مشکل تھا۔''[33]

مگر ولیم ٹیلر نے ''تحقیق کرلیا تھا کہ بدخواہ باشندوں کے سرغنہ وہابی مولوی ہیں جن میں سربرآوردہ وہ تین ''مولوی شاہ محمد حسین، احمد اللہ اور واعظ الحق ہیں''[34] جو پیر علی کی سرپرستی کررہے تھے، ان کو گرفتار کرنا اشد ضروری سمجھا یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آزادی ہند کی تمام تحریکوں کا سرچشمہ علماء کرام اور مشائخ رہے ہیں کیونکہ شہر میں ان عظیم ہستیوں کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کا سماج کے ہر حصہ پر اثر و رسوخ بھی ہوتا ہے اس وجہ سے ان حضرات کو تحویل میں لینا ایک دشوار عمل تھا مگر 'ٹیلر' کی شعبدہ بازی نے اس مشکل امر کو اتنا ہی آسان بنا دیا، اس نے موجودہ صورتحال پر مذاکرات کے حیلہ سے ''۱۸ رجون کو ان تینوں مولویوں اور چند معزز رئیسوں کو اپنی کوٹھی''[35] چھجو باغ''[36] میں مدعو کیا، ٹیلر نے رسمی گفت و شنید کے بعد سب عمائدین کو تو رخصت کردیا لیکن ''پھر وہ مولویوں کی طرف مخاطب ہوئے کہ میں مجبور ہوں آپ کو بطور اول یا ضامن کے رکھتا ہوں تا کہ آپ کے مرید و معتقد نیک چلن رہیں''[37] یہ بات کہتے ہوئے اس نے ان معزز اشخاص کو وہیں نظر بند کرلیا، اپنے آپ کو انسانی حقوق کے علمبردار کہلانے والی انگریزی قوم نے اس عیاری کو بہت سراہا۔

"Prominent among'st these mulvis were three men,Shah-Mohamed Hussain,Ahmad U'lla',and Waiz-ul-Haqq,To seize these men openly would have provoked the outbreak

Presented By: https://jafrilibrary.com

which Mr.Tayler was careful to avoid.But it was necessary for the public peace that they should be secured.Mr.Tayle therefore, requested their presence,and the presence of others, to consult on the state of affair. When the conference was over, he allowed the others to depart,but detainted the threemen I have named,informing them that in the,then existing state ofaffairs it was necessary that theyshould remain under supervision.They politly acquiesed,and were conducted to a comfartable house near sikh encampment where suitable accommadaton had been provided for them"[38]

لہو کی ایک بوند بہائے بغیر ان رہنماؤں کو اسیر کرنے کے بعد ٹیلر نے ''۲۰ رجون ۱۸۵۷ کو پٹنہ میں ایک سال کے لئے مارشل لا نافذ کر دیا۔''[39] اور دانا پور کی چھاؤنی میں اہل شہر کی آمد و رفت بھی بند کر دی۔''[40]

"Mr.Tayler issued a proclamtion calling upon all citizen to deliver up their arms within twenty-24 hours,on pain of being proceeded against.and another,forbidding all citizen, there excepted who might be specially

exempted,from leaving their homes after 9 o' clock at night"[41]

ان گرفتاریوں اور باشندوں کے اسلحہ جمع کرانے سے انگریزوں کو کچھ طمانیت میسر ہوئی اور وہ لوگ جن کی میزبانی کا ذمہ ٹیلر نے اپنے سر لے رکھا تھا اب واپس اپنے گھروں میں چلے گئے۔ رات میں ہونے والی ''مجلسیں بند ہو گئیں''[42] مگر ہر شخص ان اقدامات سے سکتہ میں آ گیا۔ یہ حریت پسندوں کے منصوبوں پر بھی بجلی گرنے کے مترادف تھا۔ ادھر انگریز حکام بھی کمشنر سے متفق نہیں تھے، ان کے نزدیک یہ دونوں ہی فیصلے غیر قانونی تھے، ٹیلر کو ان سے اجتناب کرنا چاہیئے تھا، مگر اس نے ان کو نافذ کرنے سے قبل لفٹیننٹ گورنر کی استصواب تک مناسب نہیں سمجھا۔ ان کے اسسٹینٹ سکریٹری نے ٹیلر کی سرزنش کی :

"I gather from your letter that you have kept Halliday fully informed of every step you h- -ave taken in this matter and notifed to him, from time to time-------by issuing a proclam- ion as that you mention,and directing the judges to report upon your conduct(for,in fact it amounts to that) was unquestionably most injudicious,to use a mild phrase, in the Lieutenant Governor,and most unfair to you"[43]

''لیفٹنینٹ گورنر آپ کو متنبہ کرتے ہیں کہ آپ بہت زیادہ سخت یا غیر قانونی قدم نہ اٹھائیں اور چونکہ آپ نے اس کے اسباب نہیں بتائے اس لئے لیفٹنینٹ گورنر محسوس کرتے ہیں کہ آپ جلد بازی میں غلط قدم اٹھا رہے ہیں، لیفٹنینٹ گورنر کی بے اطمینانی آپ سے

پہلے ہی بتائی جاچکی ہے۔"[44]

ستم شعار ولیم ٹیلر کی رگ و پے میں ایک خاص رعونت بھری ہوئی تھی جسے صرف اپنے فیصلوں پر اعتماد تھا، کبھی دوسرے کی رائے کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ ولیم ٹیلر نے لیفٹیننٹ گورنر کے روبکار کا جواب اپنے روایتی انداز میں دیا "وہ بہت جلدی کسی فیصلے پر اس وقت تک نہ پہنچیں جب تک یہ نہ معلوم کرلیا جائے کہ اس سے ہر طرف کتنی زیادہ حفاظت اور اعتماد پیدا ہوگیا ہے۔ اور پورا شہر ہم سے خائف ہوگیا اور جہاں تک خوف پیدا کرنے کا سوال ہے۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کمپنی کی حکومت سے خوفزدہ ہوکر ہی عام شہریوں کی زندگی گزار رہے ہیں۔"[45] ساتھ ہی اپنے فیصلے مقتضائے حال کے مناسب ٹھہرانے کی کوشش کی "جو آدمی موقع پر موجود ہو وہی صورت حال دیکھ کر فیصلہ کرسکتا ہے، ایسے نازک موقع پر اگر وہ فیصلہ کن قدم نہ اٹھاتا تو وہ اپنی ان ذمہ داریوں سے لاپروائی برتتا جو اس عہدہ کے شایان شان ہے۔"[46]

کمشنر کی (One Man Show) آمریت کی بنا پر پورا شہر اندر ہی اندر سلگ رہا تھا ۱۹ر جون کو مولوی مہدی گرداور شہر کا مجسٹریٹ انقلابی سرگرمیوں سے چشم پوشی کے "شبہ میں گرفتار ہوا"[47] ضلع ترہت کے پولیس جمع دار وارث علی (ساکن دہلی) نے چھٹی کی درخواست دی"[48] انگریز افسران کی نظر میں ہر ہندوستانی افسر مشتبہ تھا چنانچہ ان پر بھی نظر رکھی جارہی تھی اتفاقاً "۲۳ر جون ۱۸۵۷"[49] کو "جب وہ گیا کے خفیہ لیڈر مولوی کریم الدین کو خط لکھ رہے تھے"[50] گرفتار کر لئے گئے اور اسی روز قطب الدین (نجیب) کو بھی "شام چھ بجے پھانسی دے دی گئی"[51]

"23June a letter from Mr Richardson the Magistrate of Turhoot, was put into my hand,intimating the arrest in that district of a police Jemadar,a Mohamedan under

circumstances of serious suspicion, A bundle of letters seized at the same time upon his person, was enclosed in Mr.Richardson letter,They were all written by Ali Karim"[52]

باغیانہ خطوط کے ملنے سے انگریزی خیمہ میں سنسنی پھیل گئی "جو اشاروں میں لکھے گئے تھے"[53] ان مکتوب نے انقلابیوں کے پورے عزائم منکشف کر دیئے۔ ان میں پٹنہ کے "علی کریم بڑے دولت مند" زمیندار کا نام سامنے آیا تو کمشنر نے "مجسٹریٹ لوئس کو اس کی گرفتاری کے لئے بھیجا"[54] مگر ایک ہندوستانی افسر نے "علی کریم کو اطلاع دی کہ مجسٹریٹ تم کو گرفتار کرنے آتے ہیں"[55] جس کے بعد علی کریم ہاتھی پر بیٹھ کر مجسٹریٹ کی آنکھوں کے سامنے ہی فرار ہوگئے اور وہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔ اس واقعہ نے ولیم ٹیلر کو مزید چوکنا کر دیا۔ کمشنر کو "اس وقت بیشتر اہل شہر پر یقین بغاوت ہوگیا تھا اور شک نہیں کہ اکثر فتنہ پردازوں کے دلوں میں تمرد اور شرارت تھی۔"[56] ۳۰ جون کو کمشنر نے اپنے ماتحت افسران کو حکم دیا "باغی گاؤں گاؤں گھوم رہے ہیں انہیں فوراً پکڑیں اور سزا دیں"[57] ۲ر جولائی کی شب "احمد اللہ کے والد الٰہی بخش نے ٹیلر کو بتایا کہ پیر علی کے گھر پر باغیوں کی مجلسیں ہوئی ہیں۔"[58] جون کے اواخر تک ٹیلر کی ظالمانہ کاروائیاں عروج پر پہنچ چکی تھیں تاہم آفریں عوام کے ہمت وحوصلہ پر کسی طرح کی کمی نہ آئی بلکہ ان کے جذبہ شوق اور جہاد ذوق میں بتدریج اضافہ ہوگیا، وہ احکام کی پابندی کے بجائے جام شہادت نوش کرنے کے زیادہ متمنی ہوگئے کیونکہ انہیں وطن کی بازیابی اپنی جان سے زیادہ پیاری تھی، اب تک انقلابی گروپ نے داناپور کے باغی سپاہیوں کے تعاون کی امید میں معرکہ آرائی کو ملتوی کر رکھا تھا لیکن حالات اتنی تیزی سے بدلے کہ ان کے صبر کا پیمانہ چھلکنے لگا۔ انہیں اب ایک لمحہ بھی انتظار کرنا محال گزرا۔

بقول شیر میسور ٹیپو سلطان:

"گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی اچھی ہے"[59]

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے پٹنہ کے جانباز جوق در جوق ''۳رجولائی ۱۸۵۷کو شام آٹھ بجے رستم گلی،[60] سے شعلہ جوالہ بن کر انگریزی حکومت کو درہم برہم کرنے کے لئے شاہراؤں پر کود پڑے۔جس کا سدباب کرنے کے لئے کمشنر نے ''ریٹرے صاحب کو ۱۵۰سکھوں کے ساتھ بھیجا''[61] ساتھ ہی اس نے ہم وطنوں کی صیانت کے لئے ''وہی تدبیر جو ۷رجون کو کی تھی''[62]

باغیوں کی سرکوبی کے لئے ریٹرے (Cap.Rattray) اپنے وفادار سکھوں کے ساتھ آگے بڑھا تو اسے شدید دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔'ڈاکٹر لائل جیسا حاذق افسر انقلابیوں کے ہاتھوں مارا گیا''[63] جو انگریزی حکومت کے لئے کاری زخم تھا،چند دنوں تک پٹنہ میں تزلزل مچا رہا۔

اس واقعہ کو'ونا یک دامودر ساورکر'نے یوں قلم بند کیا :

''جولائی کی تین تاریخ کو پٹنہ شہر کے پیر علی نامک نیتا کے گھر کی اور مسلمان جانے لگے۔تھوڑی ہی دیر میں اس گھر سے ایک کے بعد دوسرا ہرا جھنڈا لئے باہر نکلا اور دین دین گرجنا ہو اٹھی۔کوئی دو سو جہادی لوگوں نے ان ہرے جھنڈوں کے ساتھ جا کر ایک چرچ پر حملہ کیا۔اتنے میں ایک لائل نامک گورا کچھ سکھوں کے ساتھ آتا دکھا جسے پیر علی نے گولی سے مار گرایا اور پھر اس گورے کی پہلی بلی گرتے ہی شیش مسلمانوں نے اس گورے پر اتنے وار کئے کہ اس کا چہرہ پہچاننا بھی کٹھن ہو گیا۔ پرنتو جب ریٹرے نے اپنے سکھوں کے ساتھ چڑھائی کی،جب ان راج نیسٹھ سکھوں نے سودیش بندھیوں پر زوردار حملہ کیا،اپنے ہندوستھان کے پیٹ میں سکھوں نے جب اپنی تلواریں گھیسڑیں اور جب سکھوں کے شریر بھارت ماتا کے رکت سے لال ہو کر شوبھیت ہوئے تب اس زوردار مار کے سامنے اس مٹھی

بھر کرانتی کاریوں کی بھیڑ بکھر کر ادھر ادھر ہو گئی۔''[64]

باہمی تصادم میں ''ایک داروغہ سید الدین بھی زخمی ہوا جو بعد میں چل بسا،ایک سوار اور ایک انقلابی امام الدین زخمی ہوا''[65] جسے تمسک میں لینے کے بعد باز پرس کی گئی تو اس نے بتایا کہ ''وہ ان چھ سو لوگوں میں سے ہے جو شاہ دہلی نے اس مقصد کے لئے بھیجے تھے،اس نے کہا پیر علی کو علی کریم سے دو ہزار تیس روپے منصف امجد علی کی معرفت موصول ہوئے تھے اور قاسم علی شیر،محبوب شیر اور شیر علی برادر مولانا پیر علی سے مشورہ کرتے رہتے تھے،ایک وکیل احمد اللہ نامی بھی اپنے آدمی رمضان کے ذریعہ نامہ پیام رکھتے تھے۔چھیدی گوالہ اور رمضان بھی بغاوت میں شریک تھے،تجویز یہ تھا کہ بغاوت کامیاب ہونے کے بعد قاسم شیر کو تخت پر بیٹھایا جائے گا،قاسم بھی مولانا پیر علی کو برابر روپیہ بھیج رہا تھا اور ان سے برابر مشورے کرتا تھا۔ ایک اور گواہ امیر جان نے کہا ان سب کے درمیان خفیہ جلسے ہوتے تھے۔''[66]

ڈاکٹر لائل کے قتل کی خبر سن کر'جارحیت پسند ولیم ٹیلر غصہ سے پاگل ہو گیا،جوش انتقام میں باشندوں کے ساتھ شہر کو بھی تہہ و بالا کرنے کا قصد کر لیا،نا آزمودہ کارغازی،دغاباز انگریز اور تازہ دم سکھ نفری سے زیادہ دیر تک لوہا نہیں لے سکے،ہزار حیف کہ ہر محاذ پر انگریزوں سے زیادہ ان کے ہم وطن بھائی انقلابیوں کے لئے شمشیر برہنہ تھے جن کے ہاتھ مادر وطن کے مخلص محافظوں کے سر قلم کرنے میں کبھی نہیں لرزے۔

(Major Nation) میجر نیشن اور کپتان ریٹرے (Cap.Rattray)''[67] نے اگلی صبح سے بڑے پیمانے پر خانہ تلاشی اور دارو گیر کا سلسلہ شروع کیا''۱۳۱ انقلابی''[68] زخمی امام الدین کی نشان دہی پر گرفتار ہوئے تھے''۔جن میں ''۵رجولائی کی شام کو زخمی پیر علی (رانی پور گاؤں)''[69] رئیس'لطف علی'اور ان کا وفادار نوکر'شیخ گھسیٹا بھی شامل تھے۔''شیخ گھسیٹا مہینوں سے بہت سے لوگوں کو تنخواہ دیتا تھا کہ''جب وقت آئے تو وہ اپنے مذہب اور شاہ دہلی کے لئے لڑنے کو تیار ہوں''[70] ظلم و ستم،قتل و غارت گری اور بربریت کا ایسا برہنہ رقص ہوا کہ انسانیت کانپ اٹھی۔صرف شک کی بنیاد پر بے گناہ معصوم شہریوں کو پھانسی دینے میں

کوئی دریغ نہیں کیا، پٹنہ شہر خموشاں میں تبدیل ہوگیا۔

"The next day,and the day following, the city was searched for the ringleaders of the outbreak, thirty-one were apprehended, Amongest these were Peer Ali,the actual leader, and Shiekh Ghasita the confidential servent of Lutf Ali Khan, the richest banker in the city,of the thirty one men who apprehended, fourteen were trial and executed without delay,......the two above named-were remained for further examination"[71]

پیر علی کے گھر سے دوران تلاشی انگریزوں کو ایک بہت بڑی کامیابی ملی" جب وہاں سے پانچ بندوقیں، کچھ دوسرے ہتھیار اور خفیہ دستاویز دستیاب ہوئے"[72]

"The deputy Magistrate Moula Baksh to whom the Magistrate had entrusted the investigation of the case came to me in great triumph with some murderous looking arms and implements and a large packet of letters all of which had been found in thehouse of Peer Ali Khan"[73]

پیر علی کے گھر سے برآمد ہوئے خطوط کا مضمون :

مسیح الزماں لکھنؤ میں مدیر تھے۔ان کی اپنی کتابوں کی دوکان تھی۔ان کے خط پر تیسرا رمضان درج ہے لیکن سال اور مقام کا ذکر نہیں ہے۔اس میں زماں نے پیر علی کو علی کریم سے رابطہ کرنے کے لئے کہا۔آگے یہ بھی بتایا ہے کہ صاحب گنج یا پٹنہ میں کہیں رہتے ہیں ان کا بنکنگ کا کاروبار ہے۔راقم کو یہ اطلاع مولوی زماں شاہ اور مولوی غلام احمد سے موصول ہوئی تھی کہ علی کریم بہت شریف، غریب پرور اور قانون کے جانکار ہیں۔ان کا متبادل کوئی دوسرا نہیں ہے۔رابطہ کرنے کی صلاح حقیقتاً اس مقصد سے کی گئی تھی کہ ایسے کتنے قانون ہیں جو اسلام مخالف اور خطرناک ہیں۔مثال کے طور پر ایسے قانون جو قیدیوں کو خاص چیز کھانے کے لئے پابند کرتے ہیں یا سرکار کے ذریعہ گندم فیکٹری کی جانچ سے متعلق احکام کیونکہ ایسے قانون اسلام مخالف تھے اور مستقبل میں اسلام کے لئے خطرہ بننے والے تھے۔انہیں یقین تھا کہ ایسے شخص کے رابطہ سے اجتماعی فائدہ ہوگا۔اسی میں پیر علی سے یہ بھی کہا گیا کہ وہ انہیں پانچ یا چھ کتابیں پیش کرے، ساتھ میں یہ بتایا گیا کہ عظیم مقصد حاصل کرنے کے لئے مذہبی رواداری ضروری ہے جو انگریزی حکومت کے خاتمہ کے لئے بہت اہم ہے۔

دوسرا مکاتبہ یوسف علی خان کے نام ہے، یوسف علی خان پیر علی کا ایجنٹ تھا جو پیر علی کی عدم موجودگی میں ان کا کام دیکھتا تھا۔جس میں تاریخ اور جگہ نہیں لکھی ہے۔اس میں پیر علی نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے اپنی کچھ پریشانی سامنے رکھی۔کتابوں کی فروخت اور کسی مولوی سے لین دین وغیرہ۔پیر علی نے مسیح الزماں جن کے خلاف سرکار نے وارنٹ جاری کر رکھا ہے ان کی رہائش کے متعلق معلومات چاہی۔ پیر علی اس خط میں عبداللہ کو نوکر بتاتا ہے لیکن یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ پیر علی کون ہیں؟ یوسف علی کو تراب علی سے کچھ پیسے لینے کے لیے کہتا ہے۔ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے اگر ایسا نہ ہو سکے تو دوسرے ذرائع سے انتظام کرے، اگر ضرورت پیش آئے تو شیخ عبدالحمید جو بنارس سے پٹنہ آرہا ہے اس سے مدد لی

جائے اور ہنڈی بنا کر بھیج دی جائے ورنہ مبینؔ اللہ یا خدا بخش سے مدد لی جائے۔ پیر علیؔ نے واعظ الحق کو کوڈ ورڈ میں ایک رقعہ لکھا۔

ان کے گھر سے دستیاب تیسرا مکتوب محمد علیؔ کے نام لکھا ہوا تھا۔ اس میں مورخہ ۲۹ر ربیع الاول ۱۲۷۳ مطابق ۲۲ر جون ۱۸۵۷ رقم ہے لیکن مقام کا تذکرہ نہیں ہے۔ محمد علیؔ نے گزشتہ مکاتبت کا حوالہ دے کر کاموں کی پیش رفت میں معلومات چاہی اور پیر علیؔ سے سو یا پچاس روپے بھیجنے کو کہا، ساتھ ہی اگر ان کے پاس پیسوں کا انتظام نہ ہو تو قاصد کو یوں ہی بھیج دے۔ راقم مولوی امام الدینؔ سے ملاقات کرے اور کوئی نئی خبر ہو تو دے۔ آخر میں محمد علیؔ لکھتا ہے کہ ''یہاں کوئی پریشانی اور رکاوٹ نہیں ہے، ہماری حکمت عملی میں جو رکاوٹ ڈالے۔ اشارہ کافی ہے۔

چوتھے خط میں پیر ۲۹ر شوال ۱۸۵۷ درج ہے جو حافظ بدرؔالدین بنام میر بھٹو شاہؔ، شاہ ڈومری ہے۔ اس میں سرکار کے انتظام کا ذکر گرافیک انداز میں ہے۔ شہر کے کچھ معزز حضرات قید خانہ میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ سرکار کے ظلم سے عوام بدحال ہے۔ خدا پریشان لوگوں کی جلد سنے گا۔ ہم جس مقصد سے آگے بڑھے ہیں وہ ہدف تو ہم ابھی نہیں پا سکے لیکن پیش رفت جاری ہے، دیکھنا ہے کہ ہم اپنا مقصد کب تک حاصل کر پاتے ہیں۔ حالات سازگار نہیں ہیں۔ اس لئے آ نہیں سکوں گا۔ مقصد حاصل کرنے کے بعد آسکوں گا۔ میں ہر چیز کے بارے میں پوری طرح نہیں لکھ سکتا ہوں، خاموش رہنا بہتر ہے۔ آپ دور واندیش ہیں اس لئے کوئی بات آپ کی نظروں سے چھپ نہیں سکتی ہے۔ آخر میں پیر علیؔ نے ایک جذباتی جملہ لکھا ہے۔

''وہ ناکامیاب نہیں لیکن قسمت ان کے خلاف ہے، اپنا نصب العین حاصل کرنے کے لئے آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے اگر ایسا نہیں ہوا تو زندگی کا کچھ مقصد نہیں ہے''[74]

ان رقعات سے انقلابیوں کی پوری تحریک افشائے راز ہوگئی۔ انگریز حکام کو معلوم ہوا کہ ''ایک حلقہ جس میں پیر علیؔ، یوسفؔ علی، امامؔ دین اور دیگر (لکھنؤ) دوسرا گروپ علی

کریمؔ، وارث علیؔ اور دوسرے افراد مل کر کام کر رہے ہیں۔ دونوں گروپ کے درمیان کی کڑی مسیح الزماں تھے''[75] ان تمام پیغامات سے پیر علیؔ کی شخصیت عظیم قائد کی شکل میں ابھر کر سامنے آتی ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ''پیر علیؔ کے گھر ۱۲ر ملازم رہتے تھے جہاں ہتھیار بھی جمع کیے جاتے تھے، اکثر ان کے گھر بیرونی انقلابیوں کی بھی آمد ورفت رہتی تھی۔''[76]

انگریز افسر ڈاکٹر لائل کے قتل اور شورش کے ارتکاب میں ۴۳ اشخاص حراست میں لئے گئے، جن کا کیس کسی عدالت میں نہیں بلکہ ٹیلر کے خودساختہ ''کمیشن کے سامنے پیش کیا گیا جس میں ٹیلر اور پٹنہ کے مجسٹریٹ مسٹر لوئس شامل تھے۔''[77] سات جولائی کو ولیم ٹیلر اور دوسرے مجسٹریٹوں کی موجودگی میں جب سنوائی شروع ہوئی تو طے شدہ ڈرامہ محض ''تین گھنٹے چلا''[78] ڈاکٹر لائلؔ کے قتل کے عینی بیان میں ''پیر علیؔ کی سزائے موت کے علاوہ ۱۸ کو سزائے موت، پانچ کو عمر قید، دو کو چودہ سال کی سزا، تیرہ کو دس سال قید بامشقت اور ایک کو سزائے تازیانہ اور تین کو رہا کیا گیا۔ سزائے موت پانے والوں کو فوراً پھانسی پر چڑھا دیا گیا، ان 'سزاؤں پر ''صرف ٹیلر نے اکیلے دستخط''[79] کیے تھے۔ سزا سنانے کے بعد ٹیلر انگریز افسروں کے ساتھ پیر علیؔ کو اپنے کمرے میں لے گیا تو وہ زنجیروں میں جکڑے اور خون سے لت پت تھے۔ ان کا پیراہن پھٹا اور خون سے چپکا ہوا تھا، چہرے پر چوٹ کے نشان تھے مگر کسی طرح کا اضطراب یا ندامت کے بجائے رونق تھی۔

"After this defiance,he joined his manacled hands, and said with theutmost politeness,as if he was on the best of terms with himself,the World,and me"I have something to ask"well What is it"?speak"-My house?" It will be razed to the ground"-My property?"It will be confiscated" My childern,"and here for

the first time, his voice faltered and his tone betrayed emotion-on my asking him,where his childern were he said they were in oudh and all I could tell him was, that under the circumtsance of that country, It was impo--ssible to make either guess or promise in regard to them"[80]

عظیم فرزند وطن کی آواز جب اولاد کے نام سے بھرا گئی تو یہ کیفیت دیکھ کر ولیم ٹیلر نے پیرعلی سے اپنے معاونین کا نام بتا کر اپنی سزا معاف اور رہائی کا راستہ صاف کرنے کا لالچ دیا لیکن یہ سن کر پیرعلی کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا۔ آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں پھوٹنے لگیں کیونکہ حیات مستعاران کی نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ ان کی رگوں میں دوڑنے والی خون کی آخری بوند بھی وطن کی عظمت پر قربان ہونے کے جذبہ سے سرشار تھی۔

برتراز اندیشۂ سود وزیاں ہے زندگی
کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی
(علامہ اقبال)

بقول شیکسپیر:

"Cowards die many times before their death

پہلا ٹرائیل ۷؍جولائی

نمبر شمار	مجاہدین کے نام	سزا
۱	پیرعلی خان	پھانسی
۲	گھسیٹا خلیفہ	پھانسی
۳	غلام عباس	پھانسی
۴	نندو لال عرف سپاہی	پھانسی
۵	جمن	پھانسی
۶	مدعوا	پھانسی
۷	کاجیل خان	پھانسی
۸	رمضانی	پھانسی
۹	پیر بخش	پھانسی
۱۰	پیرعلی ولد بگادو	پھانسی
۱۱	واحد علی	پھانسی
۱۲	غلام علی	پھانسی
۱۳	محمود اکبر	پھانسی
۱۴	اسرار علی خان ولد حیدر علی خان	پھانسی
۱۵	حبیب اللہ	ڈنڈا بیڑی کے ساتھ دس سال کی قید بامشقت
۱۶	فیاض علی	ڈنڈا بیڑی کے ساتھ دس سال کی قید بامشقت
۱۷	مرزا آغا مغل	ڈنڈا بیڑی کے ساتھ دس سال کی قید بامشقت
۱۸	رجب علی	ڈنڈا بیڑی کے ساتھ دس سال کی قید بامشقت
۱۹	صغر علی بیگ عرف آغا مرزا	ڈنڈا بیڑی کے ساتھ دس سال کی قید بامشقت
۲۰	دین محمد	ڈنڈا بیڑی کے ساتھ دس سال کی قید بامشقت
۲۱	شیو دیال	ڈنڈا بیڑی کے ساتھ دس سال کی قید بامشقت
۲۲	بھنجو	ڈنڈا بیڑی کے ساتھ دس سال کی قید بامشقت

۲۳	جگدھر سنگھ	ڈنڈا بیڑی کے ساتھ دس سال کی قید بامشقت
۲۴	سعادت علی	ڈنڈا بیڑی کے ساتھ دس سال کی قید بامشقت
۲۵	بندھو	ڈنڈا بیڑی کے ساتھ دس سال کی قید بامشقت
۲۶	منو	ڈنڈا بیڑی کے ساتھ دس سال کی قید بامشقت
۲۷	بہاری	ڈنڈا بیڑی کے ساتھ دس سال کی قید بامشقت
۲۸	نتھو چوکر	صرف کوڑے کی سزا

دوسرا ٹرائیل ۳۱/جولائی

نمبر شمار	مجاہدین کے نام	سزا
۲۹	پیر بخش ڈیفالی	عمر قید
۳۰	شیخ فقیر	عمر قید
۳۱	اشرف علی	چودہ سال کی سزا
۳۲	گھسیٹہ ولد ڈومن	پھانسی
۳۳	کلو خان	پھانسی
۳۴	پیغمبر بخش	پھانسی
۳۵	بہادر علی	رہائی
۳۶	میر احمد	رہائی

تیسرا ٹرائیل ۸/اگست

نمبر شمار	مجاہدین کے نام	سزا
۳۷	خواجہ امیر جان	چودہ سال کی سزا
۳۸	شیخ نبی بخش	عمر قید
۳۹	شیخ رحمت علی	عمر قید
۴۰	دلاور	عمر قید
۴۱	اوصاف حسین	پھانسی
۴۲	چھیدی گوالہ	پھانسی
۴۳	عبدالقادر	رہائی

اس کیس میں علی حسینؑ، شیخ مہدؑ علی اور شیخ ولایتؑ علی"[81] نے حاضر ہونے کا بانڈ بھرا تھا لیکن انہیں بغیر ٹرائیل کے رہا کر دیا گیا۔ یہ تینوں حاکم فتح علی کے فرزند تھے۔
کمشنر ولیم ٹیلر نے پیر علی کی دلیری اور جوانمردی کی تعریف و توصیف ان الفاظ میں کی:

"Peer Ali himself was a model of the desperate and determind fanatic;repulsive in appearance, with a brutal and sullen countenance, he was calm self-possessed and almost dignified in language and demeanour, After capital sentence had been pronouneed upon him, I sent for him and questioned him in my private room,in hopes

of eliciting some further information regarding the plot, Heavily fettered, his soiled garments stained deeply with blood from a wound in his side"[82]

پیر علی اوران کے ساتھیوں نے جو حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا وہ جنگ آزادی میں سنگ میل ثابت ہوااوراس نے کم وبیش ایک صدی تک چلنے والی ممتد تحریک جدوجہد کے شعلوں کو کبھی سرد نہیں پڑے دیا۔

خود زباں سے کہو شاہد ہے تاریخ چمن
آج بھی میرے لہو سے ہے چمن کی آبرو
(پیام فتحپوری)

☆☆

اشاریات

۱۔ William.Taylor Patna Crises Warren Hall & Co.London 1858 Page 66

۲۔ Ibid Page 66

۳۔ خورشید مصطفے زیدی جنگ آزادی ۱۸۵۷ الجمیۃ پریس دہلی اپریل ۱۹۵۹ صفحہ ۳۳۱

۴۔ پرسن کمار چودھری بہار۔جھارکھنڈ میں مہا[illegible]بے کے آفسیٹ پریس شاہدرہ ۲۰۰۸ صفحہ ۳۹

۵۔ P.J.O.Taylor A Campanion to the Indian Mutiny of 1857 Oxford University Press Delhi 1996 Page 265

۶۔ مختار ملی تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم مجاہدین بھارت آفسیٹ پریس دہلی ۲۰۰۶ صفحہ ۱۱۲

۷۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (I) Sammelan Mudranalaya Allahabad 26 Jan.1960 Page 359

۸۔ مختار ملی تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم صفحہ ۱۱۲

۹۔ نیادور پیکرس لکھنؤ اپریل مئی ۲۰۰۷ صفحہ ۲۷۳

۱۰۔ جابر حسین اردو نامہ اردو مرکز عظیم آباد پٹنہ ۲۲/اگست ۲۰۰۴ صفحہ ۱

۱۱۔ ایضاً صفحہ ۱

۱۲۔ محمد ذکاء اللہ عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند شمس المطابع دہلی ۱۹۰۴ صفحہ ۷۵۳

۱۳۔ William.Taylor Patna Crises Page 26

۱۴۔ محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ۷۵۳

۱۵۔ William.Taylor Patna Crises Page29to 30

۱۶۔ سریندر ناتھ سین اٹھارہ سو ستاون آکاش دیپ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی ۲۰۰۱ صفحہ ۲۱۲

۱۷۔ پرسن کمار چودھری بہار۔جھارکنڈ میں مہایود صفحہ ۳۹

۱۸۔ William.Taylor Patna Crises Page 43

۱۹۔ پرسن کمار چودھری بہار۔جھارکنڈ میں مہایود صفحہ ۳۹

۲۰۔ محمد ذکاءاللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ۷۵۴

۲۱۔ پرسن کمار چودھری بہار۔جھارکنڈ میں مہایود صفحہ ۳۹

۲۲۔ William.Taylor Patna Crises Page 27

۲۳۔ محمد ذکاءاللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ۷۵۶

۲۴۔ William.Taylor Patna Crises Page 31

۲۵۔ محمد ذکاءاللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ صفحہ ۷۵۶

۲۶۔ ایضاً صفحہ ۷۵۷

۲۷۔ J.F.W.James Patna Gazette Logos Press N.Delhi 2005 Page 43

۲۸۔ سریندر ناتھ سین اٹھارہ سو ستاون صفحہ ۲۱۲

۲۹۔ ذکاءاللہ سلطنت انگلشیہ صفحہ ۷۵۶

۳۰۔ William.Taylor Patna Crises Page 36

۳۱۔ تقی رحیم تحریک آزادی بہار کے مسلمانوں کا حصہ بھارت آفسیٹ پریس دہلی ۱۹۹۸ صفحہ ۷۹

۳۲۔ William.Taylor Patna Crises Page 40

۳۳۔ ذکاءاللہ سلطنت انگلشیہ صفحہ ۷۵۶

۳۴۔ ایضاً ۷۵۸

۳۵۔ ذکاءاللہ سلطنت انگلشیہ صفحہ ۷۵۹

۳۶۔ پرسن کمار بہار۔جھارکنڈ میں مہایود صفحہ ۴۰

۳۷۔ ذکاءاللہ سلطنت انگلشیہ صفحہ ۷۵۹

۳۸۔ Col. G.B.Malleson History of Indian Mutiny Vol (II) W.H. Allen&Co.13 Waterloo Palace London Page 52

۳۹۔ پرسن کمار بہار۔جھارکھنڈ میں مہایود صفحہ ۴۱

۴۰۔ ذکاءاللہ سلطنت انگلشیہ صفحہ ۷۵۹

۴۱۔ G.B.Malleson History of Indian Mutiny Vol (II) Page 54

۴۲۔ ذکاءاللہ سلطنت انگلشیہ صفحہ ۷۶۰

۴۳۔ W.Tayler Thirty Eight Years In India 1882W.H.Allen & Co,13 Waterloo Palace Pall Mall London 234 Pages

۴۴۔ سریندر ناتھ سین اٹھارہ سو ستاون صفحہ ۲۱۴ تا ۲۱۵

۴۵۔ ایضاً صفحہ ۲۱۵

۴۶۔ ایضاً صفحہ ۲۱۵

۴۷۔ ذکاءاللہ سلطنت انگلشیہ صفحہ ۷۵۹

۴۸۔ خورشید مصطفی رضوی ۱۸۵۷ جنگ آزادی صفحہ ۳۳۳

۴۹۔ ایضاً صفحہ ۳۳۳

۵۰۔ ایضاً صفح ۳۳۳

۵۱۔ William.Taylor Patna Crises Page 60

۵۲۔ Ibid Page 57

۵۳۔ خورشید مصطفی رضوی ۱۸۵۷ جنگ آزادی صفحہ ۳۳۳

۵۴۔ ذکاءاللہ سلطنت انگلشیہ صفحہ ۷۶۰

۵۵۔ ایضاً صفحہ ۷۶۰

۵۶۔خورشید مصطفےٰ رضوی ۱۸۵۷ جنگ آزادی صفحہ ۳۳۵

۵۷۔تقی رحیم تحریک آزادی بہار کے مسلمانوں کا حصہ صفحہ ۷۹

۵۸۔ Jata Shankar Jha The Patna Conspiracy of 1857 Indian

Historical Records Commission Part (II) Albion Press Delhi

Feb.1956 Page 79

۵۹۔حوالہ سلطنت خداداد از محمود خاں محمود بنگلوری فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ نئی دہلی صفحہ ۳۰۳

۶۰۔ پرسن کمار چودھری بہار۔جھارکھنڈ میں مہایود صفحہ ۴۲

۶۱۔ذکاءاللہ سلطنت انگلشیہ صفحہ ۶۰۷

۶۲۔ایضاً صفحہ ۶۰۷

۶۳۔ J.F.W.James Patna Gazette Page 43

۶۴۔ساورکر پربھات پرکاشن ۱۱؍۴۲ آصف علی روڈ نئی دہلی ۲۰۰۰ صفحہ ۲۶۷

۶۵۔ پرسن کمار بہار۔جھارکنڈ میں مہایود صفحہ ۴۴

۶۶۔خورشید مصطفیٰ ۱۸۵۷ جنگ آزادی صفحہ ۳۳۶

۶۷۔ پرسن کمار بہار۔جھارکھنڈ میں مہایود صفحہ ۴۴

۶۸۔ذکاءاللہ سلطنت انگلشیہ صفحہ ۶۰۷

۶۹۔خورشید مصطفےٰ رضوی ۱۸۵۷ جنگ آزادی صفحہ ۳۳۵

۷۰۔ذکاءاللہ سلطنت انگلشیہ صفحہ ۶۱۷

۷۱۔ G.B.Malleson History of Indian Mutiny Vol (II) Page 57

۷۲۔ Jata Shankar Jha The Patna Conspiracy of 1857 Indian

Historical Records Commission Part (II) Page 79

۷۳۔ William.Taylor Patna Crises Page65to66

۷۴۔ Jata Shankar Jha The Patna Conspiracy of 1857 Indian

Historical Records Commission Part (II) Page 78 to 81

۷۵۔ Ibid Page 82

۷۶۔ Ibid Page 83

۷۷۔سریندر ناتھ سین اٹھارہ سوستاون صفحہ ۲۱۵

۷۸۔ پرسن کمار چودھری بہار۔جھارکھنڈ میں مہایود صفحہ ۴۸

۷۹۔سریندر ناتھ سین اٹھارہ سوستاون صفحہ ۲۱۵

۸۰۔ William.Taylor Patna Crises Page 67

۸۱۔ پرسن کمار چودھری بہار۔جھارکھنڈ میں مہایود صفحہ ۴۸ تا ۴۹

۸۲۔ William.Taylor Patna Crises Page 66

☆

باب (۴)

دھن سنگھ

دھن سنگھ کوتوال

سینچ کر خونِ دل سے تیری کیاریاں
اور بھی تجھ کو جنت بنا دیں گے ہم
(ساغر نظامی)

انگریزوں کی ملازمت کرتے ہوئے جن افسران نے وطن عزیز کو ان سے چھڑانے کے لئے اپنے اعلیٰ حکام کی حکم عدولی کی، ان میں دھن سنگھ کوتوال بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اپنی ضمیر کی آواز کو سنا اور عیش وعشرت کو ترک کر کے جدوجہد کی سنگلاخ راہوں کا انتخاب کیا اور جن مصیبت بھرے حالات سے سابقہ پڑا انہیں فرطِ مسرّت سے قبول کیا۔ انگریزوں کو ملک سے بھگانے کی پہلی کوشش کے وقت یہ "اسوسی ایٹ کوتوال صدر (میرٹھ) کے اہم منصب پر فائز تھے۔"1 اپنے حاکموں کی ہندستانیوں کے تئیں دو۔رخی برتاؤ کے خلاف دل میں خلش کا شرارہ ۱۸۵۷ میں آتش فشاں بن کر بھڑکا، جس کی حدت دور دور تک محسوس کی گئی۔

دھن سنگھ میرٹھ۔باغپت شاہراہ پر واقع پانچلی گاؤں کے ایک متوسط کسان "مہر سنگھ عرف سالک رام کے گھر ۲۷ رنومبر ۱۸۱۴ بروز اتوار پیدا ہوئے، ان کی والدہ کا نام من بھری تھا۔ان کی دو بڑی بہنیں اور ایک بھائی ان سے چھوٹا تھا۔"2

عہد طفولیت سے ہی دلیر، شوخ طبیعت اور غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ کھیتی کے کام کے علاوہ پڑھنے میں بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ ان کے شوق وذوق کو دیکھتے

ہوئے تعلیم کا خاص خیال رکھا گیا۔ ''پانچویں تک جانی بیسک پرائمری اسکول (جانی دیہات) میں پڑھے۔ جب والد کا انتقال ہوا تو ان کی عمر صرف ۱۲ رسال تھی کچھ دنوں بعد والدہ بھی داغ مفارقت دے گئیں تو ان کے ماموں اپنے گھر شکر پور (دہلی) لے گئے۔ آگے کی تعلیم وہیں حاصل کی۔ کچھ دنوں بعد دھن سنگھ واپس پانچلی آ گئے اور چچا کی کھیتی میں ہاتھ بٹانے لگے۔ ایک دن چچی سے تو تو میں میں ہوگئی تو میرٹھ نوکری کی تلاش میں آئے۔ وہاں پولس کی بھرتی چل رہی تھی تو دھن سنگھ صوبہ متحدہ ممالک آگرہ واودھ کی پولس میں بھرتی ہو گئے۔ اس عہد میں ضلع کلکٹر کو ہی تھانہ دار کے عہدہ پر نومینیشن کی بنیاد پر بھرتی کرنے کا اختیار حاصل تھا۔''[3] ان کے چچا کو پولس کی نوکری کرنے پر بڑا رنج ہوا۔ ''ان کی دوشادیاں ہوئیں، پہلی ڈونگر (سردھنہ) سے دوسری ستوائی سے''[4] دھن سنگھ کوتوال رعب دار اور پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ ''لمبا قد، گٹھا ہوا جسم، رنگ صاف، روشن و بڑی بڑی آنکھیں، چوڑی اور لمبی موچھیں، چوڑا سینہ، بھاری بھر کم بازو اور کڑک آواز جو ہر کسی کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کے لئے کافی تھی، جیسی شخصیت ویسا ہی عہدہ، جنھوں نے ایک ایماندار اور فرض شناس افسر کے روپ میں بہت جلد انگریزوں کا اعتماد حاصل کرلیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم ہوتے ہوئے دھن سنگھ انگریزوں کو وطن سے نکالنے کے لئے اچانک اٹھ کھڑے ہوئے، ایسا نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے بہت ساری وجوہات کارفرما رہیں جنھوں نے دھن سنگھ کو بلاخوف وخطر ہو کر اپنے ہی آفیسرس کے خلاف بغاوت کرنے پر مجبور کردیا۔

''ان کے والد مہر سنگھ گھاٹ پانچلی کے نمبر دار تھے، وہ کسانوں سے لگان حاصل کرکے برطانوی حکام کو پہنچایا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک دفعہ وقت پر لگان جمع نہ کرنے کی وجہ سے مہر سنگھ کو انگریز اہل کاروں نے ڈانٹا تو انہوں نے نمبر داری سے استعفٰی دے دیا جس کو انگریز افسران نے منظور نہیں کیا۔''[5]

اسی دوران ممالک متحدہ آگرہ واودھ میں انگریزوں نے ''محل واڑی'' ناداری قانون رائج کردیا تھا جس میں پورے دیہات کا لگان ایک ساتھ ہی طے کردیا جاتا تھا اور لگان کی شرح بھی اونچی ہوتی تھی۔ جسے سختی سے وصول کیا جاتا تھا۔ لگان نہ ادا کرنے والے کسانوں کو شارع عام پر بے رحمی سے ہنٹر مار کے بےعزت کیا جاتا تھا، ایسے کسانوں کو زمین سے بےدخل کردینا معمولی بات تھی۔ انگریز کارندے بقایہ دار کسانوں کو دھن سنگھ کے والد نمبر دار کے گھر پر ہی بلا کر برا سلوک اور ظلم وزیادتی کرتے تھے''[6] ان واقعات نے بچپن سے ہی دھن سنگھ کو انگریزوں سے نالاں کردیا تھا۔

دھن سنگھ کے میرٹھ میں آنے کے کچھ دنوں بعد پانچلی گاؤں میں ایک حادثہ رونما ہوا جس نے فرنگیوں کے خلاف ان کے مزاج میں مزید تلخی پیدا کردی۔

''اپریل ۱۸۵۶ میں ربیع کی فصل کٹ چکی تھی، ان کے گاؤں کے تین گوجر کاشتکار منگت سنگھ، نرپت سنگھ اور جھجڑ سنگھ اپنے کھیتوں سے غلّہ اٹھا کر لے جا رہے تھے، اسی دوران وہاں سے گزرنے والے ایک انگریز نے ان سے اپنے ساتھیوں کو پانی پلانے کا مطالبہ کیا چنانچہ انہوں نے اس کی بیوی اور ایک ساتھی کو پانی پلادیا، اسی دوران کسانوں کی نگاہ جیپ میں شکار کی ہوئی نیل گائے پر پڑی۔ انہوں نے ناراضگی ظاہر کی، نتیجتاً آپس میں تکرار ہونے لگی جو لڑائی میں تبدیل ہوگئی۔ ان کسانوں نے ایک انگریز مرد اور خاتون کو پکڑ لیا، دوسرا جیپ لے کر بھاگ گیا، اس واقعہ سے کسان سمجھ گئے کہ یہ لوگ شکار کھیلنے آئے تھے، چنانچہ انگریز کے ہاتھ پیر باندھ کر گرم ریت میں ڈال دیا اور میم سے دوپہری میں لانک پر بیلوں کی دائے (پریسنگ) ہکوانے کا کام کرایا اور ان کی تلوار بھی چھین لی۔

کچھ گھنٹے بعد جب دوسرا انگریز پولس لے کر پہنچا تب تک وہ کسان رفو چکر ہو چکے تھے، ان کسانوں کی تلاش اور تلوار بازیاب کرنے کی ذمہ داری موہر سنگھ کو سونپی گئی، نرپت سنگھ اور جھجڑ نے تو خود سپردگی کردی مگر منگت سنگھ روپوش ہوگیا۔ دونوں کسانوں کو ۳۰،۳۰ کوڑے اور زمین سے بےدخلی کی سزا دی، فرار منگت سنگھ کے خاندان کے تین افراد کو اسی

باغ میں پھانسی پر لٹکا دیا۔ موہر سنگھ نمبر دار کو منکت سنگھ کے تلاش نہ کر پانے پر چھ ماہ کی سزا دی گئی۔ اس واردات نے نہ صرف دھن سنگھ کو بلکہ پانچلی کے بچہ بچہ کو انگریزوں کا دشمن بنا دیا۔“[7]

انگریزی حاکموں کی غلط پالیساں رفتہ رفتہ ان کے گلے کی ہڈی بننے لگی تھیں مگر ایک کے بعد دیگر ہندوستانی ریاست ہڑپنے کے چکر میں انہیں اپنے دستور عمل پر نظر ثانی کرنے کی کوئی مہلت نہ ملی۔ وہ ہندوستانی مزاج سے واقف نہ تھے اسی لئے یہاں آ کر اپنے ہر غلط صحیح قدم کو ایک ہی پیمانے پر پرکھنے کے عادی ہو گئے تھے۔ وہ ہر کام کو بیداد اور بے رحمی سے کروانے پر عمل پیرا رہتے جن کی بدولت ہندوستانی سر تا پا ان سے نفرت کرنے لگے۔

انگریزی حکومت کے خلاف چل رہی ہوا کو دیکھ کر حریت رہنما بھی سرگرم ہو گئے۔ انہوں نے ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک سفر کر کے ہندوستانیوں کو برطانوی قوت کے خلاف صدائے احتجاج کے جذبات کو ابھارا۔ بایں سبب پہلے ”مولوی احمد اللہ شاہ ۱۸۵۶ کے آخر میں، ان کے بعد نانا صاحب اور ان کے مشیر عظیم اللہ مارچ یا اپریل ۱۸۵۷ میں میرٹھ آئے تھے“[8] سادھو سنت اور فقرا کا بھی میرٹھ آنے جانے کا سلسلہ جاری تھا۔ ”ایک فقیر جن کا تعلق ایودھیا سے بتایا گیا ولیمس کو دی گئی شہادت میں ان کی موجودگی ۲۴/اپریل ۱۸۵۷ کو میرٹھ میں بتائی گئی تھی ان سے دھن سنگھ کوتوال انفرادی طور پر خود ملے تھے۔“[9] یہ ملاقات سرکاری یا ذاتی تھی اس کا کوئی عندیہ نہیں ملتا مگر دونوں کے درمیان تعلق ضرور تھا۔

ایسی فضا میں گائے اور سور کی چربی لگے کارتوسوں کی خبر نے رہی سہی کمی بھی پوری کر دی۔ ۲۴/اپریل کو ۸۵ سپاہیوں نے عدم تعمیل کرتے ہوئے کارتوسوں کو استعمال کرنے سے صاف انکار کر دیا، اس واقعہ پر غور و فکر کرنے کے بجائے برطانوی افسران نے کورٹ آف انکوائری کے بعد ”۹/مئی ۱۸۵۷ کو انہیں سورج کنڈ کے نزدنئ جیل میں ڈال دیا۔“[10] جس نے تمام دیسی سپاہیوں کے زخموں پر نمک چھڑکنے کا کام کیا۔ ”۹/اور ۱۰/مئی کی درمیانی شب کو انقلابیوں (مجرموں) کے دوست رجمنٹ ۱۱/گیارہ اور ۲۰/بیس کے سپاہیوں نیز بازار

کے لوگوں سے مشورہ کرتے رہے کہ قیدیوں کو کس طریقہ سے چھڑایا جائے“[11]

ادھر دھن سنگھ کوتوال نے خفیہ طور سے ”تیسری، گیارویں اور بیس ویں انفینٹری کے جوانوں سے رابطہ قائم کیا“[12] اور اپنی مرضی و منشا ظاہر کی کہ ”کل ہی فوجی اور دیگر قیدیوں کو چھڑا کر انگریزوں کے خلاف بغاوت کا آغاز کر دیا جائے، جو انگریز جہاں ملے اسے وہیں مار ڈالا جائے اور بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی مدد کے لئے مشترکہ محاذ بنا کر فوج بھیجی جائے“[13] ان کی باتوں پر تیسری دیسی کیویری کے سواروں نے حامی بھری۔ تمام لوگوں سے میزان ملنے کے بعد دھن سنگھ کوتوال نے ”باغی سپاہیوں، فوجیوں اور انقلابی عوام کا ایک مشترکہ انقلابی مورچہ بنالیا“[14]

"Lieutenant Colonel Hegge of Meerut sensed trouble from Gujars and warned the British Goverment,but his warning went unheeded. Tremendous violence,led by the Gujars,exp--loded at Meerut on Sunday,10th of May, 1857.Colonel Carmichael Smyth command--ed the third Native Cavalry at Meerut; self opinionated and obstinate,he was not part--icularly popular among Gujars.-----in westrn U.P.some Gujars had told General Gough on the evening of May 9th that a mutiny would take place the next day but he treat--ed the report with contempt,and rebuked his officers"for listening to idle words"-----------

A Gujar cowboy rushed to the army to inf-
-orm the soldiers that the time for revolt
had come.The sowars of the 3rd native c-
avalry rode to the old prison and released
the prisoners Who were mostly Gujars.----
The City police readily joined the freedom
fighters.Kotwal Dhanna Singh was Gujar
and he led the revolt"[15]

۱۰ مئی ۱۸۵۷ کو تیسری کولیری کے سپاہی اپنے ساتھیوں کو رہا کرانے کے لئے وکٹوریہ پارک ”پرانے جیل خانے کی طرف تیزی سے روانہ ہوگئے تو ۲۰ بیسویں دیسی انفینٹری پریڈ کے میدان میں جمع ہوگئی، گیارویں انفینٹری میں بھی اشتعال پھیل گیا۔“[16] سپاہیوں کے سر پر خون سوار تھا، اس وقت انہیں حکم یا صلاح دے کر روک پانا پاگل پن کے سوا کچھ نہ تھا جب رجمنٹ ۱۱ر کے کرنل فینس (Col.Finnis) بغاوت پر اتارو سپاہیوں کو روکنے کے لئے آگے بڑھے تو انہیں ”بندوق سے گولی مار کر ہلاک“[17] کر دیا گیا۔ ”کپتان ٹیلر (C a p . T a y l e r) اور میکڈونلڈ (Cap.Macdonald) مع میم صاحبہ، کارنیٹ (Cornet)، منک نیب (جانوروں کے ڈاکٹر) (MacNabb)، فلپ (Philips) اور ڈاؤسن (Dowson) مع میم“[18] کو بھی مار ڈالا۔ ان فرنگیوں کے علاوہ ”ہنڈرسن، کمانیر رجمنٹ ۱۱، مہتم مدارس ٹریگر، ڈاکٹر اسپان اور لبنک ڈمل رائڈنگ ماسٹر کی کم سن بیٹی“[19] بھی باغی سپاہیوں کے غصہ کی بھینٹ چڑھ گئے ”کوئی باغ میں اور کوئی سرونٹ کوارٹر میں چھپ کر اور کوئی نوکروں والا لباس پہن کر سلامت بچا۔“[20] فرنگیوں کے تابعدار سپاہی انگریزوں کے خون کے پیاسے ہوگئے، سپاہ کے ساتھ جوش وخروش سے لبریز ”شہری اور مضافات کے دیہاتی بھی شریک ہوگئے“[21] تحصیل

دار، عدالتوں اور انتظامیہ کے دفاتر کو آگ لگادی، صرف چند لمحوں میں چاروں طرف جلتے ہوئے مکانوں سے دھوئیں کے بادل نظر آنے لگے۔ پورے شہر کے گلی وکوچوں میں بے لگام اژدحام جمع ہوگیا۔ اس موقع پر مخصوص لوگوں کا ایک مقتع گروہ لوٹ مار میں مشغول ہوگیا اور اس نے بلاامتیاز لوٹ پاٹ کی۔

شاہ پیر گیٹ سے نوچندی میدان تاحدِ نظر سر ہی سر نظر آرہے تھے ”یکایک کپتان ڈیرک اسلحہ سے لیس ایک فوجی دستہ لئے اندرِ شہر اور گلاؤٹھی روڑ پر نمودار ہوا اور ہجوم پر فائرنگ کردی“[22] مقاتلہ کے بعد حریت پسندوں کی بھیڑ منتشر ہوگئی۔

دھن سنگھ کوتوال کا کام تو باغیوں کو کسی طرح بھی سمجھا بجھا کر ان پر قابو پانا اور اپنے حلقہ میں نظم وضبط قائم کرنا تھا مگر وطن پرستی کے نشے میں چور دھن سنگھ نے ”انگریزی راج سدا کے لئے ختم کردو“ کے لئے تمام انقلابیوں کو ”آج نہیں تو کبھی نہیں کے“ فلسفہ پر عمل کرنے کی پوری چھوٹ دے دی ۔ دھن سنگھ کے ”بلاوے پر ان کی برادری گوجر دیہاتوں سے میرٹھ آگئی تھی“[23] دھن سنگھ نے انگریزوں کے ”وفادار سپاہیوں کو حکمتِ عملی کے تحت کوتوالی میں اندر چلے جانے اور وہیں رہنے کا حکم دیا۔“[24] اس طرح ایک جانب انگریزوں کے مشفق سپاہی اندر بیٹھے رہے اور شہر جلتا رہا، دوسری طرف دھن سنگھ کے حکم بردار سپاہی نیلی وردی میں ملبوس حریت پسندوں کی بازاروں میں مدد کرتے نظر آئے۔

ایریک اسٹوک اپنی تصنیف میں رقم طراز ہیں کہ :

"The communicators were the Gujars,Their
villages ringed the city and Cantonment,
and they filled the ranks of the police.The
supineness of the latter in the face of Gujar
plundering argued collusion, A charge that
was specifically directed against the Gujar

Presented By: https://jafrilibrary.com

chief police officer or kotwal, Dhanna Singh. not only did the police prove totally ineffectual but on numerous occasions their blue uniforms were observed amongst the ranks of the rioters."[25]

انقلاب میرٹھ نے انگریزوں کی عقل کو حیران کر دیا تھا، ان کے ہوش وحواس گم ہو گئے پورے ملک میں میرٹھ ہی وہ شہر تھا جہاں سے انہیں تخالف کی کوئی امید نہیں تھی کیونکہ انگریزوں کی ''ساٹھویں رجمنٹ رائفل اور چھٹی رجمنٹ ، ڈریگون گارڈس کابینر (قرابین) ایک ترپ گھوڑوں کے توپخانہ کا ایک کمپنی فٹ آرٹلیری کی اور ایک لائیٹ فیلڈ بیٹری''[26] اور تین ہندوستانی ''تیسری کولیری، رجمنٹ ۱۱اور ۲۰''[27] موجود تھیں مگر ان سب انتظامات کے باوجود ہندوستانی انقلابیوں کے آگے انگریزوں کی ایک نہ چلی مگر ان کی حسرت ابھی باقی تھی کہ جلد از جلد ہندوستان سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بالا دستی ختم ہو، جسے پورا کرنے کے لئے ''انہوں نے دلّی کا راستہ فوراً اختیار کر لیا''[28]

علی الصباح ایک بار پھر شہری اور دیہاتی وطن پرستوں نے نئ اور پرانی محبس پر دھاوا بول دیا۔ جس میں شاہجہاں پور کے ''رحیم خاںؔ افغان، عبداللہؔ تلنگی، امیر خاںؔ اور پیر جیؔ الٰہی بخش بھی شامل تھے، پیر جیؔ الٰہی بخش نے قیصر گنج جیل کا تالا اپنی بندوق کے فائر سے توڑا تھا''[29] جیل کے سارے دستاویز وریکارڈ کو آگ کے حوالے کر دیا اور قیدی بھی انگریزی چنگل سے آزاد ہوتے ہی انقلابیوں کے لشکر میں ملحق ہو گئے۔

"The Indian troops as well as the police including the kotwal,Dhanna Singh,made comman cause against the British.About midnight the villagers attacked the goal, to

released its 839 prisoners and set fire the building.The 720 prisoners in the old jail were also released. by some Indian Soldiers. Thousands of Gujars from the neighbouring villages came to Meerut,Set fire to the lines of thesappers and miners,destroyed other parts of the cantonment and indulged in plundering the place irrespectiveof the fact whether theirvictims were Indian or European"[30]

انگریزوں کے جو بنگلے کل تک گل وگلزار تھے وہ اب راکھ کا ڈھیر بن چکے تھے۔ ان میں کئی روز تک دھواں اٹھتا رہا ، چاروں طرف انگریز وں کی لاشیں بکھری ہوئیں پڑی تھیں۔ سپاہی تو دلّی جا چکے تھے مگر وہ اپنے پیچھے اپنی نشانیاں چھوڑ گئے تھے۔

اب میرٹھ میں بلاتوقف دھڑ پکڑ کا سلسلہ شروع ہوا۔ انگریز حکام نے ''۱۱ر مئی ۱۸۵۷ کو بائیس حریت پسندوں کو نوچندی کے میدان میں پھانسی دے دی گئی جن میں سید عالم علی اور سید شبیرؔ علی صاحبان بھی شامل تھے۔''[31]

طوفان گزرنے کے بعد تحریک جنگ آزادی میں دھن سنگھ کوتوال کے مشکوک کردار کی جانچ ضلع مجسٹریٹ (میرٹھ) آر۔ایچ۔ڈنلپؔ نے میجر جی۔ڈبلو۔ولیمسؔ (سپرنٹنڈنٹ آف کینٹومینٹ پولس) کو سونپی ''اس رپورٹ میں دھن سنگھؔ نہ صرف محکمہ کے تئیں لاپرواہ بلکہ انقلابیوں کو پورا تعاون دینے اور رہنمائی کرنے کے بھی قصوروار ٹھہرائے گئے۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ دھنؔ سنگھ اور ان کی برادری گوجر نے فوج کے اندر پھیلے غم وغصہ کی عوام میں جم کر تشہیر کی۔ کوتوال نے دانستہ بدامنی روکنے کے بجائے اپنے سپاہیوں کو انقلابیوں کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

معاونت کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی تھی۔

"There seems to be no doubt that cantonment police failed in this crises onthe whole to stand to their duty.The Prime object of Major Williams enquiry,which brought forth the Meerut Depositions,was to elucidate the behaviour of the police:that,in passing,is a defect of these important documents wherein the evidence as to the origin and course of the outbreak generally is really a by product.Scattered passim through those pages are statements that men in police uniform were seen among the mobs taking part in their acts of violence. Williams in his introductory Memorandum speaks of 'culpable negligence and willful disregard of their first duty as policemen.He blames for the loss of police control the fficiating Kotwal,who was himself a Gujar by name Dhunna Singh "[32]

ملک کو آزاد کرانے کے لئے سپاہ کے ساتھ ساتھ عام لوگ دین و مذہب اور ذات وبرادری کی سرحدیں توڑ، جان ہتھیلی پہ رکھ کر نکل گئے۔ان سب کا ایک ہی ارمان تھا کہ مادر

وطن کے سینے پہ رکھے خونی پنجوں کو ہٹایا جائے۔تاریخ جنگ وجدل میں اب تک نہ تو ایسی جنگ لڑی گئی اور نہ لڑی جائے گی ،اسی لئے تو دھن سنگھ کوتوال جیسے حق شناس افسر نے بھی عہدے کے حلف سے روگردانی کی اور مجاہدین آزادی کو انگریزوں کے خون سے ہولی کھیلنے کا پورا موقع فراہم کیا۔

دھن سنگھ کوتوال نے اس پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ انقلابیوں کے ساتھ" ۱۰ مئی کی رات کو ہی دلّی کی طرف نکل گئے"[33] برٹش سرکار سے تصادم کے کچھ ماہ بعد "شولدہ گاؤں لوٹ کر وہاں کسی پنڈت کے گھر بھیس بدل کر رہنے لگے لیکن انگریز جاسوس سائے کی طرح پیچھے لگے تھے۔دولہا سنگھ نے ان کی خبر انگریزوں کو فوراً دی لیکن انہیں بھی مخبری کی جانکاری ہوگئی، چنانچہ دھن سنگھ فوراً کہیں چلے گئے"[34] اور کچھ عرصہ بعد "ریواڑی (ضلع) کے نارنول"[35] مقام پر ان کی شہادت کی خبر ملی۔دھن سنگھ کوتوال کی سرپرستی میں خصوصاً ان کی برادری (ہندو و مسلم) گوجر، راجپوت اور مضافات کے انقلابیوں نے انگریزی سرکار کی جڑیں ہلا دیں۔

جفا کار انگریز انتقام کتنے وحشیانہ طریقہ سے لیتے تھے ان کی درندگی کی مثالیں تاریخ ہند میں بھری پڑی ہیں۔اس کی ایک جھلک دھن سنگھ کے گاؤں میں بھی نظر آتی ہے جب "۴ر جولائی ۱۸۵۷ صبح چار بجے پانچلی گاؤں پر انگریزی فوج نے "دو توپوں، کچھ کار بائنوں اور خاکی رسالہ کے ساتھ حملہ کر دیا"[36] انگریزوں نے توپوں سے حملہ کر متعدد دیہاتیوں کو مار ڈالا، "۴۰ر لوگوں کو گرفتار کر لیا جن میں سے ۳۴ر افراد کو فوجی کمیشن کے حکم سے پھانسی"[37] کے پھندے پر چڑھا دیا گیا، یہاں تک کہ "کوئی مرد گاؤں میں زندہ نہ چھوڑا"[38]

مر جائے کہ جائے جاں، اے مادر ہند اک دن
ذلت سے غلامی کی، ہم تجھ کو چھڑا دیں گے
(شمیم کرہانی)

☆☆

اشاریات

۱۔Narrative of Events North Western Provinces,Meerut regarding the Mutiny in India 1857-58 (Allhabad) Deposition No 66 Page 292

۲۔تصویر سنگھ چپرانا ولد ہورام چپرانا عمر ۳۵ بروز ۱۵/۶/۱۰

۳۔ایضاً ۱۵/۶/۱۰

۴۔ایضاً ۱۵/۶/۱۰

۵۔ایضاً ۱۵/۶/۱۰

۶۔ایضاً ۱۵/۶/۱۰

۷۔یضاً ۴/۶/۱۰ (روایت)

۸۔ Esha basanti Joshi Meerut Gazette Goverment Press Allahabad 1965 Page 50

۹۔Deposition No 8 Page 309

۱۰۔Esha basanti Joshi Meerut GazettePage 51

۱۱۔پنڈت کنہیالال محاربہ عظیم (تاریخ بغاوت ہند ۱۸۵۷) عفیف آفسیٹ دہلی ۲۰۰۸ صفحہ ۴۳

۱۲۔تصویر سنگھ چپرانا ولد ہیورام سنگھ چپرانا عمر ۳۵ پانچلی خورد باغپت روڑ میرٹھ ۴/۶/۱۰ میرٹھ گزٹ صفحہ ۵۲

۱۳۔یضاً ۴/۶/۱۰

۱۴۔Esha basanti Joshi Meerut GazettePage 52

۱۵۔G.S.Bright & R.B.HarishChander Mesieh Of Masses Pages10,11,12 (سن اور پبلیشر کا نام غائب ہے)

۱۶۔آچاریہ چترسین سونا اور خون راج پال اینڈ سنز کشمیری گیٹ دلی ۲۰۰۷ صفحہ ۳۱۳

۱۷۔Esha basanti Joshi Meerut GazettePage 52

۱۸۔S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) Page 8

۱۹۔پنڈت کنہیالال محاربہ عظیم (تاریخ بغاوت ہند ۱۸۵۷) عفیف آفسیٹ دہلی ۲۰۰۸ صفحہ ۳۶

۲۰۔ایضاً صفحہ ۳۶

۲۱۔Esha basanti Joshi Meerut GazettePage 52

۲۲۔نوراحمد میرٹھی تذکرے شعرائے میرٹھ ادارہ فکر نو کراچی پاکستان جنوری ۲۰۰۳ صفحہ ۲۸

۲۳۔Deposition No.66 (by S.Singh) Page 292

۲۴۔ Ibid Deposition No.65 Page 343

۲۵۔ Eric Stokes The Peasant Armed Cllarendon Press (Oxford)London 1986 Page 145

۲۶۔ محمد ذکاءاللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ شمس المطابع دہلی ۱۹۰۴ صفحہ ۳۹۶

۲۷۔ پنڈت کنہیالال محاربہ عظیم (تاریخ بغاوت ہند ۱۸۵۷) عفیف آفسیٹ دہلی ۲۰۰۸ صفحہ ۴۲

۲۸۔ذکاءاللہ سلطنت انگلشیہ شمس المطابع دہلی ۱۹۰۴ صفحہ ۴۰۱

۲۹۔اسداللہ خاں باغی میرٹھ آزاد پریس میرٹھ ۱۹۵۷ صفحہ ۱۹

(نوٹ) عبدالرحیم خاںؔ افغان، عبداللہ تلنگی، امیر خاںؔ اور پیر جی الٰہی بخشؔ نے نواب تلہر کے ساتھ مل کر نہر گنگ شاہجہاں پور کی آراضی میں انگریز فوج کے گوداموں کو لوٹا اور اس کو مسمار بھی کیا ان گوداموں کے خستہ حال بقیات آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ بعد ازیں یہ تمام مجاھدین انگریزی فوج سے لڑتے ہوئے نامعلوم محاذ پر شہید ہوگئے۔ عبدالرحیم خاںؔ (شاہجہاں پور افغان) ولد محمد داؤد خاںؔ بیزہ دیوان عباسؔ افغان جو اورنگ زیب عالمگیرؔ کی فوج میں اہم منصب پر تھے۔

۳۰۔ Esha basanti Joshi Meerut GazettePage 52

۳۱ نوراحمد میرٹھی تذکرے شعرائے میرٹھ سہیل پریس کراچی پاکستان جنوری ۲۰۰۳ صفحہ ۲۸ تا ۲۹

۳۲۔ Jab Palmer The Mutiny Outbreak At Meerut,The Syndicate of the Cambridge university Press London Page 90 to 91

۳۳۔ ۳ مئی امراجالا روزنامہ ۲۰۰۷ صفحہ ۸

۳۴۔ تصویر سنگھ چپرانا ولد ہورام سنگھ عمر ۳۵ ساکن پانچلی ۱۵/۵/۱۰

۳۵۔ روزنامہ امراجالا (ہندی) ۱۰ مئی ۲۰۰۷ صفحہ ۷

۳۶۔ R.H.W.Dunlop,Service and Adventure with the Khakee Ressalah R.Clay Printer London 1858 Page 69

۳۷۔ Ibid Page 69

۳۸۔ تصویر سنگھ چپرانا ولد ہورام سنگھ چپرانا عمر ۳۵ پانچلی خورد باغپت روڈ میرٹھ ۴/۶/۱۰

☆

باب (۵)

10 मई 1857 को मेरठ में प्रथम स्वतंत्रता संग्राम के सूत्रधार अमर सेनानी

डा. विष्णुकान्त शास्त्री

میرٹھ میں لگے پتھر پرکندہ ۸۵ سپاہیوں کے ناموں کی تصویر

زبردست خاںؒ

Presented By: https://jafrilibrary.com
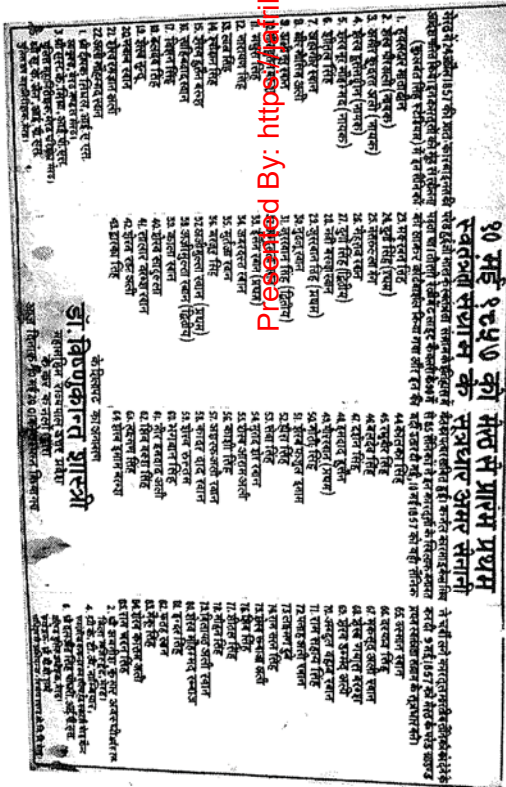
چودھری زبردست خاں

آج پھر مقتل میں قاتل کہہ رہا ہے باربار
آئیں وہ شوقِ شہادت جن جن کے دل میں ہے

۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کا بگل بجانے کا سہرا انگریزی فوج میں ملازم تیسری لائٹ کولیری کے ۸۵ سپاہیوں کے سر ہے۔ جن میں ہاپوڑ کے شہید زبردست خاں بھی تھے۔ جنہوں نے اپنے عزم، قوت ارادی اور شجاعت سے انگریزی ایوانوں کی مستحکم بنیادوں میں لغزش پیدا کردی تھی مگر کاتب تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا ورنہ انگریزی حکومت کی بساط تو تقریباً پلٹ چکی تھی۔

ان ۸۵ / پچاسی مجاہد سپاہیوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) حولدار ماتادین (۲) شیخ پیر علی نائک (۳) امیر قدرت علی نائک (۴) شیخ حسین الدین نائک (۵) شیخ زور محمد نائک (۶) شیتل سنگھ اول (۷) جہانگیر خان (۸) میر موسم علی (۹) علی نور خان (۱۰) میر حسین بخش (۱۱) متھرا سنگھ (۱۲) نارائن سنگھ (۱۳) لال سنگھ (۱۴) شیودان سنگھ (۱۵) شیخ حسین بخش (۱۶) صاحب داد خان (۱۷) بشن سنگھ (۱۸) بلدیو سنگھ (۱۹) شیخ نندو (۲۰) نواب خان (۲۱) شیخ رمضان علی (۲۲) علی محمد خان (۲۳) مکھن سنگھ (۲۴) درگا سنگھ اول (۲۵) نصر اللہ خان (۲۶) محراب خان (۲۷) درگا سنگھ دوم (۲۸) نبی بخش خان (۲۹) زورخان سنگھ اول (۳۰) بھدگو خان (۳۱) زورخان سنگھ دوم

(۳۲) عبداللہ خان (۳۳) عسن خان (۳۴) **زبردست خان** (۳۵) مرتضٰی خان (۳۶) برجور خان (۳۷) عظیم اللہ خان اول (۳۸) عظیم اللہ خان دوم (۳۹) کالا خان (۴۰) شیخ سعد اللہ (۴۱) سالار بخش خان (۴۲) شیخ رعوت علی (۴۳) دواریکا سنگھ (۴۴) کالکا سنگھ (۴۵) رگھوویر سنگھ (۴۶) بلدیو سنگھ (۴۷) درشن سنگھ (۴۸) امداد حسین (۴۹) پیر خان (۵۰) موتی سنگھ (۵۱) شیخ فضل امام (۵۲) ہیرا سنگھ (۵۳) سیوا سنگھ (۵۴) مراد پیر خان (۵۵) شیخ آرام علی (۵۶) کاشی سنگھ (۵۷) اشرف علی خان (۵۸) قادر داد خان (۵۹) شیخ رستم (۶۰) بھگوان سنگھ (۶۱) میر امداد علی (۶۲) شیو بخش سنگھ (۶۳) لکھشمن سنگھ (۶۴) شیخ انعام بخش (۶۵) عثمان خان (۶۶) دریاب سنگھ (۶۷) مقصول علی خان (۶۸) شیخ غیاث بخش (۶۹) شیخ امید علی (۷۰) عبدالصاحب خان (۷۱) رام سمائے سنگھ (۷۲) پناہ علی خان (۷۳) لکھشمن دوبے (۷۴) رام سرن سنگھ (۷۵) شیخ خواجہ علی (۷۶) شیو سنگھ (۷۷) شیتل سنگھ دوم (۷۸) موہن سنگھ (۷۹) ولایت علی خان (۸۰) شیخ محمد خان (۸۱) اندر سنگھ (۸۲) فتح خان (۸۳) میکو سنگھ (۸۴) شیخ قاسم علی (۸۵) رام چرن سنگھ"[1]

"زبردست خاں موضع ہاپوڑ کے زمیندار تھے۔"[2] ان کا آبائی وطن اسوڑا جو میرٹھ شہر سے تقریباً ۲۵ / کلومیٹر فاصلہ پر واقع ہے ان کے مورث اعلیٰ تیاگی ہندو تھے جو بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور ہاپوڑ کی جانب نقل مکانی کی۔ ان کی آل اولاد آج بھی ہاپوڑ کے محلّہ بھنڈا پٹی میں رہتی ہے۔

چودھری زبردست خاں کے دیگر تین بھائی (۱) "سرمست خاں (۲) الفت خاں (۳) دولہا خاں۔ ان کا ایک بیٹا امجد خاں، ایک بیٹی آبادی بیگم بھی تھی"[3] بھائی الفت خاں اور لخت جگر امجد خاں نے چودھری زبردست خاں کے ساتھ ہی پھانسی کا پھندا چوم کر اپنی جان، جان آفریں کے حوالے کی۔"[4] زبردست خاں بلند و بالا قد تقریباً ساڑھے چھ فٹ، چوڑا سینہ، مضبوط کاٹھی، پیشانی چوڑی، روشن آنکھیں، رنگ گندمی اور چہرہ پہ حسین

خط"[5] جیسی عبقری شخصیت کے مالک تھے۔نواب ولی داد خاںؔ کے نور چشم کی شادی کے موقع پر زبردست خاںؔ کی رعب دار شخصیت کا خاکہ اچاریہ چترسینؔ نے اس طرح کھینچا ہے:

"ہاپوڑ کے نواب زبردستؔ خاں بھاری دبدبے سے دولہا میاں کے کرتا دھرتا کے روپ میں آئے تھے۔ایک زری کام کا کوئی دو ہزار روپیہ کی قیمت کا دوشالہ کمر سے لپیٹے،تلوار پیش قبض اور کٹار فیٹے میں کسے،اپنی شاندار داڑھی اور رعب دار چہرہ سے بارات بھر میں نواب زبردست خاں دبدبے کے آدمی جچ رہے تھے۔حقیقت میں اس بھاری بھرکم بارات میں نواب زبردست خاں ہی نواب مظفر نگر کے جوڑتوڑ کے آدمی تھے۔دو خدمت گار دونالی بندوقیں لئے اور دو خدمت گار ان کا پاندان اور حقہ لئے،آٹھوں پہر چوسٹھ گھڑی ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔"[6]

مالا گڑھ کے نواب ولی داد خاںؔ اور زبردست خاںؔ ایک جان دو قالب تھے جس کا اندازہ اس روایت سے بخوبی ہوجاتا ہے۔

نواب ولی داد خاںؔ کے فرزند کی شادی نواب مظفر نگر اکرامؔ اللہ کی اکلوتی دختر شبنمؔ بیگم سے ہوئی تھی جب بارات مالاگڑھ سے مظفر نگر کے لئے روانہ ہوئی تو ہاپوڑ آتے ہی نواب موصوف نے بارات کی ذمہ داری زبردست خاںؔ کو سونپ کر خود کسی ضروری کام سے مالاگڑھ لوٹ گئے ۔بارات جب مظفر نگر پہنچی تو شاہی انتظامات دیکھ کر زبردست خاںؔ مسکرا کر بولے کہ انتظام تو نواب صاحب نے ماشااللہ ایسے کئے ہیں کہ گویا بارات چھ ماہ تک مظفر نگر میں ہی رہے گی،زبردستؔ کا جب یہ جملہ اکرامؔ اللہ نے سنا تو نواب صاحب نے فرمایا کہ کیا حرج ہے؟ دیکھا جائے گا اس طرح نواب مظفر نگر نے برات چھ ماہ تک روک کر شاہی میزبانی میں کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی۔جو آدمی بھی بارات کی اطلاع لینے جاتا اسے بھی واپس نہیں آنے دیا جاتا۔چودھری زبردست خاںؔ نے نوشہ میاں کے والد کے فرائض

انجام دیئے۔"[7]

انگریزوں کی جارحانہ پالیسیوں سے پورے ملک میں بے چینی کی ہوا بہہ رہی تھی۔ اتفاقاً بیرک پور میں ایک واقعہ وقوع پذیر ہوا جس کا ذکر ۷۰ بنگالی پلٹن کے کیپٹن رائٹ نے میجر بونٹینؔ (Major Bontein) کو ۲۲ جنوری ۱۸۵۷ کو لکھے خط میں یوں کیا ہے۔

"دو نمبر کی پلٹن کے ایک براہمن سپاہی (منگل پانڈےؔ) سے ایک بھنگی (ماتا دینؔ) نے پانی پینے کے لئے اس کا پیتل کا لوٹا مانگا۔ برہمن نے بھنگی (ماتا دینؔ) کو پھٹکار دیا اس وقت ماتا دینؔ بھنگی نے برہمن کو چڑاتے ہوئے کہا کہ بہت جلد ہی تمہاری سب کی پنڈ تیائی (براہمنپن) نکل جائے گی جب تم سب دانت سے سور اور گائے کی چربی سے بنے کارتوس کاٹ کر بندوقوں میں بھر کر چلاؤ گے۔یہ بھنگی دم دم کے اس کارخانہ میں نوکر تھا جہاں پر یہ نئے کارتوس بنائے جارہے تھے۔اس لئے اس کی بات معتبر مانی گئی۔"[8]

جب یہ بات منگل پانڈےؔ نے اپنے ساتھیوں کو بتائی تو گائے اور سور کی چربی کے لگے کارتوس کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی،ایسٹ انڈیا کمپنی کی جابرانہ اور توہین آمیز سرگرمیوں سے پہلے ہی ہندوستانی شاکی تھے اس بات نے دیسی سپاہیوں کے جذبات مزید مجروح کردیئے۔جس کے نتیجے میں ۲۲ جنوری ۱۸۵۷ کو ڈم ڈم"[9] ۲۴ فروری ۱۸۵۷ کو براہام پور"[10] میں دیسی سپاہیوں نے حکومت کے ان فیصلہ پر اپنا احتجاج کیا لیکن انگریزی اہلکاروں نے انہیں تیقن دیا کہ کارتوسوں میں یہ ممنوعات استعمال نہیں کی جارہی ہیں مگر یہ بات منگل پانڈےؔ کے ساتھ ساتھ ہندوستانیوں کے دلوں میں بھی سرایت کر چکی تھی چنانچہ "۲۹/مارچ ۱۸۵۷ کو منگل پانڈےؔ"[11] نے بغاوت کا پرچم بلند کر دیا جس کی پاداش میں ۸/اپریل ۱۸۵۷ منگل پانڈے اور ۲۱/اپریل ۱۸۵۷ ایشوری پانڈےؔ"[12] کو پھانسی دے دی گئیں اور دیسی سپاہیوں کے غصہ اور جذبہ عدم تعاون کو دیکھ کر انہیں برطرف کرنا شروع

کردیا" ۶؍اپریل کو بندھیل کھنڈ کی سات کمپنیاں، میرٹھ کی ۳۴ ویں رجمنٹ، ۱۸؍اپریل کو انبالہ چھاونی کی سپاہ اور ۱۳ اور ۴۸ نمبر پیدل رجمنٹ اودھ"[13] بھنگ کردی گئیں۔ یہ خبریں شمالی ہند کی چھاؤنیوں میں بھی جا پہنچی تو سب سے مضبوط توپ خانہ والی چھاؤنی میرٹھ میں "پیر علی اور قدرت علی نے دیسی مسلم فوجیوں کو قرآن مجید اور ہندو سپاہ کو گنگا جل پر حلف دلایا کہ وہ مذہب کو خطرے میں ڈالنے والے چربی لگے کارتوسوں کا استعمال نہ کریں گے"[14] جس کا عمل ۲۴؍فروری ۱۸۵۷ کو نظر آیا جب بعض سپاہیوں نے انگریزی حکومت کے اس قدم کے خلاف مظاہرہ کیا "کارمائیکل اسمتھ کی موجودگی میں پہلے شیخ پیر علی (نائک) اور پھر قدرت علی (نائک) نے یہ کہہ کر منع کردیا کہ اگر ساری رجمنٹ لے لیں گی تب وہ بھی لیں گے"[15] ان کے علاوہ یکے بعد دیگرے ۸۵ سپاہیوں نے بھی کارتوس چھونے سے منع کردیا۔ انگریز حکام نے جانچ کمیٹی تشکیل دے دی۔

"۹؍مئی کی صبح کو کورٹ مارشل کے حکم کی تعمیل ہوئی، پریڈ پر سپاہ ہندستانی و یورپین جمع ہوئیں، تیسرے رسالہ کو حکم ہوا کہ وہ پیدل آئے پچاسی مجرم سوار حوالات میں آگے بلائے گئے وہ اپنی وردی پہنے ہوئے تھے اب بھی سپاہی معلوم ہوتے تھے اول سزا کا حکم پکار کر پڑھا گیا پھر تمام ان کی وردیاں پیٹھ پر سے اتاری گئیں پھر لہار اپنے اوزار اور بیڑیاں لے کر آئے اور جلدی سے انہوں نے پچاسی سواروں کے پیروں میں بیڑیاں ان کے ہمراہیوں کے روبرو پہنا دیں جس سے ان کی بے عزتی کی کوئی حد باقی نہیں رہی اس وقت یہ حالت دیکھ کر بہت آدمی افسوس کرتے تھے کہ وہ سپاہی جنہوں نے برٹش گورنمنٹ کی خدمات بڑے کڑے وقتوں میں کی تھی وہ اس طرح بندھوے بنائے گئے۔ قیدی اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر اور آوازوں کو نکال کر جرنیل کے آگے گڑگڑاتے تھے کہ ان پر رحم کرے اس طرح ذلیل

خوار نہ کرے۔"[16]

جس طرح سے سپاہیوں کے ساتھ بدسلوکی کی گئی اسے دیکھ کر دیگر دیسی سپاہ کی آنکھوں میں خون اتر آیا مگر خاموش بت بنے کھڑے دیکھتے رہے کیونکہ وہ چاہ کر بھی انگریزوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے۔ ذلت کا گھونٹ پینے کے علاوہ ان کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ ان سپاہیوں کو وکٹوریہ پارک کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔

جب دیسی سپاہی شام کو سیر و تفریح کے لئے صدر بازار گئے تو ان کو دیکھ کر طوائفوں نے طعنہ زنی کی۔ "تم نے بڑی بڑی موچھیں لگا رکھی ہیں مگر تم مرد نہیں ہو، زنانے ہو۔ ورنہ اگر مرد ہوتے تو انگریزوں سے اپنے بھائیوں کے دوش بہ دوش کھڑے ہو کر جنگ کرتے اور ان کے وجود سے اپنے ملک کو پاک کرتے مرد وہ ہیں جو انگریزوں کو قتل کر رہے اور ان کے وجود سے اپنے ملک کو پاک کر رہے ہیں۔"[17] یہ سن کر ان کی غیرت جاگ اٹھی۔ اب جنگ آزادی کی متعین تاریخ ۳۱؍مئی کا انتظار کرنا بار خاطر ہو گیا۔

انگریزوں کے خلاف "جہاد چھیڑنے کے مقصد سے میرٹھ میں بھی ایک جہادی مرکز قائم کیا گیا تھا۔"[18] اس نے بھی فوراً سپاہیوں کی اس بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے شہر میں جگہ جگہ اشتہار تقسیم اور چسپاں کر دیے۔

"On the evening of the 9th the Commissioner (Mr.Greathed) and his wife were dining with Colonel Custance of the Carabiniers:she told him of a report,which she had probably heard through her servants,that placards had been seen in the city calling on all true Mussulmans to rise and slaughter the English"[19]

پورے شہر میں افواہوں نے ہیجانی کیفیت پیدا کردی تھی۔ دوپہر تک یہ خبر عوام کے درمیان گشت کرنے لگی کہ آج کسی بھی وقت دیسی سپاہ بغاوت کرنے والے ہیں مگر انگریز حکام نے اس اطلاع کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔

بازار حسن کی سب سے حسین طوائف ''گلاب جانؔ نے بغاوت کی خبر میجر اسمتھؔ کو دی جو اس وقت اسمتھ (Smith) (سرجن) کے بنگلے پہ رہ رہی تھی اس کا کہنا تھا کہ اس نے یہ بات اپنی ماں سے سنی تھی اور اس کی ماں کو یہ خبر صوفیؔ نام کی دوسری طوائف سے ملی۔ بقول گلاب جانؔ صوفیؔ کے پاس آنے والے ایک دیسی سپاہ نے اسے بتایا تھا کہ آج سپاہ بغاوت کریں گے مگر میجر اسمتھؔ نے بے اعتنائی سے کہا کہ وہ ہمیشہ بازار کی کھوکھلی اور بغیر ثبوت کی خبریں اس کے پاس لے آتی ہے''[20] مگر دن ڈھلتے ڈھلتے جتنے منھ اتنی باتیں پھیلیں تو شہر میں بھی اضطراریت نظر آنے لگی انجام کار وہی ہو کر رہا جو انگریز افسران کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔

۱۰ رمئی ۱۸۵۷ مطابق ۱۵ر رمضان ۱۲۷۴ھ کو تیسری کو لیری کے سپاہی ہاتھوں میں بندوقیں اور برہنہ تلواریں لئے ہوئے بہ آواز بلند ''باباؤں یہ جنگ مذہب کے خلاف ہے جو ہمارے ساتھ آنا چاہے آجائے''[21] سپک پا جیل خانہ پر پہنچ کر دھاوا بول دیا، جہاں انہیں کسی ممتنع عملہ کا سامنا نہیں کرنا پڑا لیکن ان اعلیٰ طینت انقلابیوں نے ''نہ تو جیل خانہ کے افسروں کو ستایا اور نہ کسی انگریز پر ہاتھ اٹھایا''[22] ۸۵ فوجیوں کو جیل سے چھڑا کر شاہ پیرؔ صاحب کے تاریخی مقبرے پر پاوؤں کی بیڑیاں کاٹی گئیں، بیڑیاں کٹنے کے بعد سپاہیوں کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں شہر کے لوگوں نے روزہ افطار کیا''[23] سپاہیوں اور عوام کے ''دلّی چلو'' کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ ان باغی سپاہ کے ہمراہ ''تین نمبر رسالہ کے ۸۷ آدمیوں کو چھوڑ کر کل رسالہ سواروں اور'' رجمنٹ نمبر ۲۰ اور رجمنٹ ۱۱ پیدل ہندوستانی سپاہی''[24] مصلحتاً ''دلّی قومی شاہراہ کو چھوڑ'' قیصر گنج کی پرانی جیل کے سامنے سے رواد گڑے سے نکل کر پانچلی سیوال ہوتے ہوئے''[25] اپنی منزل مقصود کی جانب روانہ

ہو گئے راستہ میں ''کہیں آرام کرنا اور سانس لینا تو درکنار، کھانے پینے سے بھی بے نیاز، جوش وجنوں نے قدموں کی رفتار بڑھادی یا زمین کی طنابیں کھینچ دیں کہ نو گھنٹے میں پاپیادہ چوالیس میل طے''[26] کر کے علی الصباح دلّی جا پہنچے اور آخری مغل بادشاہ سے قیادت کرنے کی درخواست کی آخر کار بہادر شاہ ظفرؔ نے عنانِ انقلاب سنبھال لی۔ اپنے مقصد کو منزل مقصود تک پہنچانے کے بعد یہ انقلابی ''۱۱ مئی سے ۱۶ رمئی تک دلّی میں رہے''[27] بعد ازیں کچھ باغی سپاہی خمول کے عالم میں کھو ہو گئے اور کچھ اپنے آبائی وطن لوٹ کر انگریزوں کے
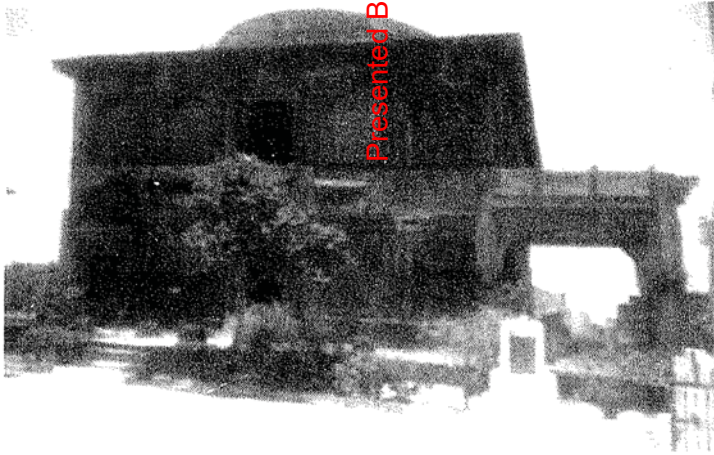
تاریخی شاہ پیر صاحب کی درگاہ جہاں ۱۰ر مئی ۱۸۵۷ کو جیل سے رہا کرائے گئے ۸۰ سپاهیوں کی لوهاروں نے بیڑیاں کاٹی اور انهوں نے میرٹھ کے باشندگان کے ساتھ روزہ افتار کیا

منھ در منھ کھڑے ہو گئے۔

زبردست خاںؔ بھی ان میں سے ایک تھے۔ جنھوں نے واپس آ کر ہاپوڑ کے محاذ پر انگریزوں کا جینا حرام کر دیا تھا۔ ولی داد خاںؔ کو بہادر شاہ ظفرؔ نے ''بلند شہر، علی گڑھ کا صوبہ دار مقرر کیا تو وہ بتاریخ ۲۶ رمئی مالا گڑھ چلے آئے''[28] زبردست خاںؔ نے اس پر آشوب دور میں ''ولی داد خاںؔ کا بھرپور ساتھ دیا اور دتینانہ کے حملہ میں سیکرہ، راج پور اور تو دور پور کے

گوجر دیہات ان کے ہمراہ شریک تھے“[29]

انہوں نے ہاپوڑ میں انقلابیوں کی ایسی سربراہی کی جس سے جی۔ٹی۔روڈ پر مکمل غلبہ حاصل کرلیا،اب میرٹھ سے آگرہ تک کا راستہ باغیوں کے ماتحت آ گیا۔ انگریزوں کو ٹیلی گراف سے بھی محروم کردیا۔

"the posts and wire of the Telegraph had been entirely removed between Hauppur and Boolundshhur" [30]

ولی داد خاں اور زبردست خاں نے ہاپوڑ میں انگریزوں پر حملہ کرنے کی حکمت عملی بنائی مگر انگریزوں کے ہم پیالہ ”بھٹونہ کے جاٹوں“[31] کے سبب وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوسکے ہاپوڑ میں ”مجاہدین کی سرتابی کے لئے انگریز افسر ولیمس کو آنا پڑا“[32] اس نے ہاپوڑ میں تعینات ولسن اور مخبر ”بھوپ سنگھ تیاگی کی مساعدت سے ہاپوڑ کی شورش کو دبانے میں کامیابی حاصل کی بھوپ سنگھ تیاگی زبردست خاں کا سب سے بڑا رقیب تھا وہ انگریزوں کی گود میں جا بیٹھا اس نے زبردست خاں کی کوئی تدبیر کارگر ہونے نہیں دی۔“[33]

Zabardast Khan,Walidad Khan's Meerut ally, was a muslim tyagi;Bhup Singh, Zabardast's Hindu Tyagi rival,threw in his lot with the British"[34]

”بھوپ سنگھ تیاگی عرف بھوپا نے زبردست خاں،الفت خاں اور ان کے رفیقوں کو انگریزوں کے ہاتھوں گرفتار کرانے میں اہم رول ادا کیا“[35] فاسٹ ٹریک کورٹ نے ”ان تمام مجاہدوں“[36] کو بغاوت کے عصیان میں طے شدہ سزائے موت سنائی۔

زبردست خاں اپنے نام کے مترادف لحیم شحیم تھے۔ جب ”۱۴/ستمبر ۱۸۵۷ کو انہیں پھانسی دی گئی تو قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ تین مرتبہ ریشم سے بنی پھانسی کی ڈوری ٹوٹ ٹوٹ

گئی تو اس منظر کو دیکھ کر انگریز افسر ولسن (Wilson) حیرت زدہ رہ گیا اور زبردست خاں کو زندہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ان کو تختہ دار سے اتار دیا گیا اور پانی مانگنے پر پانی پلانے کا حکم دیا مگر انگریزی مخبروں نے اس پر برہمی کا اظہار کیا کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ اگر اس جانباز کو موت کی سزا نہیں دی گئی تو وہ ان کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔اس بات کو ولسن نے بھی تسلیم کیا جب چودھری زبردست خاں پیاس بجھا رہے تھے تب اس نے انہیں اپنی بندوق کا نشانہ بنایا“[37] چودھری زبردست خاں وطن کی حرمت پہ قربان ہو گئے ”انگریزی آفیسر نے ساتھ ہی یہ بھی آرڈر کیا کہ زبردست خاں کے خاندان میں جتنے بھی مرد جوان بوڑھے یا بچے ہوں سب کو لاکر پھانسی دے دی جائے کوئی بھی مرد زندہ نہ چھوڑا جائے اور تمام جائداد ضبط کرلی جائے“[38] اس حکم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے برٹش حکام نے زبردست خاں کے خاندان کے دوسرے ارکان کی دھڑ پکڑ شروع کردی۔ جن میں بیٹے امجد خاں کو انگریز افسران نے پکڑنے میں کامیابی حاصل کی اور ”امجد خاں بھی والد کی طرح آزادی کی تمنا لئے شہید ہو گئے۔

مگر امجد خاں کے پانچ سالہ بیٹے عبداللہ خاں کو عبدالرحمان کشمیری (خادم) نے انگریز ظالموں کی نگاہوں سے بچانے کے لئے پوری دوڑ دھوپ کی۔ وہ ہاپوڑ سے عبداللہ خاں کو لے کر گڑھ مکتیشور چلے گئے وہاں بھوسے کے بنگے میں جا چھپے۔ دو تین روز چھپے رہنے کے بعد چھپتے چھپاتے کسی طرح اپنے وطن کشمیر پہنچے۔ وہاں عبداللہ کی پرورش میں والدین کی ممتا کا احساس نہ ہونے دیا اور ایل۔بی۔ تک تعلیم پوری کرائی بعد ازیں بستر مرگ پر عبدالرحمان نے عبداللہ خاں کو بتایا۔تمہارے دادا اور والد کو انگریزی سرکار نے بغاوت کے الزام میں ہاپوڑ میں پھانسی دے کر ان کی تمام املاک قرق کر لی تھی۔عبداللہ خاں میرٹھ آئے اور وکالت شروع کی۔“[39] ہاپوڑ میں اپنے پیشہ کی قابلیت سے اپنی ضبط شدہ جائداد حاصل کی۔ ہاپوڑ جس پیپل کے درخت پر زبردست خاں کو پھانسی پر لٹکایا گیا تھا وہاں آج ٹیلی فون ایکسچینج ہے۔

۱۹۷۶ میں زبردست خاں کے پرنواسے فصیح چودھری اور کیلاش آزاد نے بھولہ ناتھ

تیواری پانڈے (ڈی۔ایم) کے تعاون سے میلہ کی شروعات کی۔ ''جو ہر سال ۱۰رمئی سے شروع ہوکر لگ بھگ ایک ماہ چلتا ہے۔ یہ پورے ملک میں اپنی نوعیت کا سب سے منفرد میلہ ہے جو شہید زبردست خاں، الفت خاں اور ان کے ساتھیوں کی یاد میں لگتا ہے اور میلہ میں شرکت کے ۱۰رمئی کی گزیٹیڈ چھٹی کا اعلان بھی کیا گیا تھا۔''[40]

شہیدوں کی چتاؤں پر لگیں گے ہر برس میلے وطن
پر مرنے والوں کا یہی باقی نشاں ہوگا

☆☆

اشاریات

ا۔ڈاکٹر شکیل احمد خان مدیر نہرو یوا سندیش (ماہنامہ) نئی دہلی مارچ ۲۰۰۷ صفحہ ۱۷

۲۔ Eric Stokes The Peasant Armed Clarendon Press (Oxford) London 1986 page 160

۳۔مرغوب تیاگی ولد سعید اللہ محلّہ بھنڈا پٹی ہاپوڑ سے انٹرویو ۲۰۰۹/۳/۶

۴۔ویریندر سنگھ عمر ۶۰ سال تگا سرائے ہاپوڑ تاریخ ۲۶/۵/۱۰

۵۔مرغوب تیاگی ولد سعید اللہ محلّہ بھنڈا پٹی ہاپوڑ سے انٹرویو ۲۰۰۹/۳/۶

۶۔آچاریہ چتر سین سونا اور خون راجپال اینڈ سنس کشمیری گیٹ دلی ۲۰۰۷ صفحہ ۶۷

۷۔مرغوب تیاگی ولد سعید اللہ اور فصیح چودھری ولد مسیح الزماں سے انٹرویو ۲۰۰۹/۳/۶ ہاپوڑ

۸۔موہن داس نمیشائے نیل کمل پرکاشن نئی دہلی ۲۰۰۶ صفحہ ۴۱

(نوٹ) ان کارخانوں میں جو یہ کارتوس بن رہے تھے۔ان کے لئے گریس اور چربی کی سپلائی کا ٹھیکہ ایک بنگالی براہمن کو دیا گیا تھا، یہ براہمن ٹھیکہ دار بھیڑ بکری کی مہنگی چربی نہ لیکر سور اور بیلوں کی سستی چربی سپلائی کرتا رہا تھا اور اسی کا استعمال ان کارتوسوں میں ہوتا رہا تھا۔'' اچاریہ چتر سین سونا اور خون راجپال اینڈ سنس کشمیری گیٹ دلی ۲۰۰۷ صفحہ ۲۲۷)

۹۔سید محمد میاں علماء ہند کا شاندار ماضی کتابستان۔ایم برادرس قاسم جان دہلی ۱۹۸۵ صفحہ ۸۴ تا ۸۵

۱۰۔ پنڈت کنہیالال محاربہ عظیم عفیف آفسیٹ دہلی ۲۰۰۸ صفحہ ۱۶

۱۱۔ایضاً صفحہ ۲۴

۱۲۔غلام رسول مہر ۱۸۵۷ علمی پرنٹنگ پریس لاہور صفحہ ۶۲ تا ۶۳

Presented By: https://jafrilibrary.com

۱۳۔ باغی میرٹھ روحانی اتحاد کمیٹی آزاد پریس شوراب گیٹ میرٹھ ۱۹۵۷ صفحہ ۱۸

۱۴۔ Narrative of Event North Western Provinces.Meerut
regarding the mutiny 1857-58 Deposition No.14 Page 311

۱۵۔ J.A.B.Palmer The Mutiny outbreak At Meerut in1857
Cambridge University Press London 1966 Page 62 to 63

۱۶۔ محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ شمس المطابع دہلی ۱۹۰۴ صفحہ ۳۹۴

۱۷۔ باغی میرٹھ روحانی اتحاد کمیٹی میرٹھ آزاد پریس شوراب گیٹ میرٹھ ۱۹۵۷ صفحہ ۲۵

۱۸۔ Esha Basanti Joshi Meerut Gazette Govt.Press
Allahabad 1965 Page 50

۱۹۔ J.A.B.Palmer The Mutiny outbreak At Meerut in1857P. 70

۲۰۔ Ibid Page 70

۲۱۔ Deposition No.56 Page 337

۲۲۔ خواجہ حسن نظامی دہلی کی جانکنی نور فائن لیتھو پریس دہلی اپریل ۱۹۲۵ صفحہ ۲۰

۲۳۔ ہندوستان (ہندی روزنامہ میرٹھ) ۱۰ مئی ۲۰۰۷ صفحہ ۴

۲۴۔ باغی میرٹھ روحانی اتحاد کمیٹی میرٹھ آزاد پریس شوراب گیٹ میرٹھ ۱۹۵۷ صفحہ ۲۶

(نوٹ) تیسرے گھوڑسوار رسالہ کے تقریباً پانچ گھنٹے بعد گیارہ اور بارہ رجمنٹ کے سپاہ جنون میں پیدل
ہی پوری رات چل کر دلی پہنچے' ڈاکٹر امیت پاٹھک لیونگ ہسٹری صفحہ ۱۷۲)

۲۵۔ ہندوستان (ہندی روزنامہ میرٹھ) ۱۰ مئی ۲۰۰۷ صفحہ ۴

۲۶۔ سید مولانا محمد میاں علماء ہند کا شاندار ماضی ر ۱۹۸۵ صفحہ ۸۹

۲۷۔ شاہدا ے چودھری آل انڈیا ملی کونسل ۱۹۹۷ صفحہ ۱۶

۲۸۔ لچھمن سنگھ کیفیت بلند شہر قلمی نسخہ صفحہ ۵۹

۲۹۔ Eric Stokes The Armed Peasant Clarendon Press

Oxford 1986 Page160

۳۰۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) Pages 40

۳۱۔ R.H.W.Dunlop Service and Adventure with The Khakee
Ressalah R.Clay Printer London 1858 Page 51 to 52

۳۲۔ Esha Basanti Joshi Meerut GazettePage 56

۳۳۔ فصیح چودھری سے انٹرویو ۶/۳/۲۰۰۹ ہاپوڑ اور اریک اسٹوک صفحہ ۱۶۰

۳۴۔ Amaresh Misra War Of Civilisations Rupa & Co N.Delhi
2008 P942

۳۵۔ فصیح اور مرغوب تیاگی سے انٹرویو ۶/۳/۲۰۰۹ ہاپوڑ

۳۶۔ ایضاً ۶/۳/۲۰۰۹ ہاپوڑ

۳۷۔ فصیح چودھری ولد مسیح الزماں عمر ۵۳ سال ۳۱۸/ آواس کالونی بلند شہر روڑ ہاپوڑ ۶/۳/۲۰۰۹

۳۸۔ ایضاً ۶/۳/۲۰۰۹

۳۹۔ فصیح چودھری اور مرغوب تیاگی سے انٹرویو ۶/۳/۲۰۰۹ ہاپوڑ

۴۰۔ ایضاً ۶/۳/۲۰۰۹ ہاپوڑ

☆

باب (۶)

شاہ ملؒ

بابا شاہ مل جاٹ

اسے یہ فکر ہے، ہردم نیا طرز جفا کیا ہے
ہمیں یہ شوق ہے، دیکھے ستم کی انتہا کیا ہے

میرٹھ ضلع میں انگریزوں کے لئے سب سے بڑا خطرہ پیدا کرنے والے شاہ مل جاٹ تھے جن سے دہشت زدہ ہو کر برٹش حکام نے ان کے ''سر کو لانے پر ایک ہزار روپے کے انعام''[1] کا اعلان کر دیا تھا۔ انہوں نے انگریزوں کی ناک میں نکیل ڈالنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور جب تک سانس میں سانس رہی میرٹھ ضلع کے پورے مغربی اور شمالی مغربی حصہ میں انگریزوں کو چین کی نیند سونے نہیں دیا۔ شاہ مل جاٹ کی پیدائش ایک عام کسان امی چند کے گھر ۱۷۹۷ میں ہوئی، ماں کا نام دھنو تھا۔ امی چند جاٹوں کے سب سے چھوٹے گروپ ''تومر گوتر''[2] سے تعلق رکھتے تھے۔ شاہ مل امی چند کے تین لڑکوں میں سب سے بڑے تھے۔ شاہ مل کو بچپن سے ہی ''کشتی اور گھوڑ سواری کا شوق تھا''[3] ان کی دو شادیاں ہوئی تھیں۔ پہلی زوجہ ''راجوتی سے تین بیٹیاں پیدا ہوئیں، دوسری شریک حیات سرجیتوں سے تین لڑکے غریب، دل سکھ اور میدا پیدا ہوئے، دل سکھ کو دلوا''[4] بھی کہتے تھے۔ شاہ مل کا گاؤں بجرول کافی بڑا اور زرخیز تھا۔ انگریزوں کی آمد سے قبل ''یہاں بیگم سمرو کا راج تھا''[5] بیگم سمرو کے ''وزیر خزانہ نے یہاں کے کسانوں کے ساتھ بڑی بے انصافی کی تھی''[6] ۱۸۳۶ میں یہ علاقہ انگریزوں کے زیر انتظام آ گیا۔ انگریز افسر پلائڈ نے کسانوں

کو کچھ راحت تو دی مگر مال گزاری میں اضافہ کر دیا۔"[7]

شاہ مل کی گنتی گردو پیش کے بڑے زمینداروں میں ہوتی تھی۔ جس کے سبب علاقائی انتظامیہ سے ان کی ناچاقی روزانہ کا معمول تھا۔

شاہ مل کی برٹش مخالف سرگرمیاں ابتدا میں علاقائی سطح پر تھی مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وسیع ہوتی گئیں۔ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ کو "پرانی جیل قیصر گنج سے ۷۲۰ اور نئی جیل وکٹوریہ سے ۸۳۹"[8] چھوٹے قیدیوں میں سے بیشتر شاہ مل کے گاؤں پہنچے"[9] اور انہوں نے ان کو انقلاب کے سمندر میں اترنے کو آمادہ کیا۔ اس طرح انقلابی قیدی گوجر شاہ مل کے سب سے پہلے ساتھی بنے۔

شاہ مل میں ایک اچھے قائد بننے کی ساری صلاحتیں پہلے سے ہی موجود تھیں جو اس موقع پر مزید نکھر کر منظر عام پر آئیں۔ ان کے پرچم تلے تقریباً "۵۰۰۰ انقلابی جمع ہو گئے تھے جس میں زیادہ تر گوجر (ہندو و مسلم) تھے۔ ان میں میرٹھ جیل سے بھاگے دو سو خونخوار گوجر قیدی بھی شامل تھے"[10] جو ان کے ایک اشارے پہ اپنی جان نچھاور کرنے کے لئے تیار تھے۔

چونکہ تحریک آزادی تمام اہل وطن میں اتحاد و اتفاق قائم کی متقاضی تھی اس لئے "(مسلم تیاگی) بسودھ اور چوپڑا گاؤں نسلی عداوت کو بھلا کر شاہ مل کے مورچہ میں شامل ہو گئے"[11] اس کے برعکس "بڑوت کے (رتن سنگھ) مہر سنگھ ساکن محلہ پٹی نے جماعت سنگھ سے مل کر انگریزوں کا ساتھ دیا اور انقلابی گوجروں سے بابو گڑھ ڈپو کی حفاظت کی"[12] ان کے علاوہ "سیکٹر مجسٹریٹ دلیپ سنگھ (بڑوت) عرف دولہ جاٹ نے بھی جہد و جہد آزادی کو دبانے میں زمین و آسمان ایک کر دیا"[13]

انقلابی چودھری گلاب سنگھ، اچل سنگھ عرف اچلو دادا اور شاہ مل "ان تینوں کے درمیان بڑے قریبی تعلقات تھے، ان میں چودھری گلاب سنگھ مڈل پاس تعلیم یافتہ تھے"[14] ان شخصیات کے رابطہ میں آنے کے بعد "سانول پوری طرح تحریک آزادی کی طرف راغب ہو گئے"[15] سانول کو دنیا کے سامنے مجاہد بابا شاہ مل جاٹ کے نام سے روشناس کرانے میں

ان کے دوستوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ "بتاریخ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ کو باغپت کے "بمقام گڑھی نیالی گاؤں میں ۲۸ قریہ جات کی پنچایت چودھری گلاب سنگھ گوجر ساکن نیالی ضلع (باغپت کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں خصوصاً اچل سنگھ عرف اچلو دادا (نیروج پور گوجر) مٹھل سنگھ (بلی) مادھو سنگھ گوجر (نیالی) اور شاہ مل جاٹ نے حصہ لیا"[16] جس میں حالات حاضرہ پر روشنی ڈالی گئی اور انگریزوں سے ملک کو آزاد کرانے کے لئے کون کون سے قدم اٹھانے چاہیں ان امور پر قیل وقال ہوئی۔ جلسہ میں سروکھاپ پنچایت سینا"[17] تشکیل دی گئی۔ جس میں رہنما کی حیثیت سے باتفاق رائے "بابا شاہ مل جاٹ کے نام پر رضامندی ہوئی اس توقع کے ساتھ کہ جاٹ برادری کے لوگ انقلابی مہم میں زیادہ سے زیادہ جڑیں گے اور اس طرح "شاہ مل کو گوجروں کے راجہ کا لقب حاصل ہو گیا"[18] گلاب سنگھ گوجر، دادا اچل سنگھ گوجر، مادھو سنگھ گوجر اور مٹھل سنگھ گوجر وغیرہ سروکھاپ سینا کے سپہ سالار منتخب کئے گئے"[19]

"The zamindar of Bijroul.Shah Mull,alias Maho Sing.having plundered the town and tehsil of Baroute(Baraut).having plundered the Bazaar of Baghput"[20]

شاہ مل جاٹ نے "جہان پور کے گوجروں کو اپنے ساتھ لے کر بڑھانہ تحصیل پر دھاوا بول کر سارا خزانہ لوٹ لیا"[21] جس سے آس پڑوس میں دھاک جم گئی۔ اب ان کا اگلا ہدف دلی میں انقلابیوں کی دست گیری کا تھا۔ بابا شاہ مل نے مجاہدین سے ربط وضبط پیدا کر کے نہ صرف اپنی قوت کو بڑھایا بلکہ اس نازک گھڑی میں دلی کا پورا ساتھ دیا۔ "شاہ مل نے بلوچ پور کے بلوچی نبی بخش کے لڑکے اللہ دیا کو اپنا سفیر مقرر کر کے دلی بھیجا تا کہ انہیں انگریزوں کے خلاف لڑنے کے لئے مدد اور فوجی مل سکے"[22] باغپت کے تھانہ دار وزیر خاں نے بھی اسی غرض سے شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کو عرضی بھیجی، باغپت کے نور خاں کے بیٹے مہتاب سے بھی

اس (شاہ مل) کا رابطہ تھا''[23] ان لوگوں نے شاہ مل کو بہادر شاہ ظفر سے متعارف کراتے ہوئے کہا کہ ''انقلابیوں کے لئے یہ بہت معاون ثابت ہونگے''[24] ان کے جذبہ کو دیکھ کر انہیں ''انقلابیوں کا صوبہ دار مقرر کر دیا''[25] اورانہوں نے دلّی کے فیصلے کو بالکل درست ٹھہرایا۔شاہ مل نے انگریزوں کے'' اطلاعاتی مواصلات سسٹم کوٹھپ کرنے کے ساتھ ساتھ علاقہ کو غلّے کی منڈی میں تبدیل''[26] کرکے اجناس وغیرہ دلّی بھیجنی شروع کر دی۔

بقول انگریز افسر :

> ''دلّی کے گھیرے کے وقت عوام اور دلّی گیرسن (Garrison) اسی شخص کی بدولت زندہ رہ سکی۔''[27]

۳/جون ۱۸۵۷ کو انگریزی فوج بریگیڈ رولسن (Wilson) کی کمان میں غازی آباد ہنڈن ندی کے کنارے سے واپس ہو کر میرٹھ ہوتے ہوئے'' باغپت میں کشتیوں ے پل سے جمنا عبور کر کے ہریانہ میں داخل ہو رہے تھے تو شاہ مل جاٹ ،دادا اچل سنگھ گوجر، مادھوسنگھ گوجراور مٹھل سنگھ نے دلّی سے آئے مجاہدین کے تعاون سے چھاپہ مار حملہ کیا''[28] اور ''جمنا ندی پر بنے کشتیوں کے اہم پل کو توڑ دیا''[29] جو کہ میرٹھ اور برٹش فوجی ہیڈ کوارٹروں کو جوڑنے والا تھا۔ اس غیر متوقع حملہ اور جون کی شدید گرمی سے انگریزی فوج بوکھلا گئی اسے کافی جانی و مالی خسارہ اٹھانا پڑا

> "Shah mull is now reported to be about to destroy the bridge over the Hindon which would during the rains interfere materilly with our communication with Head quarters."[30]

جسے ''جنرل برنارڈ (General Barnard) نے راجہ سوروپ سنگھ (جھند) کی فوجی ٹکڑی کی مدد سے پھر بنا دیا''[31] جس سے انگریزوں کی آمد و رفت کا راستہ دوبارہ بحال ہو سکا۔شاہ مل نے ''جمنا نہر پر واقع شعبہ آبپاشی کے ایک افسر کے بنگلے کو اپنی کچہری بنایا''[32]

آس پاس کے تمام دیہاتوں نے انہیں اپنا لیڈر تسلیم کر لیا اور مال گزاری ادا کرنے لگے۔

کوئی بھی جنگ جیتنے کے لئے اپنے حریف کے متعلق پوری معلومات کا ہونا بہت لازمی امر ہے۔اسی لئے ایک جاسوسی محکمہ قائم کیا جس کے گماشتہ ''رات میں گاؤں گاؤں گھوم کر شاہ مل کے لئے اطلاعات جمع کرتے تھے''[33]

مٹھل گوجر جو سروکھاپ سینا کے سپہ سالار تھے۔''انہوں نے ۸۰۰/ گبریلے گوجروں کی قیادت کرتے ہوئے باغپت پر حملہ کیا۔ وہاں کے باشندوں نے گوجر انقلابیوں کی مزاحمت کی۔ جامنّی نامی شخص کے بھالے سے مٹھل گوجر زخمی ہو گئے''[34] انہیں زخم آلودہ دیکھ گوجروں نے انتقام کی آگ میں بھڑک کر ایسے وار کیے کہ مخالفین کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ان مجاہدوں نے باغپت کو لوٹ لیا اس کاروائی میں ''نیبالی گاؤں کے اطراف واکناف کے ۲۸/دیہاتوں نے حصہ لیا''[35] شاہ مل نے کچھ انگریز میموں کو پکڑ کر داہ جتوائی تھی ۔جب برٹش خواتین کی تلاش شروع کی گئی تو رمالا کے جسّی چوہان نے انگریز افسران کو بتایا کہ میمیں شاہ مل کے پاس ہیں۔اس مخبری پر جسی چوہان کو پانچ ہزار بیگھہ زمین آصف پور کھیڑی میں دی گئی''[36]

میرٹھ ضلع کلکٹر ڈنلپ (R.H.Dunlop) نے ۲۸/جون کو جنرل ہویٹ (Hewitt) کو لکھتے ہوئے باغپت بڑوت کی لوٹ واغوا اور باغپت میں ہنڈن ندی کے پل کی مسماری کے لئے گوجروں کو مورد الزام ٹھہرایا اور شاہ مل جاٹ کو صرف نام نہاد موہرا بتایا۔

> "The inherent loyalty of the sturdy Jat cultivating communities,that he ignored the significance of the fact that Shah mal was a Jat belonging to the small Mawi got"[37]

لیکن میرٹھ میں دلّی کے سیاسی ایجنٹ گرتھیڈ (Greathed) نے فوراً اس کی تنقید کی اور ڈنلپ کی باتوں کو سرے سے خارج کیا :

Presented By: https://jafrilibrary.com

"Shahmul.He was an insurge when the country belonged to Begum Sumroo,and had not forgotten his old tricks,and though far advanced in years,became at once the acknowledged leader of the disaffected." [38]

واقعات کوقلم بند کرنے والے سرکاری اہل کار کے مطابق :

" A man of previous bad character'who at this commenced his career by seizing 500 head of laden cattle,travelling with merchanndize through the country,and proceeded to collect escaped convicts,and the worst of his own brotherhood, to form a gang for more daring exploits"[39]

ان تمام باتوں کے مدنظر ڈنلپ اعلیٰ حکام کومتاثر نہ کرسکااور اس کا گوجروں و جاٹوں کو آپس میں دست وگریباں کا سارا خواب خاک میں مل گیا۔

شورش دبانے کے لئے رابرٹ ڈنلپ نے ایک خاکی رسالہ والنٹیر تنظیم قائم کی''[40] جس کے لئے ''اسوڑا ریاست کے مالک چودھری ہردیال سنگھ تیاگی''[41] نے پورا تعاون دیا۔ جوخاکی وردی ہونے سے خاکی رسالہ کے نام سے عوام الناس میں مشہور رہوا۔

ویسے تو پورا خطہِ دوآبہ آب پاشی شدہ نم اور زرخیز ہے مگر جغرافیہ نقطہ نظر سے بسودھ کو دلّی کی رسد کی سپلائی کے لئے سب سے موضوع جگہ تسلیم کیا گیا لیکن بسودھ والوں کو یہ بہت مہنگی پڑی جس کی قیمت وہاں کے سنیکڑوں لوگوں کو اپنی جان کا نذرانہ دیکر چکانی پڑی۔

نواحی دیہاتوں سے اناج دستیاب کرکے بسودھ گاؤں کی جامع مسجد کے احاطہ میں

جمع کیا جاتا تھا جو انقلابی ''سردھنہ سے مغربی جمنا نہر سے گزر کر دلّی پہنچتے تھے، ان کا بسودھ کے لوگ ہر ممکن سہولت، کھانے پینے اور ٹھہرانے کا خاص انتظام کرتے تھے۔''[42] شاہ مل، اچل سنگھ وغیرہ انقلابی بسودھ میں پناہ لیکر دیہاتیوں کو ہمارے خلاف مشتعل کررہے ہیں''[43] علاوہ ازیں ٹوہیا نول سنگھ سے رابرٹ ڈنلپ کو معلوم ہوا کہ ''بسودھ کی جامع مسجد میں ۸۰۰۰رمن خوردنی اشیا کا ذخیرہ اور اس کے نیچے گولہ بارود بھی چھپا ہوا ہے جو دلّی بھیجا جانا ہے''[44] ڈنلپ کو یہ بھی خبر ملی کہ ''شاہ مل اور اس کے ساتھی مسلمان موضع بسودھ میں فروکش ہیں اور اگلے روز دولہ پر یلغار کرنے والے ہیں''[45] اس لئے ڈنلپ (Dunlop) نے ہیڈکوارٹر سے اجازت لے کر پہلی مرتبہ صرف گوری پلٹن ''کرنل سر ولسن (Sir Archdale Wilson) کی قیادت میں ۵۰رگھوڑسوار، ۴۰رکنگ رائل رائفلس سپاہی، دوتوپیں، ۲۰رسلح پوش موسیقی کار اور ۲۷رنجیب سے لیس''[46] انگریزی فوج بسودھ بھیجی۔ جس نے ۱۶رجولائی ۱۸۵۷کو رات ۲ربجے میرٹھ سے چل کر ڈوڈا ہیڈا ہنڈن ندی پر بسیرا کیا''[47] دولہ کے چودھری (نول سنگھ) نے انگریزی سپاہ کی رہنمائی کی''[48] اس حملہ کی جانکاری پہلے ہی بسودھ کے باشندوں کو خفیہ ذرائع سے مل چکی تھی۔ اس لئے انہوں نے تمام خواتین اور بچوں کو محفوظ مقامات پر منتقل کردیا۔ ''شاہ مل اور ان کے ساتھی رات کے اندھیرے میں ہی یہاں سے نکل گئے''[49] ہاتھ میں آئے شکار کے نکل جانے سے ڈنلپ پر جو ناامیدی اور پژمردگی طاری ہوئی اس کا اظہار ان جملوں سے بخوبی ہوجاتا ہے۔

Sah Mull had lost heart,thinking that the nu-" -mber with him, though as ten to one of our party,were not able to cope with the dreaded feringhees"[50]

لیکن قائد کے جانے سے بھی بسودھ والے ہمت نہ ہارے کیونکہ یہ شمشیرزن پیٹھ دکھانے والوں میں سے نہیں تھے۔ انہوں نے ان سخت گھڑیوں میں پوری شدت سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

انگریزوں سے معارض ہونے کی ٹھانی۔ علی الصباح ۱۷ر جولائی کو یہ فوج ڈولہ گاؤں پہنچ کر مشرقی جمنا نہر کے کنارے چلتے ہوئے بسودھ پہنچی، جہاں جاتے ہی سیدھے جامع مسجد پر حملہ کردیا، یہاں موجود لوگوں نے لاٹھی، ڈنڈے، بلم اور فرسوں سے راسخی کے ساتھ مقابلہ کیا"[51] جامع مسجد کی سیدھی لڑائی میں بڑی تعداد میں مرد اور "دلّی سے آئے دو غازی لڑتے ہوئے شہید ہوئے"[52] مسجد میں اناج کے زبردست احتکار کو ضبط کرلیا۔ "یہ ذخیرہ اتنا
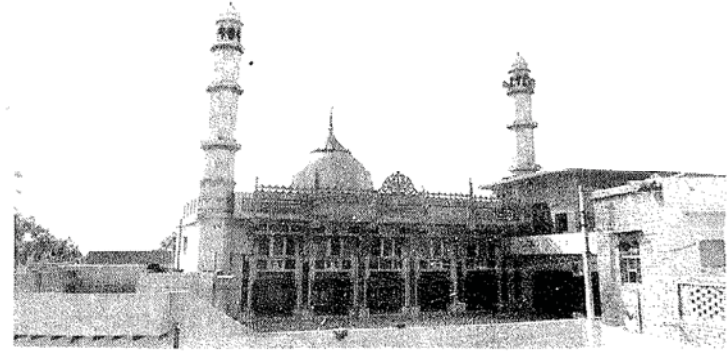
بسود کی تاریخی جامع مسجد جہاں دهلی
بهیجنے کے لئے غلہ اکٹھا کیا جاتا تھا

تھا کہ فوج کی تمام لاریاں اس کا فقط ایک ہی حصہ ڈھو سکتی تھیں"[53] غلہّ کو انگریزوں نے نذرِ آتش کرنے کی کوشش بھی کی مگر نمی ہونے کی وجہ سے وہ آگ نہ پکڑ سکا۔ "انگریزی ٹکڑی کینن (Canan) کی کمان میں دس گھوڑسوار چھوڑ کر بسودھ سے باہر نکل گئی۔ ساکنان بسودھ نے جب اپنے عزیز و اقارب کی نعشوں کو دیکھا تو وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور بدلے کی آگ میں جھلس کر ڈاکٹر کینن اور دس گھوڑسوار کو موت کی نیند سلا دیا"[54] تو "واپس جارہی گورہ پلٹن نے قصاص لینے کے لئے دوبارہ آکر حملہ بول دیا۔ بسودھ کے ساونت جوانوں نے پیٹھ نہ دکھا کر ۱۰ر گھنٹے طویل مقابلہ آرائی کی"[55] درندہ صفت فرنگیوں

نے تالاب میں چھپی خواتین اور معصوم بچوں کو بھی نہیں بخشا اور انہیں وہیں گولیوں سے بھون دیا"[56] جو آج بھی خونی تالاب کے نام سے مشہور ہے۔ پورے گاؤں پر اپنا قہر برپا کر اس کو تہس نہس کردیا، دوسری مرحلہ کی لڑائی میں "۱۸۰ر جانباز شہید ہوئے"[57] انگریزوں کا جور و جفا یہیں نہیں تھا بلکہ بسودھ کو آگ لگا کر اپنا انتقامی جوش ٹھنڈا کیا"[58] انگریزوں نے ایک نام لیوا و پانی دیوا بھی نہ چھوڑا۔ اس دلگداز منظر کے بارے میں ضلع مجسٹریٹ ڈنلپ لکھتا ہے:

> "All men,therefore,able to carry arms were shot down or put to the sword,and their residences burnt.The only prisoners taken,some fifteen in number,were ordered out of camp and executed in the evening,by order of the Military Commandant of the expedition" [59]

انگریزی جیش بربریت کا مظاہرہ کر کے ڈولہ گاؤں چلی گئی۔ شہیدوں کا "بسودھ کی بہادر عورتوں نے صبر و تحمل کے ساتھ گاؤں کے تالاب میں اجتماعی سپردِ خاک کیا"[60] بسودھ سانحہ کی خبر کو چوراسی دیس کھاپ دیہاتوں میں انقلابیوں نے رات میں ہی الم نشرح کر دیا کہ جو لڑنا چاہتا ہے وہ شاہ مل کے گروہ میں شامل ہو جائے:

> "He (Sah Mull) would meet the pale-faced invaders of his territory on the morrow,and annihilate the entire party,or die in the atte-mpt."[61]

شاہ مل شاہ دِلّی کے آگے بھی دامن گیر ہوئے تو ان کی التجا کو التماس پذیر کرتے

ہوئے ،انہوں نے ''دو رجمنٹ انفینٹری، ایک کویلری اور چار توپیں بھیجی''[62] انگریزی فوج دیولا گاؤں سے آدھی رات کو ہی نکل گئی تھی چنانچہ ۱۸ر جولائی کو جب'' دلّی سے آئی فوج دیولا پہنچی تو اسے دیولا یا اس کے اطراف میں انگریزی فوج نہ ملی تو وہ غازی الدین نگر (غازی آباد) ہو کر واپس ہوگئی[63] بعد ازیں انگریزوں نے ''بسودھ میں کچھ عرصہ تک لوگوں کی گرفتگی کر کے کولہو میں بھی پلوانے کا کام رواں رکھا''[64]

جولائی میں انگریزوں نے شاہ مؔل سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے تگ و دو تیز کردی مگر شاہ مؔل بھی تال ٹھونک چکے تھے۔ انگریزی فوج کی حصار بندی کے لئے ''تقریباً ۲۰۰۰ عزیز و اقارب اور حامی ہدوانی میں آگے بڑھے''[65] تو انگریزی فوج نو دو گیارہ ہوگئی۔

"The whole country was rising; native drums, the signal to the villagers to assemble,were being beaten in all directions and crowds were seen moving up to the gathering place ahead " [66]

شاہ مؔل، دادا اچؔل سنگھ گوجر اور مادھؔو سنگھ چپ و راست کے گاؤں کو پوری طاقت سے انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے لئے زمین ہموار کر رہے تھے۔ اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے جب دادا اچؔل سنگھ گوجر نے'' ۱۷ر جولائی ۱۸۵۷ کو تالاب کے کنارے نزد پرانی تحصیل باغپت میں ایک میٹنگ کا انعقاد کیا''[67] جس کی خبر انگریزوں کو محرم اسرار دولہہ سنگھ (بڑوت) نے دے دی''[68] سیکٹر مجسٹریٹ دلیؔپ سنگھ عرف دلہ جاٹ نے اچؔل سنگھ کو سب سے بڑا خطرہ بتاتے ہوئے ''ان کا پورا حلیہ یہاں تک کہ ان کی سرخ پگڑی کے متعلق بھی انگریزی دستہ کو بتا دیا تھا''[69] دادا اچؔل سنگھ سرخ پگڑی پہنے'' جلسہ کو خطاب کر رہے تھے''[70] انگریزی فوج نے جائے جلسہ کو گھیر کر گولہ باری شروع کردی۔'' جس کی زد میں آ کر شاہ مل جاٹ بھی زخمی ہو گئے لیکن وہ ورطہ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ دادا اچؔل سنگھ گوجر، مادھو

سنگھ گوجر اور دوسرے انقلابی موقعہ واردات پر ہی توپ کا گولہ لگنے سے شہید ہوگئے''[71]

سر وکھاپ سینا کے سپہ سالار اچؔل دادا اور مادھو سنگھ گوجر کی شہادت سے باغپت میں تحریک آزادی کی دو شمع تو گل ہوگئیں مگر چراغ سے چراغ درخشندہ ہونے کا سلسلہ جاری وساری رہا۔'' دادا اچؔل سنگھ (مسلمان گوجر) کی ۲۷۰۰ بیگھہ''[72] زمین چھین کر'' دلیؔپ سنگھ عرف دولہہ مخبر کو جاسوسی کے صلہ میں دے دی گئی''[73]

''ڈنلؔپ، کرم علی (تحصیل دار) اور دو سپاہیوں کے ہمراہ مغربی کنارے بڑوت کی جانب بڑھا''[74] وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ چوراسی گاؤں اس کے لئے دیدہ دل فرش راہ کئے ہوئے ہیں، لیکن اس کی خوشی زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی جب اسے معلوم ہوا کہ'' چوراسی دیس شاہ مؔل کے ساتھ مل کر ان پر حملہ کریں گے''[75] ان کے بھتیجے بوگڈا (بھگت) کے وار سے بال بال بچا ڈنلؔپ بھاگ کھڑا ہوا''[76] مگر بھگؔت نے بڑوت تک اس کا پیچھا کیا۔

بڑوت میں'' انگریزی فوج پر گھروں کی چھتوں سے فائرنگ کر کے استقبال کیا گیا۔ یہاں انقلابیوں کی رہبری ایک بزرگ سکھ (مولت پور) کر رہا تھا''[77]

باغپت میں بڑے تالاب پر ہوئی فائرنگ سے پاؤں میں گولی لگنے سے زخمی شاہ مؔل جاٹ'' بڑوت کے جنوب میں بڑکا گاؤں کے بہانامی جنگل میں آرام فرما رہے تھے''[78] ان کے ساتھ'' تقریباً ۲۰۰۰ر صارم تھے''[79] شاہ مؔل کی کاروائیوں سے پریشان حال'' ڈنلؔپ کلکٹر'' بہ ذات خود بڑوت کے باہر ایک باغ میں موجود تھا''[80] میجر ولیمؔس کی کمان میں انگریزی فوج کے'' ۶۰ر رائفلس سپاہی نے جنگل کو گھیر لیا''[81] شاہ مؔل اور حامیوں نے انگریزی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ شاہ مؔل کی شمشیر براں جدھر چلتی ادھر دشمنوں کے ڈھیر لگا دیتی مگر انگریزی قراول دستہ کی بے دریغ فائرنگ کا ہندوستانی وطن پرستوں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ دونوں جوانب سے کافی جانی نقصان ہوا۔ انگریزوں کی نگاہ دوآبہ کے اپنے حریف شاہ مؔل کو ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ فرنگیوں کے حصار میں پھنس چکے تھے۔'' یہ'' قریب ہی مکئی کی پولیوں میں جا چھپے۔ وہاں اپنے جانوروں کو چارا چرانے والے چرواہے کی نشاندہی پر[82] ان

کو" پکڑنے کے بعد اے۔ٹونوچی (A.Tonnochy) نامی انگریز نے دیسی سپاہی کی مدد سے ہلاک کردیا۔"[83] سر کی شناخت کرم علی سے کرائی گئی۔ان کا سر قلم کرکے عوام میں نہیب پیدا کرنے کے لئے اس کو ایک بھالے کے اوپر ٹانگ کر" نمائش کی گئی۔"[84] شاہ مل کی شہادت کے بعد آگے کی ترتیب اور ان کا سر چھیننے کے لئے ایک خفیہ میٹنگ ہو رہی تھی ،اس کی خبر لکھا سنگھ نے انگریزی آقاؤں کو فوراً دی تو انگریز افسران نے اس میں شامل مندرجہ ذیل ۳۲ رلوگوں کو حراست میں لیکر پھانسی پر چڑھا دیا۔"[85]

نمبر شمار	شہیدوں کے نام
۱	موہن لال (شاہ مل کا بھائی)
۲	دل سکھ (لڑکا)
۳	بھاگ مل (بھتیجہ)
۴	راج روپ
۵	دھرما
۶	داتارام
۷	سندرا
۸	منوہر
۹	دیش راج
۱۰	ڈھولہ
۱۱	بندرا
۱۲	بھوپہ

۱۳	بھوجہ
۱۴	دل سکھ (نائی)
۱۵	شوشی
۱۶	سالک (بھگت)
۱۷	سالک (بھوگڈیا)
۱۸	سالک (بھگت)
۱۹	لوکو
۲۰	کیول
۲۱	بادام پنڈت
۲۲	ڈالی (جوگی)
۲۳	چوٹی والا
۲۴	دیوی سنگھ (ہری جن)
۲۵	نیچہ (بالمیکی)
۲۶	روپ رام
۲۷	دیوانہ (بڑھئی)
۲۸	غریب
۲۹	لکو
۳۰	رام دھن
۳۱	تھولہ
۳۲	عزت

لکھا سنگھ کو اس خفیہ گیری کے عوض میں بجرول گاؤں کی نمبرداری اور ۳۲ پھانسی پہ لٹکائے گئے لوگوں کی جگہ بھی اسے دی دے گئی۔ لجا رام نے شاہ مل کے بعد حریت پسندوں کی قیادت سنبھالی'' [86]

خاکی رسالہ نے اسی رات شمال مشرق میں ہنڈن ندی کے تنکنائے واپس راہ پکڑی اور علی الصباح ۱۹ر جولائی برناوہ پہنچی، جہاں تومر جاٹوں، گوجر اور دیگر انقلابیوں نے بابا شاہ مل کا سر چھیننے کے لئے خاکی رسالہ پر حملہ کر دیا'' [87] اس ''انقلابی گروپ کی رہنمائی چوھری گلاب سنگھ، شاہ مل کا بھتیجا بوگلا رام اور پوتا سجہ مل کر رہے تھے'' [88] جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد بیشتر مجاہدین نے اعتزال ہونے ہی میں اپنی خیر و عافیت سمجھی۔ ''چودھری گلاب سنگھ اور دیگر مجاہدین آگرہ کی جانب چلے گئے۔'' [89] گلاب سنگھ کی آگے کی زندگی آج بھی ہند کے تاریخ دانوں کے لئے سوالیہ نشان بنی ہوئی ہیں۔

اس طرح شاہ مل جاٹ، دادا اچل سنگھ، چودھری گلاب سنگھ اور میٹھل سنگھ کی انگریزوں کو ملک سے خروج کرنے کی ساری محنت دلیپ سنگھ، کرم علی، نول سنگھ، رتن سنگھ، لکھہ سنگھ، جسی چوہان اور موہر سنگھ نے رائیگاں کر دی اور انگریزوں کو ۹۰ رسال تک مادر وطن کو محکوم بنانے کا موقع فراہم کر دیا۔

وطن کے سرفروش ہیں، وطن کے جاں نثار ہیں
نہیں ہے اپنا پاس کچھ وطن کے پاس دار ہیں
(وقار انبالوی)

☆☆

اشاریات

ا۔ ڈاکٹر وشوامترا اپادھیائے سن ستاون کے بھولے بیسرے شہید (حصہ دوم) ویزول انٹر پرائز دہلی اگست ۱۹۹۰ صفحہ ۱۲

۲۔ چودھری وجیندر سنگھ ولد بلوان سنگھ ساکن بجرول گفتگو ۱۰/۶/۱۳

۳۔ چودھری وجیندر سنگھ ولد بلوان سنگھ، چودھری لیش پال سنگھ ولد گرور اور چودھری دیویندر سنگھ ۱۰/۶/۱۳

۴۔ چودھری لیش پال سنگھ ولد گرھر ساکن بجرول گفتگو ۱۰/۶/۱۳

۵۔ ایضاً ۱۰/۶/۱۳

۶۔ ایضاً ۱۰/۶/۱۳

۷۔ چودھری وجیندر سنگھ ولد بلوان سنگھ، چودھری لیش پال سنگھ ولد گرھر اور چودھری دیویندر سنگھ ۱۰/۶/۱۳

۸۔ Esha Basanti Joshi Meerut Gazette Govt.Press Allahabad 1965 Page 52

۹۔ Eric Stokes The Peasant Armed Clarendon Press Oxford 1986 Page 168

۱۰۔ Dunlop R.H.W. Khakee Ressalah R.Clay Printer Bread Street Hill London1858 Page 57

۱۱۔ عبدالستار ولد محمد حسین عمر ۴۵ خورشید عالم محمد حنیف عمر ۳۷ بسود کرانتی گرام ۲۰۱۰/۵/۲۸

۱۲۔ S.A.A.Razvi Freedom Struggle In U.P. Vol.(V) Page 109

۱۳۔ شیام سنگھ ولد جناب ہری چند عمر ۴۷ نیروج پور گوجر ضلع باغپت ۲۰۱۰/۵/۲۸

۱۴۔لکھپت سنگھ ولد نیادر سنگھ عمر ۹۳ نیبالی ضلع باغپت ۲۸/۵/۱۰ (بقول لکھپت سنگھ) تحصیل دار کرم علی نے چودھری گلاب سنگھ سے کہا کہ اگر تم شاہ مل کا ساتھ چھوڑ دو اور اسے پکڑوا دو تو تمہیں نیبالی ، پیڈا، بسودھ، بلوچ پورا اور غوث پور کا زمیندار اردیا جائے گا مگر چودھری گلاب سنگھ نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔شاہ مل شہادت سے قبل جس گھوڑی پہ سوار تھے وہ بھی چودھری گلاب سنگھ کی عنایت کردہ تھی)۔

۱۵۔لکھپت سنگھ ولد نیادر سنگھ اور پرمود کمار ولد کرن سنگھ نیبالی، سمیع الدین ولد رحمت گوجر نیروج پور گوجر ۲۸/۵/۲۰۱۰

۱۶۔گوجر بھارتی مارچ ۱۹۹۹ صفحہ ۲۰

۱۷۔ایضاً صفحہ ۲۰

۱۸۔ Ireland W.W.An Officer who served there History of the seige of Delhi R And R Clark Edinburgh1861 Page177

۱۹۔گوجر بھارتی مارچ ۱۹۹۹ صفحہ ۲۰

۲۰۔ S.A.A.Razvi Freedom Struggle In U.P. Vol.(V) Page108

۲۱۔چودھری وجیندر سنگھ ولد بلوان سنگھ، چودھری لیش پال سنگھ ولد گرورا ور چودھری دیویندر سنگھ ۱۳/۶/۱۰

۲۲۔محمد عرفان خاں ولد محمد حنیف خاں عمر ۴۳ ساکن بلوچ پور ضلع باغپت ۲۳/۸/۱۰

انہوں نے اپنے دادا ہاشم سے سنا تھا کہ "تیجو اور لکھا جو بلوچ پور کے قدیمی رہنے والے تھے، ان کی ملاقات نبی بخش (بلوچی) سے کاروبار کے سلسلے میں دہلی میں ہوئی تھی۔انہوں نے اپنے خاندان کی ایک لڑکی سے نبی بخش سے شادی کر کے انھیں گھر جمائی بنالیا اور اس طرح نبی بخش بلوچ پور میں رہنے لگے اور ان کے لڑکا ہوا جس کا اللہ دیا رکھا گیا، اللہ دیا کافی ذہین اور بہادر تھے، انگریزوں سے کافی نفرت کرتے تھے، اسی سبب شاہ مل کے گروپ میں شمولیت اختیار کر لی اور جلد ہی شاہ مل کے سب سے قابل اعتماد ساتھی بن گئے۔

۲۳۔ڈاکٹر وشیوا متر اپادھیائے سن ستاون کے بھولے بسرے شہید حصہ (دوم) اگست ۱۹۹۰ صفحہ ۱۰

نوٹ÷وزیر خاں پٹیالہ کے نزدیک چھت بنور علاقے کے رہنے والے تھے۔مگر ہاپوڑ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔۱۸۴۱ میں باغپت کے کوتوال مقرر ہوئے اور باغیوں کا ساتھ دیا جس کے جرم میں دلی میں ایک ماہ

قید رہے۔گریٹ ہیڈ کی ذاتی کوششوں سے رہائی نصیب ہوئی لیکن بعد میں میرٹھ کے ڈی۔ایم ڈنلپ نے پانچ برس کی قید کا حکم دیا۔۱۸۸۱ میں نوکری ترک کرنے کے بعد وظیفہ تاحیات مقرر ہوا ڈاکٹر راحت ابرار ۱۸۵۷ کے انقلاب کا عینی شاہد جارج ٹور عفیف آفسیٹ پرنٹرس دہلی ۲۰۱۰ صفحہ ۱۱تا۱۱

۲۴۔ایضاً صفحہ ۱۱

۲۵۔ Dunlop R.H.W. Khakee Ressalah Page 46

۲۶۔ڈاکٹر وشیوا متر اپادھیائے سن ستاون کے بھولے بسرے شہید حصہ (دوم) اگست ۱۹۹۰ صفحہ ۱۱

۲۷۔ایضاً صفحہ ۱۱

۲۸۔شیام سنگھ ولد جناب ہری چند اور سمیع الدین ولد رحمت گوجر نیروج پور گوجر ضلع (باغپت) ۲۸/۵/۱۰

۲۹۔ Esha Basanti Joshi Meerut Gazette Page 54

۳۰۔ S.A.A.Razvi Freedom Struggle In U.P. Vol.(V) Page 108

۳۱۔ Eric Stokes The Peasant Armed Page 161

۳۲۔ ڈاکٹر وشیوا متر اپادھیائے سن ستاون کے بھولے بسرے شہید حصہ (دوم) اگست ۱۹۹۰ صفحہ ۱۱

۳۳۔عبدالستار ولد محمد حسین عمر ۴۵ خورشید عالم محمد حنیف عمر ۲۷ بسود کرانتی گرام ۲۸/۵/۱۰

۳۴۔ Esha Basanti Joshi Meerut Gazette Page 53 t0 54

۳۵۔ Ibid Page 54

۳۶۔چودھری وجیندر سنگھ ولد بلوان سنگھ، چودھری لیش پال سنگھ ولد گرورا ور چودھری دیویندر سنگھ ۱۳/۶/۱۰

۳۷۔ Eric Stokes The Peasant Armed Page 161

۳۸۔ H.H.Greathed Letters written during The Seige of Delhi Letter No-LIX(Edit by Elisa Greathed)Spottiswoode And Co.New StreetSquare London1858 Page 137

۳۹۔ Eric Stokes The Peasant Armed Page 161 to 162

۴۰۔ P.J.O.Taylor A Companion to the Indian Mutiny of 1857

Oxford University Press Delhi 1996 Page 181

۴۱۔ویکنش کمار ۱۸۵۷ کا ویپلواورشی آفسیٹ پرنٹرس مرٹھ ۲۰۰۷ صفحہ ۱۵۹

۴۲۔روزنامہ پربھات میرٹھ ۱۰/مئی ۲۰۱۰ صفحہ ۵

۴۳۔ایضاً

۴۴۔عبدالستار ولد محمد حسین عمر ۴۵ خورشید عالم محمد حنیف عمر ۳۷ بسود کرانتی گرام ۸/۵/۲۰۱۰

۴۵۔G.B.Mallesson History of the Indian Mutiny Vol (III)

W.H.Allen & Co.13 Waterloo Palace London1880 Page431

۴۶۔Dunlop R.H.W. Khakee Ressalah Page 92

۴۷۔عبدالستار ولد محمد حسین عمر ۴۵ خورشید عالم محمد حنیف عمر ۳۷ بسود کرانتی گرام ۸/۵/۲۰۱۰

۴۸۔Mallesson History of the Indian Mutiny Vol (III)Page431

۴۹۔Narrative of events regarding the Mutiny in India1857-58

Calcutta 1881 Page265

۵۰۔Dunlop R.H.W. Khakee Ressalah Page 94

۵۱۔روزنامہ امراجالہ (میرٹھ) ۹/مئی ۲۰۱۰ صفحہ (الف)

۵۲۔Narrative of events regarding the mutiny in India

1857-58 Page 265

۵۳۔ibid Page 265

۵۴۔ادریس ولد محمد حسین عمر ۴۵ خورشید عالم ولد محمد حنیف عمر ۳۷ بسود کرانتی گرام ۲۸/۵/۲۰۱۰

۵۵۔ایضاً ۲۸/۵/۲۰۱۰

۵۶۔روزنامہ امراجالا (میرٹھ) ۹ مئی صفحہ (ایف) ۲۰۱۰

۵۷۔Narrative of events regarding the mutiny in India

1857-58 Page265

۵۸۔عبدالستار ولد محمد حسین عمر ۴۵ خورشید عالم محمد حنیف عمر ۳۷ بسود کرانتی گرام ۲۸/۵/۱۰

۵۹۔Dunlop R.H.W. Khakee RessalahPage 94

۶۰۔روزنامہ پربھات (میرٹھ) ۱۰/مئی ۲۰۱۰ صفحہ ۵

۶۱۔Dunlop R.H.W. Khakee Ressalah Page 95

۶۲۔H.H.Greathed Letters written during The Seige of Delhi

Letter No-LVIII(Edit by Elisa Greathed) Page 134

۶۳۔Dunlop R.H.W. Khakee Ressalah Page 95

۶۴۔محمد حسین بن محمد اشرف علی عمر ۱۰۲ موضع بسودھ ضلع باغپت ۱۳/۵/۱۰

۶۵۔Dunlop R.H.W. Khakee Ressalah Page 100

۶۶۔Narrative of events regarding the mutiny in India P-265

۶۷۔شیام سنگھ ولد ہرچند اور سمیع الدین ولد رحمت گوجر عمر ۴۵ اور نیروج پور گوجر ۲۸/۵/۱۰

۶۸۔ویکنش کمار اورشی آفسیٹ پرنٹرس منگل ۵۵/ا پانڈے نگر میرٹھ ۲۰۰۷ صفحہ ۱۳۲

۶۹۔شیام سنگھ ولد ہرچند اور سمیع الدین ولد رحمت گوجر عمر ۴۵ اور نیروج پور گوجر ۲۸/۵/۱۰

۷۰۔چاریہ دیپ آنکر سوادھینتا سنگرام اور میرٹھ جمست پرکاشن میرٹھ ۱۹۹۳ صفحہ ۱۴۳

۷۱۔شیام سنگھ ولد ہری چند (مستقل ممبر کل ہند گوجر مہاسنگھ دلی) نیروج پور باغپت ۲۸/۵/۱۰

۷۲۔سمیع الدین ولد رحمت گوجر عمر ۴۵ اور ہارون ولد مہندی حسن عمر ۳۵ نیروج پور گوجر ۲۸/۵/۱۰

۷۳۔باغی میرٹھ روحانی اتحاد کمیٹی میرٹھ آزاد پریس شوراب گیٹ میرٹھ ۱۹۵۷ صفحہ ۲۹

(نوٹ) دادا اچل سنگھ کی چھٹی پشت جن میں جگ بیر (سابق پردھان موضع نیروج پور باگھو) اور سمع الدین ولد رحمت گوجر آج بھی نیروج پور باگھو ضلع باغپت میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہیں۔

۷۴۔Dunlop R.H.W. Khakee RessalahPage 96

۷۵۔Ibid Page 100

۷۶۔Mallesson History of the Indian Mutiny VI Page 133

۷۷۔ Dunlop R.H.W. Khakee RessalahPage 104

۷۸۔عبدالستار ولد محمد حسین عمر ۴۵ خورشید عالم محمد حنیف عمر ۳۷ بسود کرانتی گرام ۸/۵/۱۰

۷۹۔ Esha Basanti Joshi Meerut Gazette Page 55

۸۰۔ Ibid Page 55

۸۱۔ Eric Stokes The Peasant Armed Page 163

۸۲۔شیام سنگھ ولد ہری چند (مستقل ممبر کل ہند گوجر مہا سنگھ دلی) نیروج پور باغپت ۲۸/۵/۱۰

۸۳۔ G.B.Mallesson History of the Indian Mutiny Vol IIIP434

۸۴۔ Ibid Page P434

۸۵۔چودھری لیش پال سنگھ ولد گرھر، چودھری وجیندر سنگھ ولد بلوان سنگھ اور چودھری دیویندر سنگھ ۱۳/۶/۱۰

۸۶۔ایضاً ۱۳/۶/۱۰

۸۷۔ Esha Basanti Joshi Meerut Gazette Page 55

۸۸۔لکھپت سنگھ ولد نیادر سنگھ عمر ۹۳ نیبالی ضلع باغپت ۲۸/۵/۱۰ اور چودھری لیش پال سنگھ ولد گرھر ۱۳/۶/۱۰

۸۹۔گوجر بھارتی مارچ ۱۹۹۹ صفحہ ۲۲

(نوٹ) چودھری گلاب سنگھ کی چھٹی پیڑھی پر مود کمار دھامہ اور ڈاکٹر منوج کمار دھامہ آج بھی اپنے آبائی موضع نیبالی میں سکونت پزیر ہیں۔ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود آج بھی ان کے اور چودھری لیش پال (شاملی خاندان) کے درمیان وہی گرم جوشی موجود ہے۔

☆

باب (۷)

شیر علی خاں

شیر علی خاں

آج ان پیڑوں کا سایہ ہو گیا ہم پر حرام
کل جنھیں سینچا تھا ہم نے آنسوؤں کی نہر سے
(شہریار)

بعض مورخین نے تعصب ، جانب داری اور حقیقت سے چشم پوشی کرتے ہوئے مسلمانوں کی خدمات کو جس طرح نظر انداز کیا وہ ایک سیکولر ملک کے لئے زیب نہیں دیتا اگر تاریخ کا غیر جانب دارانہ جائزہ لیا جائے تو یہ بات خود بخود عیاں ہو جائے گی کہ غلامی کا طوق اتار پھینکنے میں مسلمانوں نے جو بنیادی کردار ادا کیا ہے وہ باعثِ افتخار ہی نہیں بلکہ ناقابل فراموش بھی ہے۔

علماءِ کرام سے لے کر خاص وعام نے بیرونی قوت کے ظلم وستم ، جبر واستبداد اور غلامی سے گلوخلاصی حاصل کرنے کے لئے اپنی قیمتی حیات کا ایسا نذرانہ پیش کیا کہ ملک کا کوئی گوشہ ایسا نہیں بچا جہاں مسلمانوں نے اپنا لہو نہ بہایا ہو۔ایسے جانباز سورماؤں کی فہرست میں آزادی کے سرخیل شہید شیر علی خاں کا نام بھی سنہرے لفظوں میں لکھنے کا حامل ہے جن کی قربانی حریت پسندوں کے لئے مشعل راہ بنی لیکن ان کے عظیم کارنامے پر تاریخ ہند کے صفحات خاموش ہیں جو کھلی ناانصافی اور قابل مذمت عمل ہے بلکہ قومی اتحاد، یکجہتی کے فروغ میں زبردست رکاوٹ اور ہماری مشترکہ تہذیب وتمدن کی میراث کے ساتھ کھلواڑ ہے۔شیر علی

نے تختۂ دار پر کھڑے ہو کر انگریزی حکومت کو جس انداز میں للکارا ان کی شجاعت ودلیری اور فداکاری کا جذبہ اپنی تمام حدود پار کرتا نظر آتا ہے۔

"مجھے جلد از جلد پھانسی دے دو کیوں کہ میری موت سے ایک ایسا آتش
فشاں پھوٹے گا جو برطانوی سامراج کو جلا کر راکھ کر دے گا اور
میرے خون کا ایک ایک قطرہ مجھ جیسے کئی شیر علی خاں کو جنم دے گا۔"[1]

شیر علی خاں کی شخصیت کے بارے میں حد درجہ ورق گردانی کے بعد زیادہ معلومات فراہم نہیں ہو سکیں کیونکہ انگریزی حکام نے اس بات کا عزم کر رکھا تھا کہ اس سرفروشِ وطن کی قربانی کو جدوجہد آزادی ہند میں کسی بھی قیمت پر درج نہیں ہونے دیا جائے گا۔ایک مشہور تاریخ داں سرولیم ولسن ہنٹر (Sir William Wilson Hunter) نے شیر علی کے بارے میں ان جذبات کا اظہار کیا ہے

"Neither his name, nor that of his village" or tribe,will find record in this book"[2]

پی۔ای۔ روبرٹس (P.E. Roberts) نے بھی ولیم ہنٹر کی تقلید کرتے ہوئے وائسرائے کے قتل کو اس طرح رقم کیا ہے۔

In February 1872, after inspecting the convict settlements in the Andaman Islands, he was walking back to the landing-stage of Port Blair, where his steam yacht was moored, when a Pathan fanatic who had been following him in the twilight as he strode on a little ahead of his staff, leapt upon his back before the horrified escort could do anything

"and stabbed him to death" [3]

کرنل جی۔بی۔مالے سّن نے اس واقعہ کو اس طرح درج کیا ہے۔

"in 1871 the chief justice of Calcutta was stabbed by a wahabi fanatic on the steps of his own court and the following year 'Lord Mayo'visiting the Andaman Island was assassinated also by a Mohamedon" [4]

ایچ۔جی۔راولینسن (H.G.Rawlinson) کہتے ہیں:

On 8th February,1872,when on a visit to the penal settlement on the Andaman Islands, whither he had gone to inspect the working of prison reforms which he had introduced, he was stabbed to death by a border tribesman"[5]

انڈومان کے گزیٹیر میں بھی وائسرائے کے قتل کا واقعہ لکھا ہوا ہے مگر شیر علی کا نام یہاں سے بھی غائب ہے۔

"In1872 the Andamans and Nicobars were formed into a Chief Commissionership,and in that year occurred the one event of general importance that has made the Andamans well-known,the murder of Lord Mayo, Viceroy of India,by a convict,while on a vi-

-sit of inspection to the Settlement"[6]

اس عظیم مجاہد آزادی کی بے لوث قربانی کی شہادت دیتا ماؤنٹ ہوپ ٹاون (Mount Hopetown) پے نسب یہ پتھر

"ON THIS SPOT AT 7 PM ON 8 FEB. 1872 RICHARD SOUTHWELL BOURKE KP-GMSILORD MAYO,THEN VICEROY OF INDIA FELL VICTIM TO AN ATTACK BY SHER ALI A CONVICT OF THE PENAL SETTLEMENT AND SUCCUMBED TO HIS INJURIES,SHER ALI KHAN WAS TRIED AND EXECUTED ON VIPER ISLAND ON 11 MARCH 1872"

شیر علی ولد "ولی" [7] جو اصلاً تیراہ جمرود (ضلع پیشاور) کا آفریدی تھا۔ کمشنر پشاور کے

سوار اردلیوں میں بھرتی ہوا۔اس کے خاندان کی دو شاخوں میں مدت سے شدید عداوت چلی آتی تھی ۔ایک مرتبہ اسے خبر ملی کہ دشمنوں میں سے ایک پشاور آیا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ اٹھا اور پشاور کے ایک باغ میں اس نے دشمن کو قتل کر دیا۔اس پر قتل کا مقدمہ قائم ہوا اور ۲/اپریل ۱۸۶۷ کو پھانسی کا حکم سنایا گیا لیکن چونکہ اس کا عام چلن اچھا تھا۔ جنگ امبیلہ میں بھی شریک رہا تھا اور انگریزوں کی خدمات انجام دی تھی"[8] لہذا "سزائے موت کالا پانی میں بدل دی گئی"[9] اور یہ جزائر انڈمان نکوبار قید خانہ کے محبوس نمبر "۱۵۵۵۷"[10] بنے۔

جب شیر علی خاں نے عظیم آباد کے نڈر رہنما پیر علی اور مسٹر نارمن (چیف جسٹس کلکتہ ہائی کورٹ) کے قاتل عبداللہ پنجابی کو تختہ دار پر چڑھانے کی خبر سنی تو ان کے دل میں بھی حب الوطنی کا آتش فشاں پھوٹ پڑا اور مادر وطن کی خاطر کچھ کر گزرنے کی خواہش بیدار ہوئی تو انہو ں نے اپنی اس آرزو کی تکمیل کے لئے کسی "یورپی اعلیٰ عہدے دار کو قتل کرنے کا"[11] مصمم ارادہ کرلیا جو وائسرائے کے قتل کی شکل میں درپیش آیا۔

شیر علی خاں نے خود کو 'نہایت معصوم ،شریف ،وجیہہ اور منکسر مزاج"[12] شخصیت کا مالک ثابت کرنے کی غرض سے "'تین برس"[13] تک "اکثر روزے رکھتا، تنخواہ اور مزدوری سے جو کچھ بچتا رہتا، مہینے دو مہینے کے بعد اس کا کھانا پکا کر مسکینوں میں تقسیم کر دیتا"[14] انہی نیک خوبیوں سے متاثر ہو کر جیل حکام نے ان کو بارک میں "حجامت کا کام کرنے کی اجازت دے دی جس سے انہیں بنا روک ٹوک تمام جزیروں میں آمدورفت"[15] کی سہولت حاصل ہوگئی۔

۱۸۶۹ میں جب لارڈ مایو گورنر جنرل اور وائسرائے منصب پر فائز ہوئے"[16] تو انہوں نے "میجر جنرل سر ڈونالڈ اسٹوارٹ ۔ Major General Sir Donald Stewart کو بماہ اکتوبر ۱۸۷۱ انڈومان کے چیف کمشنر"[17] اور سیلولر جیل کے سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر فائز کیا۔ اس نے صرف چھ ماہ کی قلیل مدّت میں ہی قیدیوں کو ایسی نازیبا، عبرت ناک اور دل سوز اذیتیں دیں کہ جن کی نظیر ملنا مشکل ہے ۔ لارڈ مایو نے اصلاحات کا نیا مجموعہء ضوابط مرتب کرایا جسے انڈمان میں ۱۸۷۱ میں نافذ کر دیا گیا"[18]

بجہت اسیری کالا پانی "ہندوستان اور ولایت کے جیل خانوں سے بھی زیادہ سخت ہوگئی"[19] اسٹوارٹ نے اپنے انتظامات کے معائنہ کرنے کے لئے لارڈ مایو سے متعدد مرتبہ مخلصانہ درخواست کی تو وائسرائے ان کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے "۲۴ جنوری ۱۸۷۲ کو کلکتہ سے برما ہوتے ہوئے ۸ فروری صبح ۸ بجے پورٹ بلیر"[20] پر اترے۔ چیف کمشنر نے ان کی حفاظت کے پیش نظر کوئی کسر نہ اٹھا کر رکھی ، پورے علاقے کو چھاؤنی میں تبدیل کرتے ہوئے اتنے سخت حفاظتی اقدام کئے کہ کوئی پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔

"تمام قیدیوں کو حکم دیا گیا کہ ہر شخص اپنے اپنے کام پر موجود رہے کوئی غیر حاضر نہ رہے، دوسرے یہ کہ پولیس کی گارد وائسرائے کے دائیں بائیں آگے اور پیچھے ہمہ وقت رہے گی ،گارد کے ہر سپاہی کی بندوق بھری رہے گی ،تیسری بات یہ کہ جن جزیروں میں زیادہ سنگین مجرم رہتے ہیں ان جزائر میں مسلح پولیس کے علاوہ فوج بھی وائسرائے کی حفاظت پر مامور ہوگی"[21]

مگر موت کے آگے کس کا زور چلا ہے؟ جی۔ڈی۔اوسوآل (G.D.OSWELL) لکھتے ہیں:

"His attendants thought that they had taken every precaution for his safety of that human ingenuity could devise but the crafty subtlety of a vindictive Pathan convict made all their precautions useless.fastened like a tiger on the Viceray's back.He had barely time to pl- -unge his knife in when he was pulled off"[22]

۱۸۷۱میں چیف جسٹس نارمن پر قاتلانہ حملہ"[23] ہوا تھا تو لارڈ مایو کی برقنداز میں

اضافہ کردیا گیا لیکن خود گورنر مایو مسکراتے ہوئے فرماتے تھے ''کہ مارنے کو یہ انتظامات روک نہ سکیں گے''[24]

ادھر وائسرائے کا پرتپاک اور والہانہ استقبال ۲۱ توپوں کی سلامی سے کیا جا رہا تھا۔ ادھر شیر علی خاں کی رگوں میں آزادی کا طوفان موجیں مار رہا تھا۔ وہ تو اسی دن کا بے صبری سے منتظر تھا، ''اس نے سبزی کاٹنے والی چھری کو پتھر پر مزید تیز کیا''[25] اور اپنے شکار کا ایک بھوکے شیر کی مانند انتظار کرنے لگا۔

"Throughout the day,Sher Ali had tried his best to cross the waters and get across to the viceroy to lay his hands upon him but he could not get permisson to go to Ross Island where Lord Mayo was staying"[26]

وائسرائے کا دورہ تقریباً گیارہ بجے شروع ہوا، پورے حفاظتی لاؤ لشکر کے ساتھ انہوں نے راس جزیرہ (Ross Islands) کے اسکول و بازار، ہسپتال، قیدیان بارک، جنگی پلٹن بارک، گورہ بارک وائپر جزیرہ کے جیل خانے اور پھر جزیرۂ چاٹم''[27] کا معائنہ کیا۔ ''راستہ چلتے وقت پولیس کے آدمی جب وائسرائے کے بہت نزدیک ہو جاتے اور قیدیوں کو ذرا دور ہٹاتے تو وائسرائے اس پر ناراضی کا اظہار کرتا۔''[28] چیف کمشنر کے بنگلہ پر ''ٹفن تناول فرما کر اور تھوڑا آرام''[29] کیا۔ اس جزیرہ میں سال اور ساکھو کے علاوہ دیگر ایک اور لکڑی پائی جاتی ہے، جس کا رنگ لہو کی طرح ہوتا ہے۔ ''وہ نہایت پائدار، خوش نما اور خوش بودار ہوتی ہے۔ ان لکڑیوں کے لئے ایک آرا گھر بھی بنا دیا گیا تھا۔ وائسرائے نے اسے بھی دیکھا اور وہاں اس عجیب وغریب لکڑی کا ایک تختہ ملاحظہ کیا جس سے انجام کار وائسرائے کا تابوت بنایا گیا''[30]

اسی دوران ان کے دل میں ماؤنٹ ہیریٹ (Mount Harriet) دیکھنے کا بھی

خیال آیا لیکن پرائیوٹ سکریٹری میجر او۔ٹی۔ برنی (Major O.T.Burne) اور چیف کمشنر نے غیر وقت ہونے کے سبب ان سے بارہا گزارش کی کہ وہ آج وہاں نہ جائیں بلکہ اگلے روز سیر کریں مگر وہ نہیں مانے تو ان کے پہنچنے سے قبل مزید ایک اور دستہ روانہ کیا گیا۔'' چنانچہ اس کی سواری کے لئے ایک یابو حاضر کردیا گیا۔ نصف چڑھائی پر جا کر وائسرائے نے اصرار کیا کہ میں پیدل چلوں گا اور ساتھیوں سے کہا جو چاہے یابو پر سوار ہو جائے''[31] انہوں نے اس حسین وادی میں تقریباً پندرہ منٹ گزارے، غروب آفتاب کی رنگیں شفق اور ساحل سے ٹکراتی ہوئی موجوں کی دلکش آمیزش نے ان کو فریفتہ کردیا۔ اس حسین منظر کو دیکھتے ہی ان کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے۔

"How beautiful' It's the Loveliest thing I think I ever saw"[32]

یہاں انہوں نے ''ایک سینی ٹوریم''[33] بنانے کی بھی تجویز رکھی لیکن وہ اس بات سے بے بہرہ تھے کہ یہ دلفریب شام ان کی زندگی کی آخری شب میں تبدیل ہو جائے گی۔ لگ بھگ شام ۷ بجے وائسرائے واپسی کے لئے پہاڑی سے اترے، آفتاب اپنا سفر تمام کر چکا تھا اور فضا تاریکی کی بسیط چادر اوڑھ چکی تھی جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شیر علی خاں نے نگاہ بچتے ہی اپنے شکار کو دبوچ لیا۔ اچانک لوگوں نے لارڈ مایو کو ایک شخص کی گرفت میں دیکھا جب تک ان کا محافظ عملہ حرکت میں آتا تب تک شیر علی خاں مثل شیر اپنا کام انجام دے چکا تھا۔

"Twelve men were on the assassin;an english officer was pulling them off,and with his sword-hilt keeping back the Native guards, who would have killed the assailant on the spot"[34]

لیکن اس مردآہن نے جان بچانے کی خاطر بھاگنے کی کوئی کوشش نہیں کی بلکہ پتھر کی چٹان کی طرح وہیں کھڑا رہا ان کو انگریزی فوج نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ وائسرائے کو چھری کے ''دوزخم''[35] لگے جن کی وہ تاب نہ لا سکے مگر انہوں نے اپنے پورے ہوش وحواس کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

"they've hit me' It's all right,I don't think I'm much hurt"[36]

وائسرائے کو ''گاڑی پر بٹھا دیا گیا جو پل پر کھڑی تھی۔ مشعلیں دوبارہ روشن کی گئیں۔ اس وقت دیکھا کہ ان کی پشت پر کوٹ کٹ کر ایک چھید ہو گیا جس میں سے پرنالے کی طرح خون بہتا ہے۔ اسے رومالوں سے بند کرنے کی کوشش کی گئی۔ وہ ایک دو منٹ تک چپ چاپ بیٹھے رہے۔ پھر ان کے پاؤں لڑکھڑائے اور پیچھے کی طرف گر پڑے۔ آہستہ سے کہا ''میرا سراوپر اٹھاؤ''[37] ساتھ ہی ختم ہو گئے۔

مولوی ایوب خاںؔ تخلص کیفیؔ ساکن مرادآبادی جو نواب مجوؔ مرادآبادی کے ساتھ تھے۔ جب مرادآباد پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو ایوب خاںؔ کو بھی حبس دوام بہ عبور دریائے شور کی سزا ملی تھی۔ انہوں نے اپنی شاعری میں وائسرائے کے قتل کی واردات کا ذکر کیا:

عمدۂ لندن ، گورنر جنرل ہندوستاں
قیدیوں کی پرورش کو لائے تشریف انڈماں
پنج شنبہ فروری کی آٹھویں تاریخ تھی
روز محشر سے وہ شب پیدا ہوئی تھی الاماں
آفریدی شیر علی نے چھوری سے بسمل کیا
نیل کا ٹیکا لگایا قیدیوں پر جاوداں ''[38]

اس ضمن میں یہ بات قابل غور ہے کہ ۱۸۵۶ تا ۱۹۴۷ کے درمیان برٹش حکومت کے ۲۰ رگورنر جنرل روائسرائے میں سے لارڈ مایوؔ کا ہی اپنے عہدے پر رہتے ہوئے قتل ہوا۔''[39]

نمبر شمار	سنہ	اسماء گرامی
1	1858	Viscount Canning
2	1862	Earl of Elgin
3	1864	Sir John Lawrence
4	**1869**	**Earl of Mayo**
5	1872	Earl of Northbrook
6	1876	Earl of Lytton
7	1879	Marquess of Ripon
8	1884	Earl of Dufferin
9	1888	Marquess of Landsdowne
10	1894	Earl of Eglin II
11	1899	Baron Curzon of Kedleston
12	1905	Earl of Minto II
13	1910	Baron Hardinge of Penshurst
14	1916	Baron Chelmsford
15	1921	Earl of Readin
16	1926	Lord Irwin
17	1931	Earl of Willingdon
18	1936	Marquess of Linlithgow
19	1944	Field Marshall Lord Wavell
20	1947	Admiral Lord Louis Mountbatten

شیر علی کے اس عظیم کارنامے کو کالے پانی کی سزا کاٹ رہے ''انبالہ سازش کیس'' کے محرک 'مولانا جعفر احمد تھانیسری' نے اس طرح قلم بند کیا ہے:

''جب اندھیرا ہوگیا تو (وائسرائے) مشعلوں کی روشنی میں نیچے اترنے لگے، اس وقت ایک مسلح جماعت پولیس لارڈ صاحب کے چاروں طرف تھی اور چیف کمشنر صاحب اور پرائیویٹ سکریٹری لارڈ صاحب کے دائیں بائیں بدن سے بدن ملائے ہوئے چلتے تھے اور دوسرے بیسیوں افسران کے پیچھے پیچھے تھے۔ اترائی میں بھی لارڈ صاحب بخیریت تمام ہوپ ٹاون کے گھاٹ تک پہنچ گئے۔ جب گھاٹ پر ایک گاڑی کے نزدیک جو وہاں اس دن کھڑی تھی پہنچے۔ چیف کمشنر صاحب لارڈ صاحب کی اجازت لے کر کسی ضرورت کے واسطے پیچھے کو ہٹ گئے اور لارڈ صاحب مع پرائیویٹ سکریٹری آہستہ آہستہ چلے جاتے تھے اس وقت اس گاڑی کی آڑ میں ایک آدمی نے مثل شیر کے کود کر لارڈ کو دو زخم کاری ایک چھری سے ایسے لگائے کہ لڑکھڑا کر لارڈ صاحب سمندر میں جاپڑے اس گڑبڑ میں مشعلیں بھی سب گل ہوگئیں مگر ایک دوسرے قیدی (ارجن) نے جرأت کر کے قاتل کو پکڑ لیا ورنہ وہ اور دو چار کو مارتا۔ لارڈ کو سمندر سے نکالا اور اسی گاڑی پر لٹایا وہ تو ایک دو بات کر کے راہی ملک بقا ہوئے''[40]

وائسرائے کی لاش کو ان کے جنگی جہاز ''گلاسکو'' (GlasgowH.M.S.Frigate) پر ہی سرکاری اعزاز دیا گیا اور مقدمہ کی سماعت میجر جنرل اسٹورٹ کی سریع الفیصل عدالت عالیہ (فاسٹ ٹریک کورٹ) نے اگلے روز اسی جنگی جہاز پر شروع کی، ''اس کیس میں بارہ گواہوں نے شہادت دی۔''[41] انگریز حاکموں کو یقین نہیں تھا کہ شیر علی تنہا اس واردات کو

انجام دے سکتا ہے بلکہ ان کے خیال میں اس کے پیچھے کوئی گہری سازش کارفرما ہے۔
''چنانچہ اس سلسلے میں ڈپٹی کمشنر پولیس کلکتہ کے علاوہ لالہ ایشوری پرشاد کو تفتیش کے لئے بھیجا گیا۔ ان لوگوں نے ممتاز قیدیوں کو الجھانے کی بڑی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔''[42]
خارجہ سکریٹری کپتان آچیسن (Captain Atichison) نے صید افگن شیر علی سے دریافت کیا کہ اس نے اتنا بڑا کام کس کے اشارے پر کیا اور اس سازش میں کون کون افراد اس کے معاون تھے۔ جذبۂ آزادی کے نشے سے سرشار اس جری مجاہد نے شیر کی طرح گرجتے ہوئے کہا:

''میں نے خدا کے حکم سے کیا ہے خدا میرا شریک ہے۔''[43]

شیر علی نے کہا تھا کہ:

''۱۸۶۹ سے میرا ارادہ تھا کہ کسی بڑے افسر انگریز کو ماروں گا۔ اس واسطے چند سال سے میں نے یہ چھرا تیار کر کے رکھا تھا۔ جب ۸ر فروری ۱۸۷۲ کو لارڈ صاحب آئے اور ان کی سلامی ہوئی تو میں نے دوبارہ اس چھرے کو تیز کیا میں تمام دن اسی تاک میں رہا کہ میں کس طرح ٹاپو میں پہنچوں جہاں لارڈ صاحب پھرتے ہوئے مجھ کو ملیں۔ مگر مجھ کو وہاں جانے کی رخصت نہ ملی۔ تقدیر، شام کے وقت جب میں مایوس ہوگیا تھا لارڈ صاحب کو موت میرے گھر لے آئی۔ میں پہاڑ پر بھی لارڈ کے ساتھ گیا تھا اور ساتھ ہی واپس آیا مگر جانے اور آنے میں اور پہاڑ کے اوپر کہیں مجھ کو ایسا موقع نہیں ملا تب میں اس گاڑی کی آڑ میں آ کر چھپ رہا۔ یہاں سے میری مراد دلی پوری ہوگئی۔''[44]

تاریخ ۱۸ر فروری ۱۸۷۲ جب اس انقلابی کو سزائے موت سنائی گئی تو اس نے سرکاری عملے سے اپنا ایک بیان درج کرانے کی خواہش ظاہر کی لیکن ''چند لمحے سوچا اور کہا کہ یہ بیان درج کرنے کا مناسب وقت نہیں ہے بلکہ میں اپنی بات پھانسی کے وقت کہوں گا مگر حکومت نے

ان کواپنی آرزو پوری کرنے کا کوئی موقع نہیں دیا"[45] کیونکہ سرکار کو اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو شیر علی کا بیان آگ پر تیل چھڑکنے کا مماثل نہ بن جائے مؤرخہ "۲۰؍فروری ۱۸۷۲ تحقیقات ضابطہ منظوری کلکتہ ہائی کورٹ نے بھی پھانسی کی سزا کو برقرار رکھا"[46] ۱۱؍مارچ ۱۸۷۲"[47] کو اس جاں نثار نے وارد تختہ دار ہونے سے قبل انگریزی حکام سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"گناہ گار ہم بھی ہیں گناہ گار تم بھی ہو، فیصلہ اگلی دنیا میں خدا کرے گا"[48]

جزیرہ وائپر (Viper) کی وہ عمارت جہاں شیر علی نے پھانسی کے پھندے کو ہنستے ہنستے گلوں کا ہار سمجھ کر چوما تھا وہ آج اپنی بدحالی اور ویرانی کے عالم میں اس جانباز کی قربانی کو یاد کرتے ہوئے کہہ رہی ہے:

ان کی تربت پر نہیں ہے ایک بھی دیا
جن کے خوں سے جلتے تھے چراغ وطن
جگمگا رہے ہیں مقبرے ان کے
جو بیچا کرتے تھے شہیدوں کے کفن

☆☆

اشاریات

۱۔عالمی راشٹریہ سہارا ۱۶؍جولائی ۲۰۰۵ صفحہ ۱۳؍نوئیڈا۔

۲۔ Sir William Wilson HunterThe Earl of MayoClarendon Press London 1891 P. 200

۳۔ P.E. Roberts History of british India Oxford University Press London 1921. Page, 417.

۴۔ Col.G.B.Mallesson History of Indian Mutiny 1857 Vol (II) W.H.Allen And Co.London 1878 Page 554.

۵۔ H.G.Rawlinson The British Achievement in India William Hodge & Chilver Ltd London 1948 Page 134

۶۔ The Andaman Nicobar Islands Superintendent Goverment Printing Press India 1908 Page 25

۷۔ The Times of India 28 Dec.2001Page 12

۸۔غلام رسول مہر سرگزشت مجاہدین علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۸۵۶ صفحہ ۴۴۹

۹۔ H.G.Rawlinson The British Achievement in India William Page 134

۱۰۔ The Times of India 28 Dec.2001Page 12

۱۱۔ W. W.Hunter The Earl of Mayo Page 199

۱۲۔ Ibid Page 199

۱۳۔ Ibid Page 199

۱۴۔ غلام رسول مہر سرگزشت مجاہدین علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۵۶ صفحہ ۴۴۹

۱۵۔ W.W. Hunter The Earl of Mayo Page199

۱۶۔ H.G.Rawlinson The British Achievement in India William Hodge & Chilver Ltd London 1948 Page 231

۱۷۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری، تواریخ عجیب یعنی کالا پانی پاکستان سلمان اکیڈمی کراچی، ستمبر ۱۹۶۲ صفحہ ۱۶۷

۱۸۔ غلام رسول مہر سرگزشت مجاہدین علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۵۶ صفحہ ۴۴۶

۱۹۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری، تواریخ عجیب یعنی کالا پانی پاکستان سلمان اکیڈمی کراچی، ستمبر ۱۹۶۲ صفحہ ۱۶۷

۲۰۔ W. W. HunterThe Earl of Mayo Page.191to192

۲۱۔ اسیر اوروی، تحریک آزادی اور مسلمان، ادارالمؤلفین، دیوبند اپریل ۲۰۰۲ صفحہ ۵۳ تا ۵۴

۲۲۔ G.D.Oswell Sketches of the Rulers of INDIA (The Mutiny Era And After)Clarendon Press LONDON1908 page115

۲۳۔ Col.G.B.Mallesson History of Indian Mutiny 1857 Vol (II) Page 554

۲۴۔ غلام رسول مہر سرگزشت مجاہدین علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۵۶ صفحہ ۴۵۱

۲۵۔ W.W.Hunter The Earl of Mayo page 199

۲۶۔ S.N.Agarwal The Heroes of Cellular Jail 7/16 Ansari Road N.Delhi 2006 Page 45

۲۷۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری تواریخ عجیب یعنی کالا پانی پاکستان سلمان اکیڈمی کراچی ستمبر ۱۹۶۲ صفحہ ۱۶۸ تا ۱۶۹

۲۸۔ غلام رسول مہر سرگزشت مجاہدین علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۵۶ صفحہ ۴۴۷

۲۹۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری تواریخ عجیب یعنی کالا پانی پاکستان سلمان اکیڈمی کراچی ستمبر ۱۹۶۲ صفحہ ۱۶۹

۳۰۔ غلام رسول مہر سرگزشت مجاہدین علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۵۶ صفحہ ۴۴۷

۳۱۔ غلام رسول مہر سرگزشت مجاہدین علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۵۶ صفحہ ۴۴۸

۳۲۔ W.W. Hunter The Earl of Mayo Page194

۳۳۔ غلام رسول مہر سرگزشت مجاہدین علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۵۶ صفحہ ۴۴۸

۳۴۔ W.W. Hunter The Earl of Mayo Page195

۳۵۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری تواریخ عجیب یعنی کالا پانی پاکستان سلمان اکیڈمی کراچی ستمبر ۱۹۶۲ صفحہ ۱۷۰

۳۶۔ W.W. Hunter The Earl of Mayo Pages195 to196

۳۷۔ غلام رسول مہر سرگزشت مجاہدین علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۵۶ صفحہ ۴۴۹

۳۸۔ تبسم توصیف (ڈاکٹر) جنگ آزادی ۱۸۵۷ کا مجاہد شاعر اسلام آباد (پاک) ۲۰۰۶ صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۲

۳۹۔ H.G.Rawlinson The British Achievement in India P. 231

۴۰۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری تواریخ عجیب یعنی کالا پانی پاکستان سلمان اکیڈمی کراچی ستمبر ۱۹۶۲ صفحہ ۱۷۰ تا ۱۷۱

۴۱۔ The Times of India 28 Dec.2001Page 12

۴۲۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری تواریخ عجیب یعنی کالا پانی پاکستان سلمان اکیڈمی کراچی ستمبر ۱۹۶۲ صفحہ ۱۷۳ تا ۱۷۴

۴۳۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری تواریخ عجیب یعنی کالا پانی سلمان اکیڈمی کراچی ستمبر ۱۹۶۲ صفحہ ۱۷۱

۴۴۔ ایضاً صفحہ ۱۷۱ تا ۱۷۲

۴۵۔ عالمی راشٹریہ سہارا ۱۶/ جولائی ۲۰۰۵ صفحہ ۱۳/ نوئیڈا۔

۴۶۔ W.W.Hunter The Earl Of Mayo Page 198

۴۷۔ Ibid Page 198

۴۸۔ The Times of India 28 Dec.2001Page 12

☆

باب (۸)

فیروز شاہ

شہزادہ فیروز شاہ

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے
(علامہ اقبال)

انگریزی استعمار کے آہنی پنجوں کو اکھاڑ پھینکنے والوں کی تحریکِ جدوجہد میں مغلیہ سلطنت کے شہزادے فیروز شاہ کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے، جنہوں نے دلیری اور شجاعت سے شمالی ہند کے ہر محاذ پر انگریزوں کے خلاف انقلاب آفریں کارنامے انجام دیے۔

فیروز شاہ گوریلا جنگ کے ماہر تھے جو دشمنان وطن کی صفوں میں گھس کر وار کرتے تھے، ان کی چھاپہ مار مساعی جمیلہ نے انگریزی فوج کو نہایت بے چین اور بے بسی کے عالم میں مبتلا کر دیا تھا۔ فیروز شاہ برق و باد کی طرح پیش قدمی کر کے اپنے وار سے انگریزوں کے تمام منصوبوں پر پانی پھیر دیتے لیکن ان کے نرغے میں پھنسنے سے قبل ہی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے تھے۔ جن کی جنگی تدابیر اور شمشیر آبدار کے آگے انگریز بے دست و پا نظر آئے۔ انگریزوں نے ان کی گرفتاری کے لئے وسیع جال بچھایا مگر وہ دام میں نہ پھنس سکے:

> ''فیروز شاہ نے بہادری کے وہ کارنامے دکھائے کہ دشمن بھی ان کی بہادری کو مان گیا جس سمت بھی گھوڑوں کی باڑ موڑ دیتے تھے صفیں کی صفیں کاٹ کر رکھ دیتے تھے۔ مجاہدین کی فوج شہزادہ کے قدم بہ قدم رہتی تھی لیکن ایسے بھی موقع آئے جب شہزادے سب کی نظروں سے

گرد و غبار کی وجہ سے اوجھل ہو جاتے تھے لیکن جب گرد و غبار چھٹ جاتا تو فیروز شاہ گھوڑے کو شاباشی دیتے تھے۔"[1]

فیروز شاہؔ جنگ وجدل کے ہر رموز سے روایتی واقفیت رکھتے تھے جس کا مظاہرہ انگریزوں کے خلاف اٹھائے گئے ہر قدم سے ہو جاتا ہے۔ انہوں نے انگریزوں کو دھول چٹانے کے لئے خفیہ محکمہ قائم کیا جو حریفوں کی ہر نقل وحمل پر شاہین کی نگاہ رکھتا تھا۔ ان کے وقائع نگار جان ہتھیلی پر رکھ کر بروقت خبر شہزادے کو پہنچاتے تھے جس کی وجہ سے فیروز شاہؔ کی شب خون تکنیک زیادہ کارگر ثابت ہوئی۔

شہزادے فیروز شاہؔ "مرزا ناظم کے فرزند اور شاہ عالم ثانی کے پوتے تھے"[2] اور ان کی والدہ ماجدہ کا سلسلہ شہنشاہ فرخ سیرؔ سے تھا اس طرح شہزادے فیروز شاہ کی رگوں میں موجیں مارنے والا لہو دو مغل شہنشاہوں کی آمیزش تھا۔ وہ قلعہ معلیٰ سے دور "آگرہ میں مقیم تھے"[3] جہاں ان کی جائداد تھی "جو جدوجہد آزادی کی نذر ہوگئی، پورے خاندان کا شیرازہ بکھر گیا، دوست واحباب جدا ہوگئے"[4] ان کی شریک حیات نواب تغلق زمانی بیگم نے ان کا پورا ساتھ دیا۔

شہزادے نے والد کی زیرنگرانی مروجہ علوم کے علاوہ فنون حرب، تیغ زنی، اسپ تازی، کمند افگنی پر مکمل دسترس حاصل کی۔ ان کی طبیعت عشق حقیقی کی طرف بھی مائل تھی جب کہ دوسرے مغل شہزادے دنیاوی عیش و آرائش اور خیرامستیوں میں مبتلا رہتے تھے۔ جس کا بنیادی فرق ہمیں دوران جنگ آزادی میں دیکھنے کو مل جاتا ہے، جہاں ایک جانب مغل شہزادے نیام سے تلوار سونتنے کے بجائے انگریزوں کے رحم وکرم پر حوالگی کر رہے تھے تو دوسری طرف فیروز شاہؔ فرنگیوں کو ہندوستان کے تپتے ہوئے صحراؤں کی خاک چھاننے پر مجبور کر رہا تھا۔

خلیق احمد نظامیؔ شہزادہ فیروز شاہؔ کی انفرادیت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"مغل شہزادوں میں اگر کوئی شخص تحریک کی اصل روح سے متاثر نظر

آتا ہے تو وہ فیروز شاہؔ ہے جس کی سرگرمی، جوش عمل اور استقامت نے تحریک کو وہ قوت بہم پہنچائی جس کے سہارے سخت سے سخت منزلیں طے کی جاسکتی تھیں۔"[5]

فیروز شاہؔ کے دل میں وطن سے والہانہ محبت اور دینی جذبات بھی موجزن تھے، اس لئے مادر وطن کی آزادی کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کردی اور تمام عمر اس پر ثابت قدمی سے مستعد رہے۔ جب انقلاب ۱۸۵۷ کا آغاز ہوا تو ان کی عمر "بمشکل بیس سال"[6] تھی لیکن اپنی کم عمری کے باوجود ایک کامیاب رہنما کی مثال پیش کی۔

۱۱/ اگست ۱۸۵۶ کو حج کی سعادت حاصل کی۔ روضہ طیبہ مدینہ منورہ کی زیارت سے فیض یاب ہو کر مئی ۱۸۵۷ میں حجاز سے واپس آئے تو ملک میں انگریزی ظلم وستم کے خلاف آواز بلند ہو چکی تھی۔ شہزادہ تلواروں کی چھاؤں میں پلا تھا۔ تماش بین نہ بن کر فوراً آگ کے دریا میں کود پڑا۔

شرکتِ جنگ آزادی کی کہانی خود ان کی زبانی:

"آغاز بغاوت سے قبل میں مکہ گیا ہوا تھا، جب واپس ہو کر بمبئی پہنچا تو ان عیسائیوں کی تباہی کی خبر ملی۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور میں چونکہ اسلام کا پیرو اور انصاف پسند ہوں اور ظلم سے نفرت کرنے والا ہوں، بمبئی سے واپس ہوتے ہوئے میں نے ہندوستان کے عوام کو سڑکوں پر گوالیار تک جہاد کے لئے صدا دی اور آج تک کتنے ہی جنگجو سورما اور سردار مجھ سے تعاون کا عہد و پیماں کر چکے ہیں۔ گوالیار سے ایک چھوٹی سی فوج میرے ہمراہ ہوگئی اور میں نے جنگ کے لئے مصمم ارادہ کر لیا"[7]

"۴/ جون ۱۸۵۷ کو نیمچ، ۸/ جون کو نصیر آباد اور ۱۴/ جون کو گوالیار کی فوج نے بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ وارث محمد خاںؔ، سعادت خاںؔ بے روزگار (افسر) اور مولانا عبدالصمدؔ مرد

مجاہدان کی قیادت کرر ہے تھے۔ مہو میں فوج مراد علی خاںؔ کی رہنمائی میں برٹش حکام کے خلاف صف آرا ہوگئیں۔ اسی روز دھار میں بھی تعنیات فوجیوں نے بو پاوار اور سر در پور میں انگریزی مورچہ کو نذر آتش کر دیا اور ۳۱ راگست کو دھار کے قلعہ پر قابض ہو گئے۔"[8]

پورا علاقہ انگریزی جبر و ستم کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا جس کا بھر پور فائدہ اٹھانے میں فیروز شاہؔ نے ذرا بھی دیر نہ کی۔ "جون ۱۸۵۷ میں سیتا مئو کے قریب نمودارہ ہوئے"[9] یہاں سے اُجین کے شمال میں اسی (۸۰) میل کی مسافت پر واقع مندسور آ گئے لیکن مندسور کے گورنر نے ان کو شہر بدر کر دیا تو وہ "افضل پور سے نکل کر حضرت شیخ کرخی کی درگاہ میں کہ وہاں سے قریب ہی جا بیٹھے"[10] اور غیر ملکی حملہ آوروں کے خلاف نفرت کی موج طلاطم جاری رکھی۔ ان کی حکومت مخالف کاروائیوں کی بھنک لگتے ہی "کماندار خود معہ دیبی پرشاد کوتوال د مادھوراوٗ پنڈتؔ سوڈیڑھ سوسپاہی ولایتی و ہندوستانی لے کر روانہ ہوا اور دوداؔشہید کی درگاہ"[11] کے پاس ٹھہر کر فیروز شاہؔ کو دھمکانے کی جسارت کی مگر الٹے لینے کے دینے پڑ گئے کیونکہ ان کی زیر قیادت "دو ہزار"[12] میواتی، مکرانی، افغانی اور دوسرے سپاہ جمع ہو چکے تھے جوان پر اپنی جان نثار کرنے کو تیار تھے۔ باہمی تصادم میں دیبی پرشاد کوتوال کو "دو تلواریں ماریں اور ایک گولی مادھوراوٗ پنڈت کی بازو میں لگائی وہ دونوں زخمی ہو کر گھوڑوں سے گر پڑے۔۔۔۔۔۔ اور کوتوال مذکور و کماندار پنڈت کو گرفتار کر لیا۔"[13] فیروز شاہ کو مرزا ہمایوں کے نام سے "چہارم ماہ محرم الحرام ۱۲۷۴ مطابق یک و دوم ماہ اگست ۱۸۵۷ بروز یکشبہ"[14] مندسور کے تخت پر بٹھا کر ان کی حکومت کا اعلان کر دیا اور "مرزا امیر بیگ پوتا مرزا چمنؔ بیگ کو وزیر مقرر کیا"[15] انگریزوں کو حالات دیکھ کر اپنے قدموں کی زمین کھسکتی ہوئی نظر آنے لگی۔

میواڑ کے ریزیڈنٹ لفٹیننٹ جنرل شاورزؔ Showers نے "غدر ہند کا بھولا ہوا باب" میں شہزادہ فیرورشاہؔ کی فتح یابی کو ان جملوں میں درج کیا ہے:

"وسط اگست میں مالوہ کے اندر سرکشی نے خاصی خطرناک صورت اختیار کر لی تھی اس کی سالاری کا منصب فیروز شاہؔ نام کے ایک

مذہب دوست اور مجاہد شہزادے نے سنبھال لیا۔ مندسور کے مسلمانوں نے دوسرے طبقے کو ساتھ ملا کر ریاست گوالیار کی حکومت ختم کر دی اور شہزادے کی حکمرانی کا اعلان کر دیا"[16]

شہزادے نے مسند نشین ہو کر انگریزوں کے خلاف وفاقی محاذ بنانے کے لئے ہمسایہ ریاستوں "پرتاب گڑھ، جاورہ، سیتا مئو، رتلام اور سالم بار کے قائد اور سیتا مئو"[17] کو توقیع روانہ کئے، مگران پروانوں کا سوائے جاورا کے شاہی خاندان کے ایک فرد عبد الستارؔ کے علاوہ کسی دوسرے پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ جب شہزادے کی آواز پے عبد الستارؔ مندسور پہنچا تو فیروز شاہ نے "شہر سے ایک میل کا فاصلہ پر جا کر اس کا استقبال کیا۔"[18] ۳۱ راگست کو مجاہدین نے دھار کے قلعہ پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ امجھیر اا اور جھبوا کی فوج میں بیشتر عربی تھے، وہ بھی انگریز مخالف اقدام میں حریت پسندوں کو تعاون دینے لگے"[19]

مندسور میں تخت نشینی کے بعد فیروز شاہؔ کے لشکر جرار میں مہاراجہ کی فوج سے نکل کر بہت سے افغانی اور دیگر غیر ملکی فوجی بھی شریک ہو گئے تھے۔ ایک اندازے کے مطابق "۵۰۰۰ رمیواتی، ۵۰۰ رافغان، بھیم نائک کی کمان میں ۲۰۰ ربھیم، ۴۰۰ مکرانی، ۳۰۰۰ مختلف طبقات کے لوگ اور ۱۰۰۰ رگھوڑ سوار"[20] شہزادے کے قافلہ کا حصہ تھے۔ انگریزوں نے انہیں مقید کرنے کی پوری جدوجہد کی جو ناکام ہی ثابت ہوئی "مراجعت جب اندور پہونچے خبر ہنگامہ فسادسن کر وہیں ٹھہرے جب حکم سرکاران کی گرفتاری و قتل پہونچا بھاگ کر گوالیار آئے۔"[21]

آہستہ آہستہ جنگ آزادی کی لہروں نے تمام علاقہ کو اپنی چپیٹ میں لے لیا۔ "ریاست دھار کا راجہ، وزیر رام چندؔر، راجہ کی ماں اور چچا"[22] انقلابی سرگرمیوں میں قدم بہ قدم تھے۔ اگست میں مالوہ کی صورتحال نے انگریزوں کو مخمصے میں ڈال دیا۔ شہزادے نے ایسا اعلیٰ "نظم و نسق قائم کیا کہ جنوب سے تمام روابط منقطع کر دیئے گئے۔ سرکاری ڈاک کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔ انگریزوں نے قاصدوں کے ذریعہ خبریں بھیجنے کی کوشش کی تو انہیں

پکڑ کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔"[23] ستمبر ۱۸۵۷ میں "اٹھارہ ہزار"[24] حامی فیروز شاہ کے ساتھ تھے۔ شہزادہ فیروز شاہ کوٹہ کے انقلابیوں سے تعلق بنائے ہوئے تھے جنہوں نے فرنگیوں کے حمایتی "مہاراؤ کو اکتوبر میں قیدی"[25] بنالیا تھا۔

مہو میں بغاوت کی خبر پہنچی تو انقلابی اندور چلے گئے لیکن جلد گوالیار لوٹ آئے وہاں "دھول پور سے"[26] آنے والے باغی بھی ان کے ساتھ مل گئے ۔ادھر انگریز کے آلہ کار جیاجی راؤ سندھیا نے "چمبل ندی پر بنے کشتیوں کے پل کی تمام کشتیاں کو غائب کرادیا"[27] مگر یہ مرد مجاہد کہاں رکنے والے تھے۔ انہوں نے "دریائے چمبل کو "دیہاتی طریقے سے مٹی کے گھڑوں کو الٹ کر پل"[28] بنا کر پار کرلیا ۔شہزادہ گوالیار سے دھول پور پہنچے وہاں کے "تحصیلدار سے ایک لاکھ روپیہ لیا"[29] اور دلّی کی طرف بڑھے لیکن راستہ میں ہی شکست کی خبر کے بعد اپنا ارادہ بدل دیا، بعد ازاں میوات گئے وہاں سے "شیخ فضل علی رسالہ دار اور جنرل عبدالصمد کو ساتھ لیا"[30] اور ۲۶ر ستمبر کو متھرا پہنچے جہاں ایک فوج ملی "جس میں ۲۷ر دیسی پیادہ فوج کے آدمی تھے اور ہیرا سنگھ اس کا صوبہ دار تھا پھر وسط ہند سے جو لوگ آئے تھے وہ بھی شامل ہوگئے"[31]

انگریزوں نے حیدر آباد کے نظام اور وزیر سالار جنگ کی بدولت بڑی تیزی سے جنوبی ہند کے بیشتر حصوں کی شورش کا شدت سے انسداد کیا۔ "اندور اور مندسور کے مابین انقلابیوں کے رابطہ کو توڑ دیا"[32] جس کے پیش نظر مجاہدین دو حصوں میں تقسیم ہوگئے۔ انگریزی افسر ہنری ڈورینڈ (Henry Durand) اور بریگیڈر اسٹوریٹ (Brigadier Stuart) نے "۲۲ر اکتوبر دھار اور جیرن ۲۲ تا ۳۱ر اکتوبر کو حملہ کر کے یکے بعد دیگرے ریاستوں پر دوبارہ تسلط قائم کرلیا"[33] ان دونوں افسران کی کمان میں انگریزی فوج برابر آگے بڑھتی رہی۔ ۲۵ر اکتوبر ۱۸۵۷ آگرہ میں بمقام کالی ندی انگریزی لاؤ لشکر پر یلغار کی، شکست کھا کر انگریزوں کو قلعہ میں پناہ لینی پڑی اور حریت پسندوں نے شہر کی حصار بندی کردی، مغلیہ سلطنت کا استیصال کرنے کے بعد "گریٹ ہیڈ (Greathed) نے

انقلابیوں کو گھیرا اٹھانے پر مجبور کردیا"[34]

شیخ رحمت اللہ مہد پور نے مہد پور کے باغیوں کی قیادت کی لیکن ۱۳ر نومبر کو میجر (MajorOrr) آر کے ہاتھوں شکست"[35] کھانی پڑی۔ شہزادہ فیروز شاہ جنہوں نے "نیمچ کے قلعہ کو ۸ تا ۲۲ر یوم تک محصور کر رکھا تھا"[36] حالات سے بے بس ہو کر محاصرہ ختم کرنا پڑا۔ "۲۴ر نومبر کو مالوہ میں بمقام گراریا پر فیصلہ کن محاربہ ہوا"[37] جس میں انگریزوں کا پلڑا بھاری رہا۔ مخالف ہوا کا رخ دیکھ کر "شہزادہ مندسور سے ننگڑھ چلے گئے"[38] مگر اپنی کوششوں میں برابر لگے رہے۔

نومبر میں شہزادے مرزا کوچک سلطان، فیروز شاہ اور ولی داد خاں بھی فرخ آباد آئے"[39] دونوں شہزادے "۲ر جنوری تک یہیں رہے"[40] جب انگریزی فوج سے "خداگنج (فرخ آباد) پر معرکہ آرائی ہوئی تو نواب تفضّل حسین خاں (فرخ آباد) کے ہمراہ دونوں شہزادے"[41] اور اسماعیل خاں یہاں سے شاہجہاں پور چلے گئے، جہاں کچھ دن غلام قادر کے ساتھ گزار کر"[42] لکھنؤ پہنچے تو "خلد منزل" [43] میں بود و باش اختیار کی۔ سلطانہ بہو صاحبہ نے بیگم حضرت محل کو پیغام بھیجا "میں محتاج ہوں مجھ سے ان کی خدمت کیا ہوسکے گی سرکار سے دوسرا مکان ان کے رہنے کو ملے تو بہتر ہے۔ اس جہت سے ایک مکان اور علیحدہ ان کے قریب تجویز ہوا۔ پانچ ہزار دعوت کے آئے"[44] جب تک مقابلہ جاری رہا شہزادہ فیروز شاہ وہیں رہے۔ سقوط لکھنؤ کے بعد نکلے تو "تھوڑی سی فوج اور ایک توپ"[45] کے ساتھ بتاریخ ۱۰ر اپریل ۱۸۵۸ بریلی کے خان بہادر خاں کے پاس آگئے۔ ان کی بے اعتنائی کے باعث مراد آباد کی جانب رخ کیا۔ ۷ر رمضان ۱۲۷۴ مطابق "۲۲ر اپریل ۱۸۵۸ کو سنبھل ہوتے ہوئے مراد آباد میں داخل ہوئے"[46]

> "قریب عیدگاہ (موجودہ برف خانہ) جنگل میں قیام کیا، (عبدالعلی
> خاں) منجھلے صاحب نے اہل شہر کا حال دریافت کرایا کہ ان کی نیت
> کیا ہے اور کیا ارادہ ہے ہمارے شریک ہوں گے یا فیروز کے، معلوم

Presented By: https://jafrilibrary.com

> ہوا کہ فیروز شاہؔ کی شرکت کریں گے۔غلام ناصر خاںؔ اور سید موسیٰ رضاؔ اور مولوی شاہ علی ساکن مراد آباد فیروز شاہؔ کے پاس بھیجے گئے، ان صاحبوں سے اور شہزادے سے گفتگو ہوئی۔شہزادے نے ظاہر کیا کہ میں راستہ بھول کر آ گیا ہوں اور روزہ دار ہوں شام تک مہلت دو بعد افطار چلا جاؤں گا نہ شہر میں داخل ہوں گا نہ رسد لوں گا۔"[47]

لیکن انگریزوں کے ہمدم ناظم نے شہزادے کی رائے کو مسترد کر دیا۔اس بات سے خفا ہو کر فیروز شاہؔ کے رفقاء عقاب بن کر جھپٹے۔انہوں نے ناظم کے سپاہیوں سے توپیں چھین لی۔"پھر فیروز شاہؔ اور ناظم کے مابین (نزد روضہ شاہ بلاقیؔ) جھڑپ ہوئی۔انگریزوں کے حلیف ناظم کے گھر صف ماتم بچھ گئی، اسے اپنے تجربہ کار فوجیوں و جنگی ساز و سامان سے ہاتھ دھونا پڑا۔اس کی فوج مراد آباد سے راہ فرار پر مجبور ہو گئی۔نواب سید یوسف علی خاںؔ نے جس کے غم میں دو وقت تک کھانا نہ کھایا"[48] شہزادے کے اطاعت گزار سارے شہر میں پھیل گئے اور انتظامات کی طرف التفات کی۔

شہزادہ قوم کو اپنا گرویدہ اور فریفتہ بنانے کی طلسماتی اور کرشمائی شخصیت کے مالک تھے جن کی ایک آواز پر عوام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر سڑکوں پر نکل آیا۔"فیروز شاہؔ نے ایک محضر نامہ بنایا جس پر سولہ ہزار آدمیوں نے بقسم شرعی شرکت کے واسطے دستخط کیے۔"[49]

۲۴/اپریل ۱۸۵۸ا رام پور کے نواب بھائی کاظم علی خاںؔ نے مراد آباد پر چڑھائی کر دی۔فیروز شاہؔ ناظم کی فوج کو چکمہ دینے کے لئے پیچھے ہٹے جسے دیکھ کر ناظم کی فوج جیت کے شادیانے بجانے لگی لیکن اچانک فیروز شاہؔ کی فوج ناظم کے فوجیوں پر آسمانی قہر بن کر ٹوٹی۔فیروز شاہؔ نے رام پور کی فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ:

> "افسوس تم مسلمان ہو کر ہماری جان کے درپے ہو اور کفار کی حمایت میں تکلیف دینا ہم کو گوارا کرتے ہو۔"[50]

"۲۷/اپریل کو بریگیڈر جنرل جونسؔ (Brigadier General Jones) کی پیش

قدمی کی اطلاع ملتے ہی "فیروز شاہؔ نے شہر کو الوداع کہہ دیا"[51] اور آنولہ جا پہنچے جہاں میر والے باغ میں دو روز قیام رہا۔

> "شہزادہ فیروز شاہ آنولہ میں ایک دن اور ایک رات مقیم رہا اس کا قیام میر والے باغ میں ہوا یہ وہ باغ ہے جس میں آج کل رام لیلا لگتا ہے بڑا وسیع اور گھنا باغ ہے، شہزادہ کے ساتھ تقریباً پانچ ہزار آدمی جمع تھے۔ باشندگان آنولہ نے شہزادہ اور اس کے آدمیوں کی بڑی مدد اور خاطر تواضع کی۔آنولہ کے سربراہ کاروں میں غالب علی خاں، نواب کلنؔ خان، سید وارث علی، مولوی محمد اسمٰعیلؔ، حکیم سعید اللہ، نواب حسنؔ، نواب جانؔ محمد اور شیخ خیر اللہ سب پیش پیش تھے۔آنولہ کے لوگوں نے کھانا تیار کرایا، عام کھانے کے ساتھ ساتھ شہزادہ اور اس کے خاص آدمیوں کے لئے پلاؤ اور زردے کی دو دیگیں تیار کرائیں، شہزادہ نے اپنے تمام ساتھیوں کو کھانا تقسیم کیا اور اس میں ہر سپاہی کو پلاؤ اور زردہ بھی بھجوایا۔جب شہزادہ سے کہا گیا کہ چاول تو آپ کے خاص لوگوں کے لئے تھے۔شہزادہ نے جواب دیا کہ میں بھی ایک سپاہی ہوں جو سب سپاہیوں کو ملے گا وہی میں کھاؤں گا۔شہزادہ کا یہ لشکر دوسرے دن محلّہ کھڑے سے گزرا، کھڑکی والی مسجد کے پاس پانی کا ایک گہرا گڑھا تھا، شہزادہ کا گھوڑا اچمک گیا اور اتفاق سے شہزادہ کی انگوٹھی کا فیروزہ اس گڑھے میں گر گیا شہزادہ کو سخت افسوس ہوا۔چار گھنٹے اس جگہ قیام رہا، اس گڑھے کی تلاشی ہوئی مگر وہ فیروزہ نہ ملا سخت مایوسی ہوئی عصر کی نماز کھڑکی والی مسجد میں ادا کی اور تمام مسلمانان آنولہ کو مخاطب کر کے ایک زوردار تقریر کی جس میں سارا زور جہاد پر دیا گیا تھا۔"[52]

آنولہ سے بدایوں آتے ہوئے ککرالہ میں ڈاکٹر وزیر خاں، مولانا فیض احمد کے ساتھ مل کر انگریزی فوج سے دو دو ہاتھ کئے۔ ''۲۹/اپریل ۱۸۵۸ء کو پینی (Penny) ۲۰۰/کارابنیس، ۲۵۰۰/ملتانی گھوڑے، ۳۵۸/چھوسٹھ، ۳۲۰/پنجاب (دوسری) بٹالین، ۳۶۰/بلوچ بٹالین، ۲۵۰/سپاہ گیارویں دیسی انفیٹری، چھ بھاری اور چھ ہلکی توپوں کو لیکر راتوں رات چاندنی اوسہت کے (داتا گنج) قریب پہنچ گیا''[53] لیکن انگریزی لشکر کے پہنچنے سے ایک روز قبل ''پچھّم کے ایک باغ میں جہاں قصبہ کا کھلیان تھا، ایک سوار آیا۔ چھوٹے خاں اور چند لوگ کھلیان میں حفاظت کو موجود تھے۔ انہوں نے سوار کی خاطر تواضع بہت سی کی، دوران گفتگو یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ قصبہ والے انگریز کے دشمن اور مجاہدین جہاد کے لئے سر بکف ہیں۔''[54]

فیروز شاہ نے بہ ذات خود ساکینِ ککرالا کے دلوں کو ٹٹول کر ہی انگریزوں پر ترک تازی کی۔ اس واقعہ سے ان کی مآل اندیشی اور جنگی نکات پر کامل قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔ برٹش فوج آدھی رات کو ککرالہ کی طرف بڑھی۔ ان کی رہنمائی ''چاند برائی کے ایک جاسوس دوسرا موضع رٹھول کا ایشوری پرشاد''[55] نامی مخبروں نے کی۔

''وقت صبح صادق کا تھا کہ مجاہدین کا ایک گروہ آتا ہوا نظر پڑا۔ جنہوں نے چار توپیں گراپ کی سرکیں مگر کوئی انگریز زخمی نہیں ہوا۔ انگریزوں نے جوابی توپوں کے فائر کئے۔ مجاہدین نے موقع پا کر انگریزی فوج کو تلواروں پر رکھ لیا۔ انگریزی فوج نے مجاہدین کی شمشیر زنی کی تاب نہ لا کر پسپائی شروع کر دی اور درختوں کی آڑ لے کر توپیں چلانے لگے اس سے مجاہدین کا کافی اتلاف جانی ہوا''[56]

مگر انگریزی فوج کا جنرل پینی (General Penny) مجاہدین کے تیز نشانے کا شکار ہوا اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا''[57]

جب صبح ''کرنل جونس (Col. Richmond Jones) فوج کے ساتھ آیا''[58] تو اس نے

حریت پسندوں کی گھیرا بندی کر لی۔ جانبازوں کے بلند حوصلے دیکھ کر انگریزوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، اس معرکہ میں ''ایک ہزار غازی شہید ہوئے''[59] لیکن فیروز شاہ، وزیر خاں اور فیض بدایونی انگریزی صف بندی توڑ کر بریلی پہنچ گئے۔ شہزادہ فیروز دوسری مرتبہ بریلی پہنچے تو خان بہادر خان نے سرخ قالین بچھا دیا اور بڑی قدر و منزلت کی، انہیں ''ہاتھی پر سوار کرا کے جلوس نکالا''[60] فیروز شاہ نے بریلی میں عوامی بیداری کے واسطے ایک جہاد نامہ تیار کرایا۔ جو ان کی بصیرت کا اعلیٰ نمونہ ہی نہیں بلکہ دلی جذبات کا ترجمان بھی ہے۔ جس میں فرنگیوں کے جبر و تعدی، زیادتی، استحصال اور دینی معاملات میں دخل اندازی کے بارے میں مدلل طریقے سے اظہار کیا۔ فیروز شاہ نے ہندو اور مسلمان دونوں سے ملک و دین کی حفاظت اور آزادی کے لئے جانثاری کی معارفہ کی:

''اے ہندوستان کے لوگو، ان فرنگیوں کو دیکھو وہ کس قدر تمھارے دشمن ہیں اب اٹھو اور اپنے مذہب کی حفاظت کے لئے کمر کس لو۔ اپنے عزم کو پختہ کر لو۔ خدا کی مدد اور اعتماد پر فتح پاؤ گے۔ میں اپنے اندر بہادری اور جوش کا دریا موجزن پا رہا ہوں۔ میں سر سے کفن باندھ کر کھڑا ہو رہا ہوں مجھے جیت کا یقین ہے۔ میں تمہیں بار بار صدا دے رہا ہوں آؤ۔ خدا کے لئے آؤ میرے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ زندگی اپنی محبوب شے کے لئے نثار کر دو۔ جان ایک دن جانی ہے۔''[61]

مصائب اور آفات کی گھنگھور گھٹاؤں میں بھی ان کے اوسان کبھی خطا نہیں ہوئے بلکہ ہر خطرے کا پوری جرآت مندی سے سامنا کیا۔ وہ یقین محکم عمل پہیم نظریئے کے حامی تھے جو مندرجہ ذیل عبارت سے پوری طرح واضح ہو جاتا ہے:

''اس دن سے آج تک میرا تمام وقت اسی دھن میں صرف ہو رہا ہے کہ دوبارہ جنگ کی جائے اور گزشتہ چار ماہ سے چند ریاستی حکمرانوں اور معزز جنگجو کو مائل کرنے میں کامیاب ہوا ہوں اور ڈیڑھ لاکھ فوج

جمع کر چکا ہوں۔ہم بہت جلد ان فرنگیوں کو ختم کر دیں گے۔ ہر جگہ بارود وغیرہ جمع کیا جا چکا ہے اور روپیہ اکٹھا ہو گیا۔باقی ہے میرا قدم اٹھانا اور جنگ کرنا یہ خالص دینی مقصد ہے لہٰذا تمام ہندو مسلمان کو جاننا چاہیئے کہ جو لوگ خدا کی خوشنودی حاصل کریں وہ ہمارے ساتھ شامل ہوں،کمزور اور بوڑھے ہمارے لئے دعا کریں،ثروت مند ہمیں روپیہ دیں اور طاقت ور لوگ میدان میں نکل آئیں۔''[62]

''۵رمئی ۱۸۵۸کو جدید اسلحہ سے آراستہ ، گرگ باراں سر کولن کی فوج اور انقلابیوں کے درمیان بریلی میں نکٹیا ندی''[63] کنارے کانٹے کی ٹکر ہوئی۔''خان بہادر خان ،شہزادہ فیروز شاہ،نواب ولی داد خاں اور نواب اسمعیل خاں''[64] کی سربراہی میں مجاہدین نے انگریزوں کے نہلے پہ دہلا جواب دیئے لیکن عیار فرنگیوں سے مدمقابل لڑنا سوائے خسارے کے کچھ نہ تھا۔اس لئے انقلابی رہنماؤں کی مشاورت میں طے پایا کہ اب انگریزوں سے ''گوریلا جنگ''[65] کی جائے مگر بریلی کے غازی میدان جنگ سے فراری کو بزدلی کی علامت سمجھتے تھے کیونکہ یہ جانثار تو شیر کے دانت گننے والوں میں سے تھے۔انہوں نے قدم ہٹانے کی بجائے اپنا سر کٹانے کو ترجیح دی۔ فتح اور شکست ،موت اور زندگی سے بے نیاز ہو کر ایسی داد شجاعت دی کہ انگریزوں کو انگشت بہ دنداں کر دیا۔ بریلی کا نام تاریخ کشت وجدل میں زندہ جاوید ہو گیا۔

"Bareilly was a great city,believed to be the last strong hold of the mutineers,to be filled by thousands of men whose only wish was for death in a struggle with the infidel,A fierce resistence a contest continued from street to street,was certainly a chance upon the

cards."[66]

حریت پسندوں کے فلک شگاف صداؤں سے انگریزوں کا لہو خشک ہو گیا۔ان کا اندر کا سانس اندر باہر کا سانس باہر، یہ منظر دیکھ کر ان میں ارتعاش پیدا ہونا لازمی تھا کیونکہ انہوں نے ایسے ستیزہ کاروں کو نہ دیکھا تھا اور نہ سنا تھا:

"The Gazees were fine fellows, grizzly-bearded elderly men for the most part,with green turbaans and cummer bunds,and every one of them had a silver signet-ring,a long text of the Koran engraved on it.They came on with thier heads down below their shields,and their tulwars flashing as they whirled them over their heads, shouting Dean! deen'! and dancing like madmen."[67]

شہزادہ فیروز شاہ خان بہادر خان کے شانہ بہ شانہ لڑ رہے تھے ۔''شہزادہ حیرت انگیز بہادری کے ساتھ مصروف جنگ تھا اکثر وہ سب کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا تھا مگر غبار کم ہونے پر پھر اس کی تلوار دشمن کے سروں پر بہ دستور کوندتی نظر آتی ،عین اسی وقت خان بہادر خان کا ہاتھی بگڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور فوج میں افراتفری پھیلنے لگی لیکن شہزادہ آخر تک اپنے گھوڑے پر سوار تیغ آزمائی کے جوہر دکھاتا رہا۔''[68] رسل (W.H.Russell) لکھتا ہے وہ اگرچہ تعداد میں کم تھے مگر ان کے دلیرانہ حملے نے گوروں کو بدحواس کر دیا اور وہ گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔''[69] انگریزی فوج کا سابقہ ان فدائین دستوں سے پڑا جن کے سامنے فرنگیوں کی توپ اور تفنگ بھی کمزور پڑ گئے۔ان کی دلیری اور حکمت تاریخ معرکہ

آرائی میں حرف زریں سے لکھنے کے قابل ہے۔

"Sir Colin had a narrow escape.As he was riding from one company to another his eye caught that of a quassi-dead Gazee,who was lying,tulwar in hand,just before him.The Chief guessed the ruse in a moment.'Bayont that man!'he called to a soldier.The Highlander made a thrust at him,but the point would not enter the thick cotton quilting of the Gazee's tunic;and the dead man was rising to his legs,when a sikh who happened to be near,with a whistling stroke of his sabre cut off the Gazee's head at one blow,"[70]

غازی نے مرتے مرتے جس طرح سے کیمبل پہ وار کیا تھا اگر سکھ سپاہی اپنی تلوار سے اس کا سر الگ نہیں کرتا تو انگریزوں کو ایسی تلافی اٹھانی پڑتی جس کی بھرپائی آسانی سے نہیں ہو سکتی تھی۔

لیکن انگریز ابھی فتح کا جشن بھی نہیں منا پائے تھے کہ مولانا احمد اللہ شاہ کی آمد نے رنگ میں بھنگ کر دیا اور ڈنکا شاہ آتے ہی شاہجہاں پور پر تسلط قائم کر لیا "۱۵رمئی تک بیگم حضرت محل، شہزادہ فیروز شاہ، میاں صاحب (محمدی کا بادشاہ) اور نانا صاحب وغیرہ جیسے رہنماؤں کی افواج ایک جگہ جمع ہو گئیں۔"[71] مگر مہم سر نہ ہو سکی لیکن اس کے باوجود "محمدی میں ایک عبوری اسلامی حکومت قائم کر دی گئی"[72] جون میں فیروز شاہ رسول آباد آئے، جیت بہادر اور موسیٰ علی کے ساتھ اناؤ پر قابض ہونے کی کوشش کی لیکن انگریزی فوج کے آنے سے

ارادہ ملتوی کر کے رسول آباد کو چھوڑ دیا"[73] مزید ۱۰رجون ۱۸۵۸ کو بانگر مئو صفی پور پر مسلط ہو گئے۔ انہوں نے "وہاں کے زمیداروں کا تعاون حاصل کرنے کی غرض سے ایک حکم نامہ جاری کیا کہ جو لوگ برٹش حکام کے خلاف لڑائی میں کھڑے ہوں گے انہیں تین سال تک مال گزاری ادا نہیں کرنی پڑے گی چنانچہ بانگر مئو کے زمیندار جنگ میں شریک ہو گئے۔ فیروز شاہ نے اللہ داد خان کو تحصیل دار کے عہدے پر فائز کیا۔ نرپت سنگھ ولد جسا سنگھ کو فتح پور چوراسی پر تقرر کیا"[74] شہزادہ نے "صفی پور کو اپنا صدر مقام بنایا"[75] ان کی سیتل گنج کے افغانی اور میواتی زمیندار پوری یاوری کر رہے تھے"[76] فیروز شاہ کی "۲۹رجولائی کو رحیم آباد اور ۱۱راگست کو سندیلہ میں معرکہ آرائی ہوئیں"[77] دونوں ہی مقام پر ہزیمت اٹھانی پڑی کیونکہ "کوانگہ (T.H.Kavanagh) نے ہر سمت سے حصار بندی کرنی شروع کر دی تھی"[78] حالات کو دیکھتے ہوئے "فیروز شاہ نیپال کوچ کر گئے۔"[79] ۱۸رستمبر کو فیروز شاہ دوسرے مغل شہزادوں کے ساتھ نورنگ آباد اور اکتوبر میں سیتا پور کے قرب و جوار میں دیکھے گئے"[80] اکتوبر میں فیروز شاہ اور خان بہادر خان راجہ میتاؤلی کے تعاون سے انگریزی فوج کا مواجہہ کیا۔"[81] مگر فتح نہ مل سکی بتاریخ ۱۸رنومبر خیر آباد پہنچے وہاں کے "ناظم ہر پرشاد اور مولوی محمد ناظم (بسوا باڑی) کو راجہ گلاب سنگھ کی مدد کے لئے بھیجا اور خود خان علی خان ناظم (خیر آباد) کے پاس چلے گئے"[82] ان کے ہمراہ "ہر پرشاد، لکڑ شاہ آٹھ یا نو ہزار افراد اور آٹھ توپوں کا جنگجو لشکر تھا"[83] وہاں اپنی سرگرمیوں سے بیرونی حکام کے ہوش اڑا کر "محمود آباد"[84] میں جلوہ افروز ہوئے۔ وہ ہم وطنوں کی غداری سے دل برداشتہ ضرور ہوئے مگر آزادی کی تمنا انہیں ہر لحظہ بے قرار رکھتی تھی چنانچہ انہوں نے انگریزوں سے فیصلہ کن لڑائی کے لئے اپنے ساتھیوں کو دانستہ طور پر بھوک و پیاس کی شدت میں جمع کیا، بڑے دل سوز اور وجد آفریں اسلوب میں انہیں مخاطب کیا :

"میں نے تن بہ مرگ دیا ہے جسے مرنا ہو میرا ساتھ دے وگرنہ اختیار رکھتا ہے چلا جائے۔ کہتے ہیں کہ اس دن شہزادے پر فاقہ گزرا تھا۔"[85]

ان کی باتیں دلوں میں تیر کی مانند چبھ گئیں۔ بالآخر سرفروش معاونین "ظریف خاں رسالدار، ڈاکٹر وزیر خاں، چار سو سوار اور دیگر انقلابیوں کل تعداد (ایک ہزار) باڑی آ گئے"[86] یکم دسمبر ۱۸۵۸ کو بمقام بسوا (اودھ) میں فیروز شاہ انگریزی فوج سے مدمقابل ہوئے"[87] لیکن شہزادے کی تمام کاوشیں رائیگاں جا رہی تھیں چنانچہ "فیروز شاہ اپنے ۱۵۰۰ حامیوں کے ساتھ"[88] تازہ دم ہونے کے لئے "نیپال چلے گئے"[89] ادھر رفاقت سے منھ موڑ کر "جنرل اسماعیل خاں اور قاضی عنایت علی خاں بریگیڈیر نے اپنے چند رفقا کے ساتھ ہتھیار ڈال دیئے"[90] جس کے بعد بیشتر انقلابیوں نے جدائی اختیار کر لی لیکن مشن کو ادھورا چھوڑنا شہزادہ فیروز شاہ کی فطرت کے خلاف تھا اس لئے وہ لوٹ کر پھر تگ و تاز میں لگ گئے۔ "شیر پور گھاٹ دریائے جمن سے اتر گیا، راہ میں اکثر مقام پر لڑائی بھی ہوئی خوب بہادری سے لڑا بہ سلامت نکلا چلا گیا۔ کئی برس جے پور، بیکانیر یا دامن کہسار دکن میں سرگرداں رہا۔ وہاں قوم بھیل بھی شریک ہوگئی"[91] ۶؍دسمبر کو فیروز شاہ، ولی داد خاں اور دوسرے انقلابی کئی ہزار لوگوں کے ساتھ اٹاوہ جاتے ہوئے ارول (فتح گڑھ) سے گزرتے دیکھے گئے جن کا تعاقب بریگیڈر شاورس (Showers) کر رہا تھا۔ میران کی سرائے سے قنوج تک کی پوری شاہراہ پر انقلابی مسلط ہو گئے"[92] محسن علی خان (مہو) شمس آباد، ایک یا دو رسالہ دار (گھوڑسواری) دو علماء گلاب شاہ اور لکڑ شاہ پندرہ سو گھوڑسوار پانچ سو پیدل، چار یا پانچ توپیں، کچھ ہاتھی کے ساتھ"[93] ۷؍دسمبر گنگا پار کر کے اٹاوہ پہنچے اور خبر اڑائی کہ شمال مغرب کی طرف بڑھے گا مگر اس کے بجائے وہ اٹاوہ شاہراہ پر چلے"[94] کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ جاسوس ان کے ہر قدم پر نگراں ہیں۔ وہاں پہنچ کر "نوح آگرہ خام چندن پور (اٹاوہ) کے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ دن اور رات توپوں کی آوازیں آتی رہی۔ اس وقت نواب سیف اللہ بہادر ڈپٹی کلکٹر آگرہ شکوہ آباد میں تھا۔ راتوں رات جنگی توپ خانہ کو شکوہ آباد سے نکال لائے اور دشمن کے سر پر گولے برسائے، فیروز شاہ کا بال بھی بانکا نہ ہوا"[95] ۱۷؍دسمبر کو نیپیر (Napier) کی فوج اور فیروز شاہ کے مابین چینڈیری کے پاس جنگ

ہوئی"[96] جس میں شہزادہ کو ہار کا منھ دیکھنا پڑا۔ نیپیر نے خونریزی کرتے ہوئے تعاقب کیا۔ شہزادہ آرونی کے جنگلات میں روپوش ہو گئے۔ کیپٹن رائس نے پیچھا کیا تو فیروز شاہ یہاں سے نکل کر دسمبر ۱۸۵۸ اندرگڑھ میں تانتیا ٹوپے اور راؤ صاحب"[97] کے لشکر میں جا ملے۔ "الحاصل پھر ۱۳؍جنوری ۱۸۵۹ کو فیروز شاہ تانتیا ٹوپے اندرگڑھ میں ملے دونوں کی مشترکہ سپاہ کی تعداد بامشکل دو ہزار ہوگی"[98] ۱۶؍جنوری ۱۸۵۹ کو ڈرسہ"[99] (جے پور اور بھرت پور کے مضافات) میں اگلے قدم کے بارے میں تبادلہ خیال کر رہے تھے تو انگریزی فوج نے چھاپہ مارا مگر وہ مجاہدین کو محصور نہیں کر سکی۔ ۲۱؍جنوری ۱۸۵۹ کو "ان کی مشترکہ فوج کو سیکر (الور) میں برٹش فوج کے مقابلہ میں ہارنا پڑا۔"[100] سیکر کی شکست کے بعد مصلحتاً تینوں الگ ہو گئے۔ شہزادہ فیروز اور راؤ صاحب کچھ عرصہ تک سرونج کے جنگلوں میں بھٹکتے رہے "۱۱؍فروری ۱۸۵۹ کو بریگیڈیر ہونر (Honner) نے شہزادہ اور راؤ صاحب کی چھوٹی سی ٹکڑی کو بمقام کوشانہ پر ہرایا"[101] یکم مارچ ان کے پیرون (ضلع رائے پور کے قرب و جوار) کے دشت میں ٹھہرنے کی اطلاع ملی"[102] اپریل ۱۸۵۹ میں چتر بھج سے نکل سرونج کے صحرا میں خیمہ نصب کیا۔ اس وقت "نو ہزار"[103] سپاہی موجود تھے۔ انگریزوں نے پورے جنگل کو چھان مارا ان کا ٹھکانہ تو مل گیا مگر "راؤ صاحب اور فیروز شاہ غائب تھے"[104] تانتیا ٹوپے سردار مان سنگھ (Narwar) کے پاس چلا گیا جو اس وقت انگریزوں سے مل چکا تھا۔ فیروز شاہ نے تانتیا ٹوپے کو اپنے پاس بلانا چاہا۔ "مان سنگھ نے اسے روک لیا اور ۷؍اپریل ۱۸۵۹ کو ٹھیک آدھی رات کو سوتے وقت تانتیا کو دشمن کے حوالے کر دیا۔"[105] تانتیا ٹوپے کی گرفتاری کے بعد فیروز شاہ کو اپنے اوپر خطرے کے بادل منڈلانے کا احساس ہو چکا تھا۔ جب ایسٹ انڈیا کمپنی اپنے آگے ناصیہ فرسا کرنے والوں کی دست گیری سے جنگ آزادی کو ناکام کر چکی تو ملکہ وکٹوریہ نے اعلان معافی کیا جس کی بڑے پیمانے پر تشہیر کی گئی لیکن حکام نے صلح نامہ کے لئے کچھ اصول و ضوابط تشکیل دیئے حالانکہ فیروز شاہ بے سروسامانی کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے پھر بھی اولوالعزم شہزادے کی حمیت نے ان

کی قرارداد کو قبول نہیں کیا۔ انہوں نے ''۴رجون ۱۸۵۹ کوڈاکٹر محمد وزیر خاں اور پیر ظہور علی کی معرفت ایک خط انگریز افسران کو ارسال کیا، جس میں حسب ذیل شرائط پیش کیں''[106]

"From the lord of World and mankind, the son of the holy preceptor of the Universe and its inmates, Mirza Bahadur Mohamed Feroze Shah

3rd Zikad,1275 A.H.(4th June 1859)

1.What arrangement has been made for my maintenace?

2.I should be allowed full liberty,that is I should be allowed to remain or go wherever I like, without molestation.

3.The arms of my followers,about ten or twenty in number,will not be given up."[107]

انگریز افسران نے فیروز شاہ کی تجاویز کو خارج کر دیا کیونکہ شہزادہ نے مغلوں کے اس جاہ وجلال کو پیدا کرنے کی کوشش کی جو انگریز روند چکے تھے ''شہزادہ کے تیموریہ خاندان کے روایتی آداب والقاب کے استعمال کرنے سے رچرڈ شیکسپیر (R.Shakespear) خفا ہو گئے۔''[108] وہ شہزادے کی صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ انہیں تردد تھا کہ اگر فیروز شاہ کو مراعات مہیا کیں تو حکومت کے لئے ناگہانی مصیبت کا پہاڑ بن سکتی ہیں۔

سرزمین ہند پر شہزادہ فیروز شاہ نے پانچ سو حامیوں کو لے کر اپنی آخری جنگ بتاریخ ''۴راگست ۱۸۵۹ کرنل نوٹ کے ساتھ پترائی (بالا بھٹ جنگل ضلع ساگر) مقام پر کی''[109] نباض وقت فیروز شاہ نے حالات کے تحت اپنی حکمت عملی میں تبدیلی کی کیونکہ انہیں اپنی

قوت کمزور ہوتی نظر آرہی تھی چنانچہ فیروز شاہ نے انگریزوں کو مسلم ممالک کی مدد سے کھدیڑنے کا پلان بنایا، راستے میں لڑتے، جھگڑتے، دفاع اور مقابلہ کرتے نکل گئے۔

آخرکار اٹک دریا اتر کر کابل سے ہوکر داخل ملک ایران ہوا۔ وہاں سے رہبری پاکر داخل ملک روسا ہوا''[110]

''۳رمئی ۱۸۶۰ میں فیروز شاہ قندھار''[111] میں تھے تو ''۱۸۶۱ میں بخارہ''[112] میں سرگرم عمل اور ''۱۸۶۲ میں تہران''[113] میں نظر آئے تو ''۱۸۶۳ میں حکومت ایران نے ہندوستانی حاکموں سے استفسار کیا کہ فیروز شاہ مطلوب انعام یافتہ انقلابی تو نہیں ہے مگر انگریز حکام نے سرد مہری کا اظہار کیا''[114] کئی اطلاع ان کے ہرات اور بخارا کی مضافات میں ملی''[115] اپریل ۱۸۶۸ میں یونیر (سوات) میں سید احمد شاہ کی تحریک کے سرکردہ رہنما مولانا عبداللہ سے ملاقات کر کے کابل چلے گئے''[116] جہاں کے امیر شیر علی خاں نے انگریزی حکومت کی ناراضگی سے بچنے کی خاطر قیام نہیں کرنے دیا تو وہ ''بدخشاں گئے اور یہاں سے سمرقند''[117] اکتوبر ۱۸۷۲ میں برطانوی سفیر قسطنطنیہ نے اطلاع دی کہ ''شہزادہ سلطنت عثمانیہ کے مرکز میں پہنچا ہوا ہے''[118] اور انگریزوں کے مخالف گروہ اس کے ساتھ ہے۔ حالانکہ فیروز شاہ غربت میں انگریزوں کے خلاف تعاون کی طلب میں ادھر سے ادھر مارے مارے پھر رہے تھے لیکن وہ مادر وطن کو آزاد کرانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑنا چاہتے تھے، ورنہ غریب الوطن فیروز شاہ خانہ بدوشی کے عالم میں ایسی زندگی کیوں گزارتے، مگر کون پرائی آگ میں گرتا ہے اس لئے جب انہیں اپنی صدا بہ صحرا محسوس ہوئی تو شہزادہ ''جون ۱۸۷۵ میں ملک حجاز چلے گئے اور اسے توطن بنالیا''[119] شہر مکہ معظمہ میں ''مولانا رحمت اللہ کیرانوی، حاجی امداد اللہ تھانوی، شاہ عبدالغنی دہلوی، مولانا یعقوب دہلوی، مولانا محمد شاہ اسحاق دہلوی، مولانا محمد مظہر مجددی، ہدایت واصلاح کی غرض سے ایک جماعت بنائے بیٹھے تھے۔ نواب فیض احمد خاں، رئیس دتاولی، مولوی واعظ الحق بہاری، حکیم نوازش حسین بہاری اور شہزادہ فیروز شاہ بھی اس جماعت کے رکن ہوگئے''[120] زندگی کے آخری ایام

میں ''ایک آنکھ کی بینائی زائل ہو چکی تھی اور ایک ٹانگ سے معذور ہو چکے تھے''[121] شریف مکہ نے جو وظیفہ مقرر کر دیا تھا''[122] اسی سے گزر بسر ہو جاتی تھی۔ ۱۷ ردسمبر ۱۸۷۷ کو اسی پاکیزہ سرزمین پر آسودہ خواب ہو گئے''[123]

''فیروز شاہ کی ایک ہمشیرہ کلثوم زمانی بیگم درویشانہ لباس اختیار کر کے دہلی سے میرٹھ چلی آئیں اور باقی زندگی نواب ممتاز علی خاں بیزہ نواب خیر اندیش خاں صدیق منزل (موجودہ اسٹیٹ بنک آف انڈیا خیر نگر) کے یہاں گزاری جنھوں نے بسم اللہ جان زوجہ نواب نصرت علی خان کو تین قرآن مجید (قلمی نسخے اورنگ زیب عالمگیر) ایک قالین اور ایک چائے سیٹ تحفہ میں پیش کیے۔''[124]

شہزادے کی بیوی نواب تغلق سلطان زمانی بیگم نے وظیفے کی حکومت ہند سے درخواست کی ''نومبر ۱۸۸۱ میں ان کے لئے پانچ روپے ماہوار اس شرط پر مقرر ہوئے کہ وہ ہندوستان نہ آئے''[125] گورنر جنرل لارڈ رپن (Lord Ripon) کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو مارچ ۱۸۸۲ میں وظیفہ ایک سو روپے ماہوار کر دیا[126] اور واضح کر دیا گیا کہ یہ رقم صرف بیگم کو تا حیات ملے گی ان کے بعد کسی اور کو نہیں''[127]

فیروز شاہ ارفع و اعلیٰ، حق شناس اور صاف گوئی شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنے قرطاس ابیض میں انگریزوں کے اوپر فتح نہ ہونے کی وجوہات کی طرف بھی اشارہ کیا:

> ''انگریزوں کے خاتمے میں جو دیر ہو رہی ہے وہ خدا کی مرضی سے ہے اس لئے کہ فوجیوں نے اپنے سرداروں کا حکم نہ مانتے ہوئے بے گناہ عورتوں بچوں کو بے رحمی سے قتل کیا ہے اور اسی قدر لوٹ مار پر اتر آئے کہ فتح شکست میں بدل گئی۔''[128]

فیروز شاہ کے بارے میں ڈاکٹر سین نے جو خیالات پیش کئے ہیں وہ ان کی شخصیت کے بارے میں کھرے اترتے ہیں:

> ''سو سال پہلے اس جیسا باصلاحیت شخص اپنے لئے ایک حکومت قائم کر سکتا تھا۔ ایک صدی بعد وہ ایک مقبول ترین لیڈر کی شکل میں عوام

> کا لیڈر بن سکتا تھا، لیکن وہ اپنے عہد کے بعد اور دوسرے عہد سے پہلے پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے اس کی مہم جوئی ناکام ہوئی''[129] اگر رابرٹ بروس محبّ وطن تھا تو فیروز شاہ یقیناً اس سے بڑا محبّ وطن تھا۔ ایک نوجوان جس کا کوئی ساتھی نہیں تھا اور نہ ہی جس کے پاس کوئی مالی وسائل تھے، اس نے اپنی فوج بنائی اور ساری رکاوٹوں کے باوجود دو سال تک مسلسل جنگ کرتا رہا۔ اس کے ہاتھ کسی معصوم کے خون سے رنگین نہیں ہوئے تھے۔ مشرقِ وسطیٰ اور وسطی ایشیا کے زیادہ تر علاقوں کا سفر کرنے کے بعد اس نے کوئی یادداشت نہیں چھوڑی اور اس سے بھی بڑھ کر افسوس کا مقام یہ ہے کہ اس کے اپنے ملک والے اب بہت کم اس کا نام لیتے ہیں۔''[130]

Montoomery Martin مونٹو میری مارٹین نے فیروز شاہ کے متعلق لکھا ہے:

> ''اینگلو انڈین پریس نے ایک اور باغی لیڈر کی بھی تعریف کی ہے۔ جس نام شہزادہ فیروز شاہ ہے۔''[131]

آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو بھی ان کی گوریلا مہارت کو ان الفاظ میں تسلیم کرتے ہیں:

> ''اس تحریک نے بعض اچھے گوریلا لیڈر پیدا کئے ان میں بہادر شاہ ظفر کا ایک عزیز فیروز شاہ بھی تھا۔''[132]

فیروز شاہ جیسے مردِ مجاہد نے محدود وسائل اور طالع یاور نہ ہونے کے باوجود آسمان زمین کے قلابے ملا کر اس حکومت کا دم خشک کر دیا تھا جس کے راج کا سورج کرۂ ارض پر غروب نہیں ہوتا تھا۔

آندھیوں سے لڑنے کا جس کو خیال آتا ہے
ان چراغوں کے لئے میرا بھی خوں لے جانا

☆☆

اشاریات

۱۔ مولانا امداد صابری ۱۸۵۷ کے مجاہد شعرا اکتوبر ۱۹۵۹ مکتبہ ساہراہ اردو بازار دہلی صفحہ ۳۵۶ تا ۳۵۷

۲۔ محمد ایوب قادری جنگ آزادی ۱۸۵۷ معارف پریس لاہور جون ۱۹۷۶ صفحہ ۲۷

۳۔ ڈاکٹر ودیا ساگر آزادی کے اولین مجاہدین اور بہادر شاہ ظفر موڑرن پبلیشنگ ہاوس ۲۰۰۷ صفحہ ۲۷۲

۴۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (V) Sammelan Mudranalaya Allahabad 26 Jan.1959 Page 378

۵۔ خلیق احمد نظامی ۱۸۵۷ تاریخی روزنامچہ اکتوبر ۱۹۵۸ الجمعیۃ پریس دہلی صفحہ ۲۸

۶۔ سریندر ناتھ سین اٹھارہ سوستاون آکاش دیپ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی ۲۰۰۱ صفحہ ۲۶۶

۷۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (V) Page 378

۸۔ Bengal Past And Present Sri Gouranga Press (P) Calcutta Ltd.Jan-June 1969 Page 138

۹۔ خورشید مصطفے رضوی ۱۸۵۷ جنگ آزادی الجمعیۃ پریس دہلی صفحہ ۳۸۲

۱۰۔ سید نظام الدین نظام بغاوت مالوہ نورالابصار میرٹھ ۱۸۶۳ صفحہ ۷۶

۱۱۔ ایضاً صفحہ ۷۷

۱۲۔ Col.G.B.Mallesson A History of Indian Mutiny W.H.Allen And Co London Feb.1896 Page 55

۱۳۔ سید نظام الدین نظام بغاوت مالوہ نورالابصار میرٹھ ۱۸۶۳ صفحہ ۷۸

۱۴۔ ایضاً صفحہ ۷۸

۱۵۔ ایضاً صفحہ ۷۸ (مرزا چمن بیگ کا مادھو جی مہاراج کے عہد میں 'مندسور سے اجمیر تک بندوبست تھا)

۱۶۔ غلام رسول مہر ۱۸۵۷ کے مجاہد علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۶۰ صفحہ ۱۹۰

۱۷۔ R.C.Majumdaar The Sepoy Mutiny And the Revolt Oriental Press (p) Ltd Calcutta 1963 Page 92

۱۸۔ سید نظام الدین نظام بغاوت مالوہ نورالابصار میرٹھ ۱۸۶۳ صفحہ ۸۹

۱۹۔ Bengal Past And Present Jan-June 1969 Page 138

۲۰۔ اقبال حسین شہزادہ فیروز شاہ اردو دنیا (قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان) جولائی ۲۰۰۹ صفحہ ۴۳

۲۱۔ سید کمال الدین حیدر حسینی الحسینی قیصر التواریخ ۱۸۹۶ نامی منشی نولکشور لکھنو صفحہ ۴۶۵

۲۲۔ خورشید مصطفے رضوی جنگ آزادی ۱۸۵۷ صفحہ ۳۸۳

۲۳۔ مولانا سید محمد میاں صاحب علما ہند کا شاندار ماضی (جلد چہارم) مکتبہ محمدیہ لاہور ۱۹۸۵ صفحہ ۴۶۳

۲۴۔ Bengal Past And Present Jan-June 1969 Page 140

۲۵۔ Ibid Page 140

۲۶۔ سریندر ناتھ سین اٹھارہ سوستاون آکاش دیپ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی ۲۰۰۱ صفحہ ۲۶۹

۲۷۔ کے۔ ڈی۔ شرما ساجھی شہادت ساجھی وراثت، اندرا گاندھی اسٹیڈیم نئی دہلی ۲۰۰۷ صفحہ ۱۸

۲۸۔ سریندر ناتھ سین اٹھارہ سوستاون صفحہ ۲۶۹

۲۹۔ سید کمال الدین حیدر حسینی الحسینی قیصر التواریخ صفحہ ۴۶۵

۳۰۔ ایضاً صفحہ ۴۶۵

۳۱۔ غلام رسول مہر ۱۸۵۷ کے مجاہد علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۶۰ صفحہ ۱۹۱

۳۲۔ Bengal Past And Present Jan-June 1969 Page 140

۳۳۔ Ibid Page 140

۳۴۔ Esha Basanti Joshi Agra Gazette New Govt.Press Lucknow 1965 Page 69

۳۵۔ Bengal Past And Present Jan-June 1969 Page 140

۳۶۔ Ibid Page 141

۳۷۔ Ibid Page 141

۳۸۔ Ibid Page 141

۳۹۔ Dr.Parmanand Mishra Farrukhabad Gazette
Govt.PressLucknow 1988 Page 55

۴۰۔ Ibid Page 55

۴۱۔ Bengal Past And Present Jan-June 1969 Page 142

۴۲۔ Kailash Narain Pande Shahjahanpur Gazettee Deptt
District Gazetteers Lucknow 1988 Page 37

۴۳۔ سید کمال الدین حیدر حسینی الحسینی قیصر التوریخ صفحہ ۳۱۴

۴۴۔ ایضاً صفحہ ۳۱۴

۴۵۔ یضاً صفحہ ۴۶۵

۴۶۔ Esha Basanti Joshi Moradabad Gazeette Govt.Press
Allahabad 1968 Page 54

۴۷۔ مولوی حکیم محمد نجم الدین الغنی خاں اخبار الصنادید ۱۹۹۷ء راہور پرنٹرس نئی دہلی صفحہ ۸۲

۴۸۔ ایضاً صفحہ ۸۲ تا ۸۴

۴۹۔ ایضاً صفحہ ۸۴

۵۰۔ ایضاً صفحہ ۸۵ تا ۸۷

۵۱۔ Bengal Past And Present Jan-June 1969 Page 144

۵۲۔ محمد ایوب قادری جنگ آزادی ۱۸۵۷ء معارف پریس لاہور جون ۱۹۷۶ء صفحہ ۱۳۵ تا ۱۳۶

۵۳۔ Balwant Singh Budaun Gazeette Govt.Litho Press
Roorkee 1986 Page 39

۵۴۔ مولانا محمد سلیمان بدایونی بدایوں ۱۸۵۷ء میں انٹرنیشنل پریس کراچی جنوری ۱۹۶۰ء صفحہ ۷۵

۵۵۔ ایضاً صفحہ ۷۶

۵۶۔ ایضاً صفحہ ۷۶ تا ۷۸

۵۷۔ Balwant Singh Budaun Gazeette Page 40

۵۸۔ Ibid Page 40

۵۹۔ مولانا محمد سلیمان بدایونی بدایوں ۱۸۵۷ء میں صفحہ ۷۸

۶۰۔ مولانا امداد صابری ۱۸۵۷ء کے مجاہد شعراء اکتوبر ۱۹۵۹ مکتبہ ساہراہ اردو بازار دہلی صفحہ ۳۵۶

۶۱۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (V) Page 376
to 380

۶۲۔ Ibid Page 379

۶۳۔ Ibid Page 461

۶۴۔ Ibid Page 384

۶۵۔ خورشید مصطفیٰ رضوی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء صفحہ ۲۹۴

۶۶۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (V)Page 447

۶۷۔ W.H.Russell My Indian Mutiny Dairy Cassell & Co.
London 1957 Page 146

۶۸۔ خورشید مصطفے رضوی ۱۸۵۷ء جنگ آزادی الجمیعۃ پریس دہلی صفحہ ۳۱۷

۶۹۔ W.H.Russell My Indian Mutiny Dairy Page 145

۷۰۔ Ibid Page145 to146

۷۱۔ Kailash Narain Pande Shahjahanpur Gazettee Page 39

۷۲۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (V) Page 474

۷۳۔ Amar singh Baghel Unnao Gazeette Govt.Press

Allahabad 1979 Page 42

۷۴۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (II) Page 400

۷۵۔ Bengal Past And Present Jan-June 1969 Page 145

۷۶۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (II) Page 402

۷۷۔ Bengal Past And Present Jan-June 1969 Page 146

۷۸۔ Bengal Past And Present Jan-June 1969 Page 146

۷۹۔ Ibid Page 146

۸۰۔ Ibid Page 146

۸۱۔ Ibid Page 146

۸۲۔ سید کمال الدین حیدر حسینی الحسینی قیصر التواریخ صفحہ ۴۶۷

۸۳۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (II) Page 557

۸۴۔ سید کمال الدین حیدر حسینی الحسینی قیصر التواریخ صفحہ ۴۶۷

۸۵۔ ایضاً صفحہ ۴۶۷

۸۶۔ ایضاً صفحہ ۴۶۷

۸۷۔ Bengal Past And Present Jan-June 1970 Page 43

۸۸۔ Esha Basanti Joshi Sitapur Gazeette New Govt.Press
Lucknow 1960 Page 40

۸۹۔ Bengal Past And Present Jan-June 1970 Page 43

۹۰۔ سید کمال الدین حیدر حسینی الحسینی قیصر التواریخ صفحہ ۴۶۷

۹۱۔ ایضاً صفحہ ۴۶۸

۹۲۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (V) Page 806 to
807

۹۳۔ Ibid Page 807

۹۴۔ D.L.Drake-Brockman Etawah Gazette Govt.Press
Allahabad 1911 Page 167 to 168

۹۵۔ محمد ایوب قادری جنگ آزادی ۱۸۵۷ معارف پریس لاہور جون ۱۹۷۶ صفحہ ۴۷

۹۶۔ P.J.O.Taylor What Really Happened During the
Mutiny Oxford Press N.Delhi 1997 Page 217

۹۷۔ خورشید مصطفیٰ رضوی صفحہ ۴۱۵

۹۸۔ Bengal Past And Present Jan-June 1970 Page 43

۹۹۔ خورشید مصطفیٰ رضوی صفحہ ۴۱۵

۱۰۰۔ P.J.O.Taylor What Really Happened During the Mutiny
Page 219 to 220

۱۰۱۔ Bengal Past And Present Jan-June 1970 Page 44

۱۰۲۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (III) Page 666

۱۰۳۔ M.S.Gill Famous Trials that changed History Mehra
Sarup And Sons Delhi 2007 Page 67

۱۰۴۔ خورشید مصطفےٰ رضوی ۱۸۵۷ جنگ آزادی الجمعیۃ پریس دہلی صفحہ ۴۱۵

۱۰۵۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (III) Page 563

۱۰۶۔ Ibid Page 667

۱۰۷۔ Ibid Page 669

۱۰۸۔ Ibid Page 669

۱۰۹۔ P.J.O.Taylor What Really Happened During the Mutiny
Page 222

۱۱۰۔ سید کمال الدین حیدر حسینی الحسینی قیصر التواریخ صفحہ ۴۶۸

۱۱۱۔ P.J.O.Taylor What Really Happened During the Mutiny

Page 224

۱۱۲۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (III) Page 661

۱۱۳۔ Ibid Page 661

۱۱۴۔ Ibid Page 661

۱۱۵۔ Ibid Page 662

۱۱۶۔ غلام رسول مہر ۱۸۵۷ کے مجاہد علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۶۰ صفحہ ۱۹۸

۱۱۷۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (III) Page 662

۱۱۸۔ Ibid Page 662

۱۱۹۔ Ibid Page 670

۱۲۰۔ مفتی انتظام شہابی اکبرآبادی غدر کے چند علماء نیا کتاب گھر اردو بازار دہلی صفحہ ۱۳۵

۱۲۱۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (III) Page 662

۱۲۲۔ Ibid Page 670

۱۲۳۔ Ibid Page 670

۱۲۴۔ نواب افضال احمد خان (خیر نگر میرٹھ) سے گفتگو (خیر نگر میرٹھ) ۵/۳/۲۰۰۹

۱۲۵۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (III) Page 671

۱۲۶۔ Ibid Page 671

۱۲۷۔ سریندر ناتھ سین اٹھارہ سو ستاون صفحہ ۳۲۳

۱۲۸۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol. (V) Page 379

۱۲۹۔ سریندر ناتھ سین اٹھارہ سو ستاون صفحہ ۲۶۶

۱۳۰۔ سریندر ناتھ سین اٹھارہ سو ستاون صفحہ ۳۲۳

۱۳۱ شیخ حسام الدین انقلاب ۱۸۵۷ تصویر کا دوسرا رخ اتل آفسٹ ورکس نئی دہلی ۱۹۸۲ صفحہ ۹۴

۱۳۲ پنڈت نہرو تلاش ہند دیال پریس دہلی دسمبر ۱۹۴۶ صفحہ ۷۷

☆

باب (۹)

چودھری محمد علی خاں کی حویلی

محمد علی خاں

چودھری محمد علی خاںؔ شہید

ہمیں بھی یادرکھیں جب لکھیں تاریخ گلشن کی
کہ ہم نے بھی لٹایا ہے چمن میں آشیاں اپنا

حقوق انسانی کے علمبردار کہلانے والی سفید فام قوم جب دنیا کے کسی خطہ کو زیر وزبر کرنے کی حکمت عملی تیار کرتی ہے تو وہاں کی تاریخ مسخ کرنا اور ہر دل عزیز شخصیت کو غیر پسندیدہ افعال وکردار کا حامل بنانا ان کی ترجیحات اولین ہوتا ہے، ان کے اس زہر آلود عمل سے وہاں کے باشندوں کے ذہن ودل پر منفی اثرات پڑتے ہے اور پھر دھیرے دھیرے اس طول وعرض پر مواضات، رواداری اور ہم آہنگی کی جگہ نفرت وعداوت اور عدم اعتماد کی فضا قائم ہوجاتی ہے اور ان کی مشکل راہ سہل ہوجاتی ہے۔ تاریخ عالم کے اوراق گردانی کے بعد اس کی ایک نہیں بے شمار مثالیں دیکھنے کو مل جائیں گی۔

ایک مشہور مقولہ ہے کہ:

''اگر ایک جھوٹ سو بار بولا جائے تو عوام نہ صرف اسے تسلیم کرنے لگتے ہیں، بلکہ وہ اسی کے مطابق اپنے نظریہ اور عمل کو بدلنے لگتے ہیں۔''[1]

یہی خیالات ہٹلر کے مشیر گوئبلس (Goebbels) کے بھی ہیں:

''کئی مرتبہ جھوٹ بولنے سے وہ جھوٹ سچ ہوجاتا ہے''

مگر انگریزوں کے مقلّد اسی روش پر آج تک گامزن ہیں اس لئے وہ سورما جنہوں نے مادروطن کی آزادی کے لئے سب کچھ فدا کردیا تھا ان کے ساتھ (Untouchable) کی طرح برتاؤ کیا گیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی تجارت کے بہانے سے آئی اور آہستہ آہستہ اپنی شاطرانہ چالوں کی بدولت ملک کی حکمراں بن بیٹھی، ان کی راہزنی، چیرہ دستیوں اور لارڈ ڈلہوزی کی پالیسی نے پورے برصغیر میں ایک ہیجانی کیفیت برپا کررکھی تھی۔ اگرچہ روشن ضمیر طبقہ اب تک مختلف شکلوں میں بیرونی قوت کی سابوتاژ کے خلاف اپنے قلبی جذبات کا اظہار علمی تحریکات کی صورت میں کررہے تھے مگر ان بلیغ کاوشوں نے پورے ملک کے معاشرہ کو بیدار کردیا جو تخریب کار انگریزوں سے ایک نتیجہ خیز لڑائی کے لئے مائل ہوگیا اسی وجہ سے ۱۸۵۷ میں محض سپاہیوں نے ہی نہیں ہر کس وناکس نے بھی اعلانیہ حصہ لیا۔

وہ مجاہدین جو حب الوطنی اور قومی وقار کے واسطہ اپنی جان ومال، متعلقین اور تعیّشات کو چھوڑکر انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے لئے کوشاں رہے ان میں چودھری محمد علی خان بھی شامل ہیں۔ جو خواجہ علی خاں کے فرزند اور علیم اللہ خاںؔ کے پوتے تھے۔ ان کی شادی چچازاد بہن حلیمہؔ خاتون سے ہوئی تھی۔

فرنگیوں سے لڑنے کے جرم میں چودھری صاحب کے ساتھ ساتھ عزیز واقارب ''حمایت علی خاںؔ، ولایت علی خاںؔ، ناصر علی اور مظہر علی خاںؔ وغیرہ کو بھی موت کی سزادے دی گئی''[2] عظیم فرزند وطن ''چودھری محمد علی خاںؔ'' شہید سہاور کے مختار اور بڑے زمیندار تھے۔ جن کے ''تعلقہ کا لگان ۱۵۰۰۰ روپیہ سالانہ تھا''[3] جو اس عہد میں کافی بڑی رقم تھی۔ حلیم، رحم دل، انصاف پسند زہد، تقوٰی اور سخاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ ملک یوسف علی سلطان محمودؔ یا مسعودؔ کی فوج کے ہمراہ ہند میں وارد ہوئے، جو شاہی فوج کے جنرل تھے، ان کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیمؔ علیہ السلامؔ سے منسوب ہوتا ہے۔

''بٹنیان سہاور کے مورث اعلیٰ (ملک) یوسف علی خاں سلطان محمودؔ یا

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس کے بیٹے سلطان مسعودؔ کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے۔وہ سلطانی فوج کے جنرل تھے۔سلطان مذکور اور راجہ مل وائی بلرام (ضلع ایٹہ) کے درمیان سخت جنگ ہوئی جس میں سلطان کو فتح حاصل ہوئی۔راجہ مل مارا گیا اور تمام نواح قبضہ شاہی میں آ گیا۔تب سلطان نے علاقہ سہاور جس کا نام اس دور میں سکھ چین نگری تھا ملک یوسفؔ علی خاں کو بسلسلہ خدمات عطا فرمایا اور انہیں وہیں رہنے کا حکم دیا۔چنانچہ جب یوسف علیؔ خاں یہاں رہے تو انہوں نے اپنی زوجہ عسکریؔ بیگم کو کوہ گومل سے جو افغانستان بٹنی سے آباد تھا' اپنے پاس بلا لیا۔تب یوسف علی خاں کی نسل وہاں کثرت سے پھیلی اور تقریباً پانچ سو برس تک برسر اقتدار رہی۔اس کے بعد انقلاب زمانہ سے راجہ مورد' ہج عرف مورن جو ریاست کا قدیمی دعویدار تھا غلبہ پا کر اس قوم سے معرکہ آرا ہوا۔اس معرکہ میں اس قوم کے تمام افراد مارے گئے۔ملک مغیث خاں اس وقت اپنی ماں کے بطن میں تھے۔ان کی ماں اس دار و گیر کے دور میں اپنے والدین کے گھر بدایوں چلی گئیں۔جہاں لودھی خاندان میں ملک مغیثؔ خاں کی ننھیال تھی۔ وہ وہیں پیدا ہوئے اور پلے بڑھے ہوئے۔جوان ہونے پر انہوں نے اپنی قوم کی تباہی و بربادی کا حال سنا تو دہلی جا کر دربار شاہی میں مستغیث ہوئے۔وہاں سے شاہی فوج راجہ مورنؔ کی سرکوبی کے لئے روانہ کی گئی۔اس کی مدد سے ملک مغیث خاںؔ نے فتح حاصل کی۔"[4]

اس طرح سہاور میں بٹنی کے پٹھانوں کی حکومت قائم ہوئی۔انہوں نے اپنی بہادری سے دہلی میں قائم ہونے والی ہر سلطنت کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی۔ان کی شجاعت اور عزم کی بدولت انہیں چودھری کے خطاب سے سرفراز کیا گیا،اسی وجہ سے سہاور کے پٹھان

اپنے ناموں کے ساتھ ہر عہد میں اپنے آبائی عرفیت "ملک اور بٹنی" کے بجائے چودھری لقب استعمال کرتے رہے ہیں۔اس لفظ سے اس نسل کی روایتی عدیم المثال جوش و جنون اور بے خطری عیاں ہو جاتی ہے اور ہماری آنکھوں کے سامنے ان کی ہمت و حوصلہ کا ایک دریچہ سا کھل جاتا ہے،اسی لئے شہید محمد علی خاںؔ کے نام سے قبل "چودھری" بھی منسلک ہے:

"مسلمان بادشاہوں کے دور میں چودھری ایک بڑا انتظامی عہدہ تھا جو غالباً شیر شاہ سوریؔ نے باقاعدہ طور پر قائم کیا تھا۔جسے بعد میں مغل بادشاہوں نے بھی قائم رکھا اور جیسا کہ پچھلے بادشاہوں کا بھی دستور تھا کہ اس طرح کے انتظامی عہدے عموماً آئندہ آنے والی نسلوں میں وراثتاً منتقل کیے جاتے تھے یہ عہدہ سہاور کے بٹنیوں میں بھی کئی پشتوں تک برقرار رہا ہوگا۔اسی لیے اس خاندان کے لوگوں نے لفظ چودھری کو اپنے ناموں کا جز بنا لیا اور چودھریان سہاور کے نام سے مشہور ہو گئے"[5]

محمد علی خاںؔ کی ابتدائی تعلیم مروجہ دستور کے مطابق ہوئی جو اردو فارسی اور قرآن مجید پر مشتمل تھی اس کو اپنی موروثی حویلی میں حاصل کی اور جلد ہی فارسی زبان پر دسترس کر لی،ان کے خطوط جواب Asiatic Liabrary Kolkata ایشیاٹک لائبریری میں موجود ہیں ان کی عبقریت کے ضامن ہیں۔

۱۸۰۲ میں ایٹہ اور اس کے مضافات فرنگیوں کے زیرنگیں آ گئے تو انگریز افسران کا اکثر و بیشتر علاقہ میں آنے جانے کا سلسلہ رہنے لگا جو چودھری صاحبؔ کے خوش اخلاق اور ذکاوت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے،لہٰذا انگریزی حکام سے ان کی بڑی اچھی موالات ہو گئی تھی جو ان سے انتظامی اور قانونی امور پر وقتاً فوقتاً تبادلہ خیال اور مراسلت کے علاوہ عوامی فلاح و بہبودی کے مسائل پر امداد طلب کرتے رہتے تھے۔چودھری صاحبؔ رفاہ عام کے لئے ہر دم تیار رہتے ،خصوصاً سرکاری اجتماعات میں ان کی حاضری کو یقینی بنایا

جاتا، چودھری صاحب انگریزوں اور سہاور کے باشندوں کے درمیان مضبوط کڑی تھے۔

جناب محمد علی خاں، تعلقہ دار سہاور۔

"عافیت سے رہو۔ بعد ملاحظہ عرضی تمہاری درخواست معافی شیخ احمد قصاب (کے سلسلہ میں) تھانیدار کو معطل کر کے تمہیں لکھا جاتا ہے کہ تھانیدار واسطے جواب دہی کے حاضر عدالت رہے بعد ایک ماہ میں حسب الحکم مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے گا۔"[6]

۱۳/ اگست ۱۸۴۷ (دستخط حاکم بخط انگریزی)

چودھری صاحب مہربان محمد علی خاں صاحب۔ سلامت

"بعد سلام مسنون کے واضح ہو کہ مقام ایٹہ کا درست کرنا مدرسہ تجویز کیا ہے کہ تعلیم وتادیب لڑکوں کی ہوا کرے گی اور جو کہ یہ کار خیر آپ کو تحریر کیا جاتا ہے کہ آپ بھی اس کار خیر میں شریک ہو کر حسب تجویز تیاری مدرسہ میں مدد دیویں کہ باعث اجرِ عظیم اور نیک نامی عوامی الناس منظور ہے۔"[7]

فقط:

مرقوم بتاریخ ۵/ جنوری ۱۸۵۲ (دستخط حاکم بخط انگریزی)

چودھری صاحب کے ہمسایہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں سے خوشگوار تعلقات تھے جن سے ملکی مصلحت اور حالات حاضرہ پر چودھری صاحب کی گفت وشنید اکثر ہوتی رہتی تھی۔

چودھری محمد علی خاں کے تفضّل حسین خاں نواب (فرخ آباد)، نواب ولی داد خاں (مالا گڑھ) اور بھانجے اسماعیل خاں سے بڑے گہرے مراسم تھے۔ ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کا جب بگل بجا تو انھوں نے انگریزوں کے ساتھ اپنے رشتوں کو درکنار کر کے نواب تفضّل علی خاں کی آواز پہ لبیک کہہ کر جہد وجد آزادی کی زمام سنبھال لی۔ ان کی رہنمائی میں ایٹہ کے سورماؤں نے انگریزوں کی نیند حرام کر دی، چودھری صاحب کے ساتھ اہل

خانہ، قبیلہ اور دوستوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس طرح پورا فرخ آباد اور گرد وپیش کے تمام اضلاع انگریزی تسلط کے خلاف آمادہ پیکار ہو گئے۔

"۴؍ جون کو جب فلپس، ہال اور براملے (Phillips.Hall and Bramly) روہلکھنڈ سے آگرہ جا رہے تھے تو چودھری محمد علی ان سے بے رخی سے پیش آئے"[8] لیکن Phillips ان کی انسانی ہمدردی کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ پایا۔ وہ لکھتا ہے کہ:

"We accordingly marched to Suhawur the property of Chowdree Mohamed Aliee Khan, where Mr.Hall had stayed there before.I cannot say that his welcome was very cordial;but feel indebtd to him for the shelter he gave my servents and some property for many month" [9]

فتح گڑھ میں "رجمنٹ ۱۰ نے سب سے پہلے بغاوت کر کے خزانے پر قبضہ کیا اور ۴؍ جون کو بغاوت شروع ہو گئی، ۱۸؍ جون کو ایک اور رجمنٹ باغی ہو گئی نواب تفضّل حسین خاں کو اکیس توپوں کی سلامی"[10] دے کر اپنا قائد منتخب کیا۔ نواب تفضّل خاں نے ضلع ایٹہ کے علی گنج، کاس گنج، پٹیالی اور سہاور کو انگریزی شکنجے سے آزاد کرا لیا تھا جو ان کے تصرف میں "جولائی ۱۸۵۷ سے دسمبر ۱۸۵۷"[11] تک رہا۔

نواب تفضّل حسین خاں (فرخ آباد) کی قیادت میں فرخ آباد کے بہادروں خصوصاً پٹھانوں نے جارحیت پسند انگریزوں کے خلاف وہ زبردست ہاتھ دکھائے کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

انگریز عسکر سے پہلی حرّاف "احمد یار جان ناظم اور محسن علی خاں کے ساتھ فتح گڑھ"[12] کے جولان گاہ پر ہوئی، گر بیاں گیروں نے انگریزوں کا ناطقہ بند کر دیا، فتح گڑھ کے بعد فرخ

آباد کے قلعہ پر انگریزی فوج سے تعارض ہوا مگر آستین کے سانپوں کی وجہ سے انقلابیوں کو ہار کا منھ دیکھنا پڑا، لیکن ایک جانباز ناصر خاںؔ نے انگریزوں کے آگے سرنگوں ہونا گوارا نہ کیا، وہ بہادر پٹھان آخری دم تک لڑا۔ جس حکمت اور شہامت سے انگریزوں کے خلاف مورچہ سنبھالا اسے دیکھ کر انگریز افسران دنگ رہ گئے۔

> ''ناصر خاںؔ نے فرخ آباد کے قرب وجوار میں جو توپیں ادھر اودھر پڑی ہوئی تھیں ان کو تنہا گھسیٹ کر لے گئے اور قادری دروازے کے برج پر لگا دیں۔ جب فوجیں ان کے سامنے آئیں تو یہ بیک وقت توپیں چلاتے جب کافی دیر لڑتے لڑتے گزر گئی اور انگریزی فوج بار بار پسپا ہوتی رہی تو ایک انگریز افسر نے دوربین لگا کر دیکھا تو حیران ہوا کہ ایک ہی آدمی تن تنہا لڑ رہا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ نشانہ لگاتے ہوئے توپ کی چرخی آپ کے پاؤں پر گر گئی۔ جس کی وجہ سے بے بس ہو گئے جب کافی دیر تک گولہ نہیں آیا تو انگریزی فوج قلعہ کے اندر گھس گئی۔ دوسری روایت یہ ہے جس وقت یہ گولہ باری کر رہے تھے، مخبروں نے قادری دروازہ کھول دیا اور فوج اندر آ گئی۔ سپاہی برج پر پہنچے ان کو گرفتار کیا اور پھانسی پر چڑھا دیا اور ان کا دم اس وقت تک نہیں نکلا جب تک ٹخنے کی نس نہیں کاٹی گئی۔''[13]

۱۴؍دسمبر ۱۸۵۷ کو جب نواب اسماعیل خاںؔ کی فوج اور کرنل سٹینؔ (Col.Seaton) کے درمیان گنگری ضلع (علی گڑھ) کے قریب موضع ملسئی''[14] میں ایک زور دار معرکہ آرائی ہوئی، جس میں انگریزوں نے سبقت حاصل کی، جب شکست زدہ فوج سہاور میں داخل ہوئی تو چودھری صاحب نے میزبانی میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ کیا اور فوجیوں کا پورا خیال رکھا۔

اس دور میں پاسبانِ ہند اور انگریزی نان خواہوں کے درمیان چھوٹے، بڑے شاخسانے معمولی بات تھی۔ اس ہنگامہ خیز صورتحال میں چودھری صاحب نے بڑی

دانشمندی اور اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ حسب معمول تاجروں نے اپنی دوکانیں کھولیں، سہاور کا بازار ایک لمحہ کے لئے بند نہیں ہوا۔ تعلقہ کے تمام دیہات میں خوشحالی، امن وقانون اور ملکی نظام نسبتاً ملحق علاقوں سے بہتر رہا۔ ارد گرد کی ریاستوں سے آپسی رشتوں کو مزید مستحکم کیا اور ان کی بھرپور مدد کی۔ شر پسند عناصر کی لاکھ کوششوں کے باوجود کوئی فتنہ کامیاب نہیں ہونے دیا۔ ان کے جذبہ خدمت خلق اور انتظامی خوبیوں کا اظہار گواہوں کی شہادت سے بھی ہو جاتا ہے جو انہوں نے نام نہاد مقدمہ میں بیان کی تھیں۔

> ''چودھری محمد علی خاں نے ابتدائے غدر سے لغایت انتظام سرکار ایسا انتظام قصبہ سہاور اور دیہات گردو پیش میں اپنا زر کثیر صرف کر کے رکھا کہ کسی غریب آدمی و رعایا یا سرکار کا نقصان ایک حبہ کا نہ ہونے دیا''[15]
>
> ۱۹؍اپریل ۱۸۵۸

چودھری صاحب کے نہایت عزیز ناصر علی خاں نے کلیدی کردار ادا کیا، جنہیں چودھری صاحب نے ''جانباز مجاہد''[16] کے خطاب سے نوازا تھا۔ جنھوں نے نامہ بر کی ذمہ داری بخوبی انجام دی، ناصر علی خاں خفیہ رقعہ ایک نوعمر طفل کفایت علی خاںؔ کے ذریعہ ارسال کرتے تھے جو اس وقت محض 'گیارہ سال''[17] کے تھے، کم عمری کی وجہ سے دشمنان وطن کی نظروں سے وہ ہمیشہ محفوظ رہتے تھے اور اس خطرناک کام میں اپنی جان جوکھم میں ڈال کر اپنا مشن پورا کرتے۔ ایک جانب جب تمام اہل وطن انگریزوں سے برسر پیکار تھے تو دوسری طرف ''پنا لالؔ رئیس موضع بازنگر اور شنکر سنگھ پٹواریؔ ساکن بلرام''[18] انگریزوں کی انگلیوں پر ناچ رہے تھے۔

دسمبر ۱۸۵۷ میں نواب فرخ آباد کی فوجوں اور انگریزی لشکر میں گھمسان لڑائی ہوئی مگر بازی انگریزوں نے ماری۔

زمانہ سخت اور آسمان دور کو دیکھتے ہوئے ''جنوری ۱۸۵۸ میں میجر بیروؔ (Major Barrow) اسپیشل کمشنر کی اس یقین دہانی پر ان کو موت کی سزا نہیں دی جائے گی نواب تفضّل خاںؔ اور بعض

Presented By: https://jafrilibrary.com

سرداروں"[19] نے اچانک سپر اندازی کر دی لیکن چودھری محمد علی خاںؒ نے انگریزی حکومت کے سامنے سر افگندہ کرنے سے انکار کر دیا، لہٰذا چودھری محمد علی خاں کے ساتھ قریبی اعزاء کو جو اذیتیں برداشت کرنی پڑیں وہ رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہیں۔
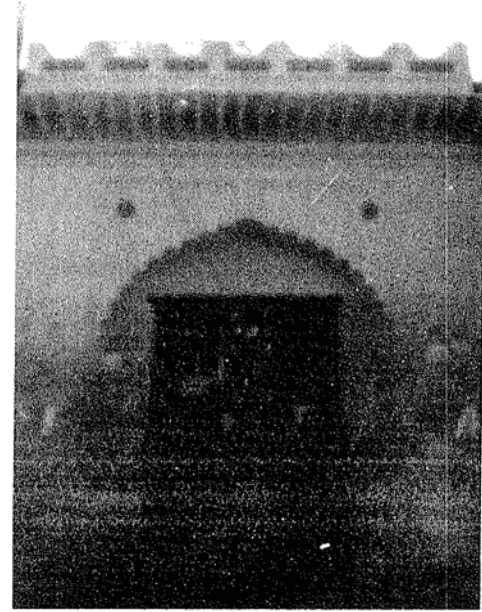
چودھری محمد علی خاں کی حویلی کا صدر دروازہ جسے ہاتھیوں سے تڑواکر کرنل سٹیٹن اندر داخل ہوا تھا

انگریزی کرنل "سیٹن (Col.Seaton) چودھری محمد علی خاںؒ کی گڑھی کے صدر دروازے کے بند پھاٹک کو ہاتھیوں سے تڑوا کر اندر داخل ہوا اور چودھری صاحبؒ کو گرفتار کرکے بریلی جیل"[20] بھیج دیا۔ انگریز ذی اختیار نے ان کے "اٹھارہ سالہ اکلوتے فرزند چودھری نوراللہؒ"[21] کو گرفتار کرنے کی حد درجہ سعی کی مگر وہ ان کی گرفت میں نہیں آسکے، اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ چھپ جائیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، ایک عرصہ دراز تک مفلسی اور کسمپرسی کے عالم میں اپنی عمر عزیز بسر کی، جب انگریزی حکومت نے عام معافی کا اعلان کیا تو روپوشی اور عسرت والی زندگی کا خاتمہ ہوا۔

ان کے عزیز قمر علی خاںؒ کے گھر میں خانہ تلاشی کے بہانے سے داخل ہوئے تو ہیبت زدہ قمر علیؒ انگریز سپاہیوں کی آنکھوں میں خون اترا دیکھ کر" اٹاری پر کپاس کے بوروں میں گھس گئے"[22] تو جابر سپاہیوں نے بوروں کو نذر آتش کر دیا بے یار و مددگار "محمد قمر علی خاںؒ اس میں جل کر شہید ہو گئے"[23] ان کے بھائی "ناصر علی خاںؒ چودھری محمد علی خاںؒ کا خط لیکر نواب تفضّل حسین خاںؒ کے پاس فرخ آباد گئے تھے "[24] مخبروں نے اپنے آقاؤں کو ان کے لوٹنے کی اطلاع دی تو انہیں راستے میں ہی محصور کرنے کی کوشش کی گئی، انگریز سپاہیوں نے "ان کی گھوڑی کو گھیر کر گولیوں سے ناصر علی خاںؒ کو زخمی کر دیا"[25] ہمت مرداں مدد خدا یہ زخمی حالات ہی میں گھر آ گئے وہاں "کلو جراح نے جسم سے گولیاں نکالیں اور علاج کیا"[26] لیکن ٹپکتا لہو ان کی موت کا سامان بن گیا جن کی نشاندہی پر انگریز ان کے کاشانہ پر آ پہنچے، گھر میں داخل ہوتا دیکھ نوجوان لخت جگر "مظہر علی خاںؒ نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو سپاہیوں نے اسے اپنی گولی کا نشانہ بنایا۔ ناصر علی خاں ایک تو زخموں سے نڈھال دوسرا جوان بیٹے کی موت کا صدمہ، جب انہیں باہر لایا گیا تو بہ مشکل چند قدم چلنے کے بعد گھر کی دہلیز پر ہی دم توڑ دیا۔ ان کے دو بھتیجے حمایت علی خاںؒ اور ولایت علی خاںؒ کہیں سے واپس سہاور آرہے تھے جیسے ہی انہیں اپنے چچا اور بھائی کی شہادت کی خبر موصول ہوئی وہ فرنگیوں سے مقابلہ کے لئے اسلحہ لینے گھر کی طرف دوڑے، انگریز فوجیوں نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو دونوں بھائیوں نے مزاحمت کی بالآخر دونوں کو گرفتار کرکے بریلی بھیج دیا"[27] وہاں ان کی شناختی پریڈ کرائی گئی۔ محمد علی خاںؒ کی طرح حسب روایت ان پر بھی فرضی مقدمہ چلا کر سزائے موت تجویز کی اور گولی مار کر شہید کر دیا"[28] اب محمد علی خاںؒ کے خاندان میں تنہا نوعمر "کفایت علی خاںؒ باقی رہ گئے جنہیں انگریز افسروں نے اپنی نگرانی میں حصول تعلیم کے لئے فرخ آباد بھیج دیا"[29] لیکن سن شعور پہنچنے کے بعد انہیں انگریز افسران سے اس درجہ نفرت ہو گئی کہ انہوں نے انگریزی حکومت کی سرپرستی کو قبول نہیں کیا اور تعلیم ادھوری چھوڑ کر وطن واپس آ گئے اور تمام زندگی انگریزوں سے کوئی تعلق نہیں رکھا بلکہ ان کی صورتیں

تک دیکھنا گوارا نہ کیا۔

اسپیشل کمشنر کلاسیٹ وارن کی عدالت میں چودھری محمد علی خاں کے خلاف ''بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا''[30] سرکاری وکیل نے ان دستاویزات کو بطور استغاثہ پیش کیا جو انہوں نے نواب تفضّل علی خاں (فرخ آباد) کے ذریعہ متعین کئے گئے تحصیل دار ''اسد علی خاں، نواب اسماعیل خاں اور عظیم الدین فرخ آباد، ولی داد خاں کو خود لکھے تھے یا انہوں نے معتمدی خوش بخت رائے سے لکھوائے تھے''[31] جن سے صراحت ہوتی ہے کہ ''اسد علی خاں تحصیل دار کاس گنج سے چودھری کو بڑی رغبت تھی اور انہیں گھر تک رسائی حاصل تھی''[32] چودھری صاحب کاس گنج مشاورتی آزادی کونسل کے رکن بھی تھے۔''[33]

چودھری صاحب کی تحریر کردہ دو خطوط اور ایک ملفوف عرضی جو انہوں نے ۲۶/ جون ۱۸۵۷ کو نواب ولی داد خاں کے لئے لکھوائی تھی جو ترسیل نہیں کی جا سکی تھی بعد ازیں انقلاب ۱۸۵۷ کی ناکامی کے بعد انگریزی افسران کے ہاتھ لگ گئی۔

"To the virtuous and illustrious Nuwab Mohamed Wuleeded Khan Sahib,who has in his retine even the great luminary,who enjoys the highest title,whose fame has even reached the firmament,who is as exalted as the planet saturn,the lion in light and courage,the crocodile of the river of bravery and generosity and who is favoured by the Supreme Master of the universe,May the Almighty always keep you in prosperity. Chowdharee Mohamed Alee Khan,the

humblest of all your old well-wishers and servants,most respectfully stands a supplicant for your bounty and begs to state that,in these glorious days when the light of the religion of Islam has dispelled the gloom hanging over the realm of India by the glad tidings of the coronation of the Heaven's favored king of Delhi as Emperor of Hindo astan and by the grant of a firman to your Excellency in which His Imperial Majesty has been.pleased to confer on you a very high dignity,this news has made joyful the years of your poor petitioner who on his part, has offered his heart-felt thanks to the Supreme Being for the honor conferred on you.It is a notorious fact in every town,di strict and country,that the accursed Englishmen have been destroyed by their soldiery,and that there is anarchy and confusion throughout their goverment. It is also a fact that the wicked Rajpoots are bent upon causing anarchy and by their is

affection the crimes of murder, plunder and arson, have become comman in these days. he ancestors of your petitioner under the auspices of your illustrious forefathers, held high offices under the former Emperors of Delhi,in proof of which,he has still in his possession the firmans issued by those imperors, The prayers of your poor petitioner is well as of all your well-wishers offered at dawn of day and at mid-night, have, at last, been heard, and God has shown the bright and happy day on which your poor petitioner humbly appears as a candidate for the favor of His Imperial Majesty,and is anxious that he may be appointed a Nazim(which rank was formerly held by his ancestors) over the district of Eetah (Etah) Your poor petitioner is fully competent take the administration solicited by him,The thriving conditions of his own estate of Suhawur,is fair proof of your petitioner's ability to assume the honor requested by him, Your poor petitioner by

incurring a considerable expense has maintained peace and order throughout his jurisdiction,and by employing a good number of musketeers and horsemen has kept at bay,the hordes of plunderers Your petitioner's abministration has been such,that while in the neighbouring towns,the tradesmen were afraid to open their shops,those of the market of Suhawur have not remained closed even for a moment. The villages which were at a distance from your petitioner's residence,could not,of course,be saved from plunder. In this part of the country,no authentic news comes from the seat of war,save this that (a)handful of the panic-struck Englishmen unable to fly in security,are fruitlessly contending with the veteran and victorious army of His Majesty.The vague character of the current news keeps your poor petitioner in great anxiety. As your poor petitioner is a protege of your illustrious family,he begs you will

kindly acquaint him with full account of His Majesty's coronation; of the acknowledgement of His Majesty's power by his native army of Bombay and Peshawur;and of the victories gained by His Majesty,Your poor petitioner also begs to know the time when Your Excellency will set out to take administration of the districts of Allygurh, Eetah Mynpooree(Mainpuri) and Furrukha bad to enable your petitioner to end bef orehand his representative to the Court of His Majesty with a petition specifying his requests and wishesYour poor petitioner, if your Excellency will permit him,will go in person to Delhi and entreat His Majesty to theconfer on him the office of Nazim of Eetah.May success always attend you and the strength of your army ever increase"[33]

جے۔سی۔ولسن۔کمشنر کی عدالت میں بھی سرکاری وکیل نے ان کے نوشتہ میں سے ''ایک خط کو چودھری صاحب کی تحریر ثابت''[35] کرنے کی استدلال پیش کی۔۱۰رمئی کے واقعات کے پیش نظر اپنی خدمات سے مطلع کرنے اور ''دہلی جاکر بہادر شاہ ظفر کو مبارک باد

دینے کا''[36] الزام بھی ان کے اوپر عائد کیا گیا، ان تمام باتوں کے جرم میں انہیں سزائے موت اور تمام جائداد بحق سرکار ضبطی کا حکم صادر کیا گیا۔

علی گڑھ کے مجسٹریٹ اور کلکٹر مسٹر براملے (Bramly) نے خصوصی تار سے ۲۰رمئی ۱۸۵۸ء ای۔اے۔ریڈ (E.A.Reade) کمشنر آگرہ اور (سینئر ممبر آف بورڈ ریونیو انچارج آف نارتھ ویسٹرن پروینس) کو مطلع کیا کہ:

"Mohammed Ali Khan of Sahawar has been shot by Court Martial"[37]

محمد علی خاں اور تمام اعزاء اقربا نے ہندوستان سے فرنگیوں کے خروج کے لئے جو قربانیاں پیش کی وہ تاریخ ہند میں سنہرے الفاظ سے لکھنے کے قابل ہیں۔

زندگی ان کی ہے دین ان کا ہے، دنیا ان کی ہے
جن کی جانیں قوم کی عزت پہ قرباں ہوگئیں
(ظفر علی خاں)

☆☆

اشاریات

١۔ارندم چودھری دی سنڈے انڈین (اردو) جون۲۹/۱۲جولائی ۲۰۰۹ (اداریہ)

۲۔فرزند علی خاں حیات الافغان سودلیتھو پریس دہلی ۲۷/دسمبر۱۹۷۲صفحہ۱۲۹

۳۔چودھری محمد اللہ خاں چودھری محمد علی خاں شہید ایک تعارف ۲۰/مئی ۱۹۹۸ سہاور صفحہ۶

۴۔محمد اللہ خاں تذکرہ قبیلہ بٹنی چوک سہاور ضلع ایٹہ (کانشی رام نگر) صفحہ۲۷ تا ۲۸

۵۔ایضاً صفحہ۳۱

۶۔چودھری محمد اللہ خاں چودھری محمد علی خاں شہید ایک تعارف مئی ۱۹۹۸ سہاور صفحہ۴

۷۔ایضاً صفحہ۴

۸۔ E.R.Neave Etah Gazette Goverment Press Allahabad
1911 Page 139

۹۔ William F.Narrative of the events regarding the Mutiny in
India of 1857-58 Cacutta 1881 Page 209

۱۰۔ Dr.Parmanand Mishra Farrukhabad Gazette Govt.Press
Lucknow 1988 Page 53

۱۱۔محمد اللہ خاں تذکرہ قبیلہ بٹنی صفحہ۳۷

۱۲۔تبسم توصیف جنگ آزادی ۱۸۵۷ کا مجاہد شاعر روحانی آرٹ پریس اسلام آباد (پاک) ۲۰۰۶ صفحہ۴۰

۱۳۔ایضاً صفحہ۴۰ تا ۴۱

۱۴۔ Narrative of events Page 211

۱۵۔چودھری محمد اللہ خاں شہید ایک تعارف صفحہ۱۱

۱۶۔ایضاً صفحہ۷

۱۷۔ایضاً صفحہ۷

۱۸۔ایضاً صفحہ۷

۱۹۔تبسم توصیف جنگ آزادی ۱۸۵۷ کا مجاہد صفحہ۴۱

۲۰۔چودھری محمد اللہ خاں شہید ایک تعارف صفحہ۸

۲۱۔محمد قمر عالم ہندوستان کی جدوجہد آزادی اور ضلع ایٹہ میں مسلمانوں کا کردار اے۔آر ے کمپیوٹرس ذاکر نگر نئی دہلی ۱۹۹۸ صفحہ۳۳

(چودھری نور اللہ خاںؒ چودھری محمد علی خاںؒ کی حراست اور شہادت کے بعد بڑی پریشانیوں میں مبتلا رہے ،سہاور کے ایک سونار اور عبد الرحیمؒ ڈوم کے گھر میں چھپ کر جان بچانی پڑی، ملکہ وکٹوریہ کی عام معافی کے بعد گھر واپس آئے تو تمام ذریعہ معاش چھن چکا تھا خود کو بالکل شوریدہ روزگار کی حالت میں پایا لیکن بلند حوصلہ قائم رکھا اور کوششوں سے مقدمہ کے بعد نانا امام خاںؒ کی زمین واپس ملی ، کچھ خریدی اور محنت و مشقتوں سے حالات درست ہوئے) چودھری صاحب کی چھٹی پشت آج بھی سہاور کے ساکن ہیں

۲۲۔چودھری محمد علی خاں شہید ایک تعارف صفحہ۱۱

۲۳۔ایضاً۱۱

۲۴۔ایضاً صفحہ۱۱

۲۵۔ایضاً صفحہ۱۱

۲۶۔گفتگو حنیف محمد خاں سہاور چوک ضلع ایٹہ (کانشی رام نگر) ۸/۳/۲۰۰۸

۲۷۔ایضاً ۹/۳/۲۰۰۸

۲۸۔ایضاً ۹/۳/۲۰۰۸

۲۹۔ایضاً ۹/۳/۲۰۰۸

۳۰۔ Narrative of events Page 209

Presented By: https://jafrilibrary.com

۳۱۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol (V)Sammelan Mudranalaya Prayag 26 Jan1960 Page 876

۳۲۔ Ibid Page 876

۳۳۔ گفتگو حنیف محمد خاں سہاور چوک ضلع (ایٹہ) کانشی رام نگر ۹/۳/۲۰۰۸

۳۴۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle In UP Vol (V) Page 682 to 684

۳۵۔ Ibid Page 876

۳۶۔ گفتگو حنیف محمد خاں سہاور چوک ضلع ایٹہ (کانشی رام نگر) ۹/۳/۲۰۰۸

۳۷۔ Dr.S.N.Sinha Mutiny Telegram Deptt Cultural Affairs U.P.1988 Page 39

☆

باب (۱۰)

مالا گڑھ قلعہ کے باقیات

ولی داد خاں

نواب ولی داد خاں

ورق ورق الٹ چکا تلاش میں کمی نہ کی
مگر کتاب حریت میں میری داستاں نہیں

ہند پر انگریز تاجروں کی دراز دستی کے خلاف جانثارانِ وطن کے دل میں جو غم وغصہ اور نفرت کی لہر اندرونی سطح پر متلاطم تھی وہ ۱۰رمئی ۱۸۵۷ میں سیلاب کی شکل میں نمودار ہوئی۔ جس نے پلک جھپکتے ہی کلکتہ سے پشاور تک وسیع وعریض حلقہ کو اپنی چپیٹ میں لے لیا اور انگریزوں کا سفینہ غرق ہوتے ہوتے بچا۔

اس طوفان زا میں مالاگڑھ کے نواب ولی داد خاں بن بہادر خاں بھی شریک تھے۔ جنہوں نے دوآبہ، مالاگڑھ، بریلی اور لکھنؤ کے جنگی محاذ پر زور آزمائی کر کے فرنگیوں کے منصوبوں کو تارتار کر دیا۔ ان کے مورث اعلیٰ ''نواب حقدار خاں شاہ عالم کے عہد حکومت میں ہندوستان میں وارد ہوئے تھے۔''[1] نواب ولی داد خاں کو کمپنی کی جانب سے ''ریاست کی آمدنی کے علاوہ ایک ہزار روپیہ ماہواری کا روزینہ (وظیفہ) مقرر تھا۔''[2]

نواب ولی داد خاں بہادر شاہ ظفر کے سمدھی تھے۔ ''بیگم زینت محل کے لخت جگر مرزا جواں بخت کی شادی ولی داد کی نور چشمی زمانی بیگم سے ۲/اپریل ۱۸۵۲ کو ہوئی تھی۔''[3] جس رشتہ سے نواب صاحب بادشاہ سلامت کے عزیزوں میں سے تھے۔ ان کے چار لڑکے ''اسمٰعیل خاں، صمد خاں، محسن علی خاں اور احمد یار خاں تھے۔''[4]

میرٹھ کے دیسی فوج کے باغی سپاہ جب ۱۱رمئی ۱۸۵۷ کو ظل الٰہی کے حضور میں پیش

ہوئے اور ان سے جنگ آزادی کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے کی التجا کی تو نواب موصوف اتفاقاً دہلی میں موجود تھے اور ''چند دنوں سے آئے ہوئے تھے۔''[5]

غایت الامر بہادر شاہ ظفر دہلی کے تخت پر متمکن ہو گئے اور احکامات جاری کرنے لگے۔ ولی داد خاں سند ''صوبہ داری دوآبہ لے کر ۲۶رمئی ۱۸۵۷ کو بادشاہ کی اجازت سے چند سپاہیوں اور تلنگوں کے ساتھ مالاگڑھ کی طرف روانہ ہوئے''[6] مہربان علی اور مظفر علی خاں امروہی ہمراہ تھے''[7] اور دلّی سے لوٹتے ہوئے غازی آباد سے ہی انتظام کرنا شروع کر دیا ''سو سپاہی سڑک کی نگہبانی اور قصبہ کے انتظام کے واسطے تحصیل دار اور تھانہ دار متعین کئے۔''[8] دادری میں گوجر رہبروں سے مواصلت کے لئے رو کے:

"At this time Waleedad returned from Delhi to Malagarh by way of Dadree and Secundrabad. That rebel and the Goojurs of Dadri,and Bishun Singh,and Bhugwunt Singh and Umrau Singh etc.meeting together, plotted the destruction of the Goverment"[9]

وہاں لوگوں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے چنگل سے اپنی جنت نشاں کو آزاد کرانے کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کی، جس کے نتیجہ میں گوجر اور راجپوت انگریزوں کے خلاف کمربستہ ہو گئے۔ گوجروں نے انقلابیوں کے آواز میں آواز ملا کر انگریزوں کا دن کا سکون اور رات کی چین چھین لی'' گوجروں کا ایک کثیر گروہ شہر میں گھس آیا۔ مقابلے میں کئی گوجر مارے گئے۔ حملہ آوروں سے اور تو کچھ نہ ہو سکا، مگر انہوں نے جیل خانہ توڑ دیا۔ کچھ سوار کپتان تروٹ کی زیر قیادت دو روز بعد پھر بلند شہر میں آئے اور دیکھا کہ وہاں گورکھا فوج موجود ہے اور رسالہ رام پور کے تقریباً دو سو سوار بھی ہیں۔ ان سواروں نے دو تین روز بعد فساد برپا کیا۔ ان سواروں نے فرار ہوتے وقت مکانات جلا دیے اور سرکاری و نجی مکانات لوٹ لیے۔ اگلے روز گوجروں نے سکندر آباد پر حملہ کر کے خوب لوٹ مار مچائی۔ انہیں معلوم تھا کہ

سرکاری فوج موجود نہیں ہے لہٰذا انہوں نے سکندر آباد کو اچھی طرح غارت کیا۔"[10] غازی آباد اور سکندر آباد کے درمیان کوئی راہ گیر گزر نہیں سکتا تھا"[11]
دہلی اردو اخبار مورخہ ۲۴ رمئی ۱۸۵۷ کو لکھتا ہے:

"بلند شہر میں بھی سنا کہ سپاہ نے انگریزوں کو مار ڈالا جو کوئی قسمت سے بھاگ گیا سو بھاگ گیا۔ باقی سب مارے گئے۔ قیدی جیل خانہ کے تمام چھوٹ گئے اور کوٹھیاں انگریزوں کی تباہ و برباد ہوئیں۔"[12]

نواب صاحب کے ناظم اعلیٰ تقرر کا مضافات کے امیروں اور زمینداروں کو جیسے ہی معلوم ہوا تو خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ "غلام حیدر خاں (زمیندار پونڈری)، مہدی بخش خاں سہارنپوری، قاضی وزیر علی بلند شہری، عبدالطیف خاں (رئیس خان پور) واسمٰعیل خاں، اعظم خاں (عبدالطیف کے چچا) منیر خاں، عبداللطیف کا بھتیجا، حاجی یاد اللہ خاں انیچانوی (تھانہ دارگلاؤٹھی) ایمن پردھان گوجر اور نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ رئیس جہانگیر آباد"[13] وغیرہ ان کے کارواں میں آملے، بارہ بستی کے پٹھان بھی کھلے عام تعاون کر رہے تھے۔ ولی داد خاں نے "سکندرہ راؤ کے غوث محمد خاں کو علی گڑھ میں اپنا ڈپٹی مقرر کیا۔ عظیم خاں کو خورجہ اور اسمٰعیل خاں کو بلند شہر میں مقرر کیا۔ بلند شہر کے تحصیل دار امداد علی وکیل اور کوتوال مہربان خاں"[14] فائز کئے۔
چودھری محمد علی خاں کا تہنیت نامہ جو ۲۶ رجون ۱۸۵۷ کو لکھا گیا، اس کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"ان شاندار دنوں میں جب کہ مذہب اسلام کی روشنی نے ہندوستان کی حکومت پر چھائے ہوئے اندھیرے کو بلند اقبال دہلی کے بادشاہ کو ہندوستان کی شہنشاہ کی حیثیت سے سریر آراء ہونے کی خوش خبری نے ہٹا دیا ہے اور آپ کے اعزاز میں ان کے فرمان کا جاری ہونا جس میں خدا کی مہربانی سے آپ کی بہت اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔"[15]

انگریزوں کے ہم رکاب "محمود علی خاں چھتاری، مراد علی خان (پہاسو) لکھشمن سنگھ (شکارپور) اور عبداللطیف خان"[16] نے بھی ان کا پورا ساتھ دیا۔

نواب ولی داد خاں نے انگریزوں کے خلاف مورچہ کھولنے سے قبل اپنی صفیں درست کیں۔ "ایمن گوجران کا خاص آدمی تھا اور ان کی فوجوں کی کمان کر رہا تھا"[17] بیشتر گوجر اس کا تتبع کر رہے تھے۔ نواب صاحب نے اعلیٰ طریقہ کار سے تمام شاہراؤں پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ "آگرہ سے قاصدوں کی معرفت بھی خط و کتابت ہونا دشوار ہو گیا کیونکہ تمام سڑک پر اور سڑک کے قرب و جوار میں باغیوں نے نگرانی کا انتظام ایسا خوب کر لیا تھا کہ بغیر تلاشی کے ایک آدمی بھی نہیں جانے پاتا تھا۔"[18] مئی ۱۸۵۷ میں بلند شہر سے علی گڑھ تک کا انتظام انگریزوں سے نکل کر ان کے ہاتھوں میں آ گیا۔

"It was distressing not to able to respond to the reapeated calls for assistance ,but our hands were completely tied by the presence of Nawab Wulleedad Khan"He became ma- -ster of the Bulandshahar district"...[19]

دلّی سے واپسی پر "سائل پور کا نمبردار سو سواروں اور دو سو پیادوں کو لے کر خدمت میں حاضر ہوا نمبردار کے صاحب زادے چاند خاں کو بغیر ثبوت کلکٹر بلند شہر نے پھانسی دے دی تھی۔ نمبردار صاحب انگریز کلکٹر سے اپنے بیٹے کا انتقام لینا چاہتے تھے۔"[20] نواب صاحب نے دلاسہ دیتے ہوئے کہا کہ "تم خاطر جمع رکھو اچھی طرح سمجھا جائے گا"[21] لیکن قلعہ میں موجود انگریزوں کا جاسوس منشی موہن لال کشمیری نے "تمام حالات بذریعہ چھٹی انگریزی کلکٹر صاحب کو اطلاع دے دی"[22] جسے سن کر کلکٹر صاحب چراغ پا ہو گئے اور ولی داد خاں کو انتباہ دیا "اگر تم نے سائل پور فسادیوں کا ساتھ دیا تو تم کو پھانسی پر لٹکنا پڑے گا"[23] چنانچہ ولی داد خاں نے منشی موہن لال اور محمد اسمٰعیل خاں کے ہمراہ "ضلع کلکٹر سے ملاقات کی اور اپنی جانب سے کلکٹر کو علاقہ میں ہو رہے واقعات سے لاعلمی کا اظہار کیا اور اپنی طرف سے پورا یقین دلایا"[24] اس کے علاوہ برال دیہات میں باغیوں کا ایک گروہ مہتاب سنگھ کی بالانشین میں جمع ہوا تو انگریزوں نے اس کا الزام بھی نواب صاحب کے سر لگایا، کہ یہ اجلاس ان کے

اشارے پر ہوا ہے تو ولی داد خاں نے کلکٹر صاحب کی غلط فہمی دور کرنے کے واسطے "تین دن کے بعد پھر حاجی محمد منیر خان و موہن لال کشمیری اور محمد اسمٰعیل خان صاحب کو ہمراہ لے کر مع ہر پرشاد مختار کے کلکٹر صاحب سے ملاقات کرنے گئے اور بیان کیا کہ میں سرکار انگریزی کا قدیمی وظیفہ خوار ہوں صرف ظاہری طور پر صوبہ دوآبہ کی سند لے کر جان بچائی۔"[25]

مگر اپنی باتوں کا اثر ہوتا نہ دیکھ، نواب صاحب نے ضبط و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے سخت لہجے میں ضلع مجسٹریٹ کو ایک مکتوب لکھا:

"آپ نے اپنے دفتر سے ایک پروانہ اس مقصد کا بھیجا کہ موضع برال میں گوجروں کی جو ایک بڑی جماعت اکھٹی ہوئی ہے وہ میری صلاح یا اشارے پر ہوئی ہے اور فساد کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس صورت میں اگر کوئی فساد ہوا تو مجھے اس کا ذمہ دار سمجھا جائے گا۔ مجھے پھانسی دے دی جائے گی اور میری جائداد ضبط کر لی جائے گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے برال میرے علاقے میں نہیں ہے اور میرے قبیلے کے لوگ بھی اس علاقے میں نہیں ہیں جو میرا حکم مانتے ہوں۔ اس لئے میں ان سے بھائی کی طرح حجت نہیں کر سکتا۔ آپ لوگوں نے بغیر قصور کے مہتاب سنگھ کا جو قتل کیا ہے اس وجہ سے علاقے کے تمام راجپوت مشتعل ہو گئے جو بغاوت کرنے کو تیار ہیں۔ بڑی فوج کے بغیر نہیں دبائے جا سکتے ہیں۔ میرے پاس تو صرف ۱۰۰ یا ۱۲۵ سے زیادہ سپاہی نہیں ہیں۔ مجھے ایک بار سکندر آباد کے جرائم ختم کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور میں نے محمد اسماعیل خاں کے ساتھ ۵۰ گھوڑ سوار اور پیادہ بھیجے۔ آٹھ پہر تک میرے گھوڑ سواروں نے ہزاروں گاؤں والوں کا سامنا کیا۔ جس میں میرے دو آدمی بھی وہاں مارے گئے اور تین زخمی ہوئے۔ آپ کے دستے کے شریف لوگوں نے سکندر آباد آکر تعاون دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ اسماعیل خاں شام تک انتظار بھی کرتے رہے

لیکن کوئی انگریز وہاں مدد کے لئے نہیں پہنچا۔ اگرچہ جب بلند شہر پر امن تھا، اس وقت ۲۰۰ گھوڑ سوار آپ کے پاس تھے اس لئے خزانے اور سرکاری دفاتر کے متعلق فکر کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی جس کے سبب وہاں رکنا ضروری تھا اگر ان حالات پر غور کیا جائے تو حقیقی مصیبت کے وجوہات معلوم کرنا مشکل نہیں۔ میں دو ماہ سے دلّی میں تھا۔ اس دوران میرے علاقے میں کوئی تکلیف سامنے نہیں آئی بجائے اس کے میں نے آپ کو جو دو توپیں اور بارہ اونٹ دیئے تھے وہ ختم ہو گئے اور اب تک لوٹائے نہیں گئے۔ آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بھی آپ کی اس نذر کرم کی وجہ کا معلوم کرنا مشکل ہے۔ قرب و جوار کے دیہاتوں میں جو میرے قبضے میں نہیں تھے میں نے تب بھی ان پر نظر رکھی۔ مہتاب کے قتل کی وجہ سے ان راجپوتوں نے ہمارے اوپر زیادتی شروع کر دی کہ قتل کرنے میں ہم اور بلوچی بھی شریک ہیں۔ آج وہ زبردستی ہمارے جانوروں کو لے گئے۔ جو ہم خادموں کی مدد سے واپس لے سکے۔ آپ سے انتظامیہ چلانے کی بات تو دور رہی، اب تو آپ کی طرف سے مجھے اپنی زندگی اور جائداد کا خطرہ ہو گیا ہے۔ مجرم قصوروار ہے یا نہیں اس کا خیال کئے بغیر آپ مجھے پھانسی دینے کو بے چین ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ضلع تباہ ہوا۔ سکندر آباد کے باشندوں کو ایک کروڑ کا خسارہ آپ کی لاپروائی سے اٹھانا پڑا، تقریباً ایک ہزار آدمی بھی مارے گئے، سکندر آباد یہ نقصان اٹھانے کو مجبور ہوا۔

مجھے آپ سے یہ معلوم بھی ہوا کہ میرے متعلق گورنر جنرل کو بھی رپورٹ روانہ کر دی گئی۔ وہ درست فیصلہ دیں گے کیونکہ وہ انصاف پسند ہیں۔ مجھ سے برال میں جمع آدمیوں کے بارے میں پوچھا جائے گا لیکن آپ

کوتو ہزاروں لوگوں کا قتل، سرکاری خزانہ میں لوٹ، سرکاری دفاتر کا لوٹنا، جیل کا ٹوٹنا وغیرہ کا جواب دینا ہوگا۔ اس بدامنی کا آپ کیسے جواب دیں گے۔
اگر انتظامیہ میرے ہاتھوں میں دے دی جاتی اور آپ کا تعاون ہوتا تو یہ فساد نہیں ہوتے، نہ ہی یہ وارداتیں ہوتی۔ اب تو خطرہ اس بات کا ہے کہ آپ حقائق کی چھان بین کئے بنا اور سچائی کو جانے بغیر خوف پیدا کرتے ہیں۔ میں بھی آپ کی بدانتظامی کی شکایت گورنر جنرل سے کروں گا۔"[26]

ولی داد خاںؔ کے مذکورہ مراسلہ سے ان کی حکمت عملی کا اظہار ہو جاتا ہے کہ وہ برابر انقلابیوں سے رابطہ بنائے ہوئے تھے مگر برسات سے پہلے گھڑے پھوڑنا نہیں چاہتے تھے اسی لئے تجاہل عارفانہ سے کام لیا اور بڑے وثوق سے ان تمام باتوں سے پلّہ جھاڑ کر ہلچل کی ساری ذمہ داری انگریزوں پر ڈال دی، لیکن انگریز افسران کا خلجان اس وقت درست نکلا جب ولی داد خاںؔ پورے گرد و نواح میں مسلط ہو گئے۔ جون ۱۸۵۷ کے پہلے عشرے میں مالاگڑھ ریاست کو چھوڑ کر بلند شہر کی مضافات میں سکتہ طاری تھا اور علاقہ کے "بڑے بڑے زمیندار ابھی خاموش تھے"[27] لیکن جی۔ ٹی۔ روڈ پر جوش و خروش سے لبریز انقلابیوں کی آمد و رفت نے لوگوں کے دلوں میں بھی غلامی کی تڑپ کا احساس پیدا کر دیا۔
جون میں ولی داد خاںؔ نے بلند شہر ریلوے اسٹیشن پر قبضہ کر کے انگریزوں کے لئے ایک نئی مصیبت کھڑی کر دی:

"Walidad's forces under Mohd.Ismail Khan had, however,taken possession of the civil station in the name of British Goverment. Sapte's account of the clash that followed suggests that his small contingent was led deliberately into a trap, but undoubtedly the

British forced the issue by taking the offensive when there was delay in giving them peaceful admission into the town"[28]
ایف۔ ولیمسؔ F.Williams کپتانؔ ٹائروہائٹ CaptainTyrwhitt لائل Lyall کیلی فورڈ Clifford ایل انڈرسن Lieutenant Anderson کے اسٹیشن پر پہنچنے پر ولی داد کی بہن کے بیٹے اسماعیل خاںؔ نے انہیں باتوں میں الجھائے رکھا اور دوسری طرف ان کے آدمیوں نے انگریزوں پر حملہ کر دیا جہاں سے بڑی مشکلات سے نکل کر وہ اپنی جان بچا پائے"[29] اور وہاں سے بھاگ کر "دن میں گلاؤٹھی ٹھہر کر اسی روز بہت رات گئے ہاپوڑ پہونچے"[30] مگر ولی داد خاںؔ کی فوج نے ان کا تعاقب کیا بموجب اگلے روز انہیں "ہاپوڑ سے بابوگڑھ"[31] میں پناہ گزین ہونا پڑا۔
انگریز تزویر کے مجسمہ تھے جب انہیں براہ راست لڑنے میں کوئی دشواری پیش آتی تو اپنی روایتی چال چلنے میں توقف نہیں کرتے۔ کلکٹر سیپٹےؔ (Collector Sapte) نے بابو گڑھ چھاؤنی میں ہی بیٹھے بیٹھے موضع "۲۷۰ گاؤں کے تعلقہ دار جاٹ راجہ راؤ گلابؔ سنگھ، بھٹونہ، سہرا، سید پور"[32] کورلی کلی اور موضع بنیونی"[33] کے جاٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تو سر دست ولی داد خاں نے کورلی کلی بھٹونہ کے جاٹوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے محمد اسمٰعیلؔ خاں کے ہمراہ ایمن گوجر کو روانہ کیا۔ اس معرکہ میں "محمد اسمٰعیلؔ خاں زخمی ہوئے اور ایمن گوجرؔ نے راہ فرار اختیار کی مجبور ہو کر اسمٰعیلؔ خاں مالاگڑھ لوٹ آئے۔"[34]
Willams ولیمسؔ نے بھٹونہ کے جاٹوں کی ستائش کی:

"These gallant jats stood out for themselves and for goverment throughout the rebellion, and thenceforth particular care was taken to support them and render them assistance when seriously threatened "[35]

۱۱؍جون ۱۸۵۷ء کے لکھے خط میں ولی داد خاںؔ نے انگریزی حمایتیوں کے ساتھ ہوئی لڑائی کا تذکرہ کیا اور ظلِ سبحانی سے جلد از جلد مساعدت کے لئے فوجی ٹکڑی روانہ کرنے کی استدعا کی:

''میں نے چند سپاہیوں کے ساتھ ان کثیر کافروں پر تیزی سے حملہ کیا جو بلند شہر میں پڑاؤ ڈال رہے تھے اگرچہ غازی تعداد میں ان سے مقابلتاً کم تھے۔ جو توپوں کی گولہ باری سے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جن کا مجاہدوں نے ایک کورہ تک پیچھا کیا لیکن کم نفری ہونے کی وجہ سے زیادہ رگید نہ کر سکے۔ کچھ کافر جان بچا کر میرٹھ مفرور ہوگئے۔ میں کافروں کی کثرت کے مقابلہ اپنے کم سپاہیوں کے سبب فکر مند ہوں کہ میں ان کے ساتھ کیسے مقابلہ کروں گا یہ ملک عظیم جنگ اور کافی خون ریزی کے بعد ہمارے ہاتھوں میں آیا ہے مگر مدد نہ ملنے کی وجہ سے یہ برباد بھی ہوسکتا ہے۔''[36]

۱۵؍جون کو انہوں نے بریلی فوج کو مالاگڑھ بھیجنے کیلئے اپیل کی کہ اس سے وہ لگان وغیرہ کی وصول یابی بھی عمدگی سے کر سکتے ہیں:

''آپ بریلی کے لشکر کو ہمارے یہاں ٹھہرنے کا حکم کر دیں جس سے ہم ملک کا انتظام اور کافروں کا صفایا کر سکیں۔ اگرچہ میں بلند شہر سے کافروں کو بھگا چکا ہوں اور ان کی اب کوئی نشانی یہاں موجود نہیں ہے۔ لیکن ان کو جڑ سے اکھاڑنا اور لگان وصولی کا انتظام ان کے بغیر ممکن نہیں ہے''[37]

''۱۸؍جون کو جب انگریزی فوج گلاؤٹھی کی جانب بڑھی اور اس نے انقلابیوں کو وہاں سے منتشر کر دیا لیکن اس کے جاتے ہی شارع عام پر پھر اجارہ داری قائم کر لی۔''[38]

بلند شہر کی انگریزی حکام کی نظروں میں بڑی اہمیت تھی کیونکہ یہ آگرہ میرٹھ اور دلّی کو جوڑنے والے روڑ پر واقع ہے یہاں انہوں نے اپنا غلبہ قائم کرنے کی بہت کوششیں کیں مگر کامیابی نہیں ملی۔

"Our departure from Boolundshuhur,and the authorities having been compelled to leave Allygurh.left the road from Meerut to Agra completely at the mercy of the ill-deposed"[39]

۱۹؍جون کو ولی داد خاںؔ نے بادشاہ کو جاٹوں اور انگریزوں کی ساز باز سے خراب ہو رہی فضا کے بارے میں ترقیم کی:

''میں آپ سے ایک پلاٹون پیادہ، دو سو گھوڑ سوار اور دو توپوں کو بھیجنے کی درخواست کر چکا ہوں۔ میں نے فرنگیوں کو تو کھدیڑ دیا ہے مگر انگریزوں نے علاقائی جاٹوں کے ساتھ مل کر بدامنی پھیلا رکھی ہے۔ جو آپ کے مقصد کو چوٹ پہنچا رہے ہیں اگرچہ میں نے اسماعیلؔ خاں اور غازیوں کو ان لوگوں کا صفایا کرنے کے لئے تقرر کر دیا مگر سپاہیوں کی کمی کے سبب دشمنوں کا پوری طرح خاتمہ ممکن نہیں ہے''[40]

۲۰؍جون ۱۸۵۷ کو انگریزوں نے دو ہزار علاقائی غداروں کے ساتھ مالاگڑھ پر چڑھائی کی جن کا محمد اسمٰعیلؔ خاں نے سر بمہر کر دیا لیکن خطرے کی گھنٹی مسلسل برقرار تھی۔ موقع پرست جاٹوں کی پینترے بازی اور معاندانہ حرکتوں نے نواب صاحب کو گہری سوچ میں ڈال دیا تھا کیونکہ بھٹونہ کے جاٹ انگریزوں کا تفویض کیا ہوا کام بخوبی کر رہے تھے۔ ان کے نزدیک اگر وقت رہتے اس کا ازالہ نہ کیا گیا تو نہ جانے کیا گل کھلے گا۔ نواب مالاگڑھ نے بادشاہ کو موجودہ صورتحال سے واقف کرایا اور استعانت کی:

''آج صبح دو ہزار علاقائی جاٹوں کے ساتھ انگریزوں نے مالاگڑھ پر حملہ کر دیا جب وہ ایک فرلانگ رہ گئے تھے، میرے رشتہ دار اسماعیلؔ خاں، تین سو غازی اور ایک حصہ توپ خانہ نے ان سے مقابلہ کرتے ہوئے انہیں پیچھے ہٹنے کو مجبور کر دیا۔ ساٹھ دشمن مارے گئے جب کہ ہمارے ۱۲ آدمی بھی شہید ہوئے۔ ہمیں فوری مدد کی ضرورت ہے۔ مدد نہ

ملنے کی صورت میں پورا بلند شہر اور ہمارا گھر برباد کر دیا جائے گا۔"[41]

ایمن گوجر کی رہنمائی میں "۱۲ گاؤں جو 'ندواسہ بارہ' کہلاتا ہے وہاں کے گوجروں نے ۱۱/جون تا ۲۱/جون"[42] تک ولی داد خاں کو تربیت یافتہ سپاہیوں کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ ۲۲/جون ۱۸۵۷ کے مکتوب میں ولی داد نے بادشاہ سے فوجی امداد میں ہورہی تاخیر کے بارے میں شکایت کی :۔

"مقامی جاٹوں نے انگریزوں کو پناہ دے رکھی ہے جو بادشاہ کے ملک کو برباد کررہے ہیں۔ اب تک ان کی بہت سی کوششوں کو ناکام کرچکا ہوں۔ لیکن اس وقت روزمرّہ کے خرچوں کے لئے پیسوں کی بے حد ضرورت ہے۔ اس لئے میں نے آپ کو کچھ نہیں بھیجا۔ اس وقت بڑی مشکلات کا سامنا ہے جو آپ کے تعاون کے بغیر ختم نہیں ہوسکتی ہیں۔"[43]

ولی داد خاں کے مکاتیب سے اشارہ ملتا ہے کہ انگریزوں کا دباؤ برابر بڑھتا جارہا تھا۔

بھٹونہ کے پرخاش جاٹوں نے دبے پیروں پیچھے جاکر "۶/جولائی کو ولی داد خاں کے ایک جنرل اور بہت سے سپاہیوں کو مار کر ان تینوں توپوں کو اپنے قبضہ میں کرلیا۔"[44] جو انہوں نے ایک اونچے ریت کے ٹیلے پر نصب کی تھیں۔ آج بھی لوگ اس بھوڑ کو سرکٹی بھوڑ"[45] کے نام سے پکارتے ہیں۔ محمد اسمٰعیل خاں کی ہار کے بعد ولی داد خاں کی پراگندگی میں برابر اضافہ ہوتا جارہا تھا۔

نواب صاحب رقم طراز ہیں :

راہ گیروں کو بھٹونے کے جاٹوں نے لوٹ لیا تو محمد اسمٰعیل خاں کی رہنمائی میں انہیں پسپا کرنے کے لئے فوج بھیجی مگر حریفوں کو انگریزوں کا تعاون حاصل تھا جس کے نتیجہ میں ہماری سپاہ کو شکست کھانی پڑی اور ہماری توپیں بھی انہوں نے چھین لیں۔ ولی داد خاں نے پھر اعانت کی درخواست کی کہ ایک دو روز میں حالات

سرکٹی بھوڑ، بھٹونہ

اور بدتر ہوسکتے ہیں"[46]

جب بخت خاں نے گڑھ میں اپنا پڑاؤ ڈالا تب ولی داد خاں نے بہادر شاہ ظفر سے ان مجاہدین کو مالاگڑھ بھیجنے کی دوسری بار التماس کیا :

"وہ ان کا خرچ برداشت کرنے کو تیار ہے۔ وہ اس فوج کی مدد سے علاقہ میں انتشار پھیلا رہے انگریزوں اور جاٹوں کا خاتمہ کر مال گزاری وصول کرکے دن رات خرچہ اٹھائیں گے اور باقی بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیں گے۔"[47]

۱۰/جولائی ۱۸۵۷ کو لکھے رقیمہ میں ولی داد خاں نے ظلِ الٰہی کو تمام واقعات سے آگاہ کیا:

میں آپ کی خدمت میں موجودہ حالات پر چار درخواستیں بذریعہ ہرکاروں ترسیل کرچکا ہوں مگر مجھے اب تک کوئی حکم نامہ موصول نہیں ہوا۔ میں فکرمند ہوں کہ انہیں کہیں ڈاکوؤں نے قتل تو نہیں کردیا۔ حقیقت میں کوئی راہ گیر سکندرآباد اور غازی آباد کے درمیان سفر نہیں کرسکتا ہے۔ گوجروں نے سکندرآباد میں دہشت برپا کررکھی ہے۔

ان کے ساتھ دیگر ہمسایہ ملکی قوتوں نے بھی سر اٹھالیا ہے۔ میں پوری
بات تو بیان نہیں کر سکتا لیکن کم سے کم یہ کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے
سکندر آباد کو لوٹا اور پھر لوگوں کو قتل کر کے گھروں کو پھونک دیا اور ان
کا سامان گاڑیوں پر لے گئے۔ وہ ایک ہفتہ سے چڑھائی کر رہے
ہیں اگر چہ میں نے محمد امین خاں اور مرزا احمد بیگ کے ساتھ پیادہ
اور سواروں کو باغیوں کو بھگانے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے سو باغیوں
کو قتل کر دیا اور ہمارے سوار اور فوجی بھی زخمی ہوئے مگر سورش ختم نہ
ہو سکی، باقی دیہاتی بھاگ گئے۔ مالا گڑھ کا مجسٹریٹ جو میرٹھ
بھاگ گیا تھا وہ آٹھ انگریز اور تین سو سواروں کے ساتھ اور اتنے ہی
پیدل سپاہیوں کے ساتھ واپس آ گیا۔ یہ تعداد ضلع میں موجودہ
خادموں کے علاوہ ہے۔ میرا قتل کرنے یا مجھے گرفتار کرنے کے لئے
اس نے تین سو اور انگریز فوجیوں کا انتظام کر لیا ہے۔ اگر چہ میں
پیادہ اور سواروں کو اکٹھا کرنے کی جدوجہد کر رہا ہوں اور پرانی
توپوں کو درست کر رہا ہوں مگر سپاہی دستیاب نہیں ہو پا رہے ہیں۔ جو
سپاہی ملے ان کے پاس نہ بندوق نہ تلواریں ہیں۔ یہ بات بڑی
تشویش کی ہے۔ بندوقیں تیار کرنے میں کچھ وقت درکار ہے اور کچھ
مقامات پر فوجیوں کی تلاش کا عمل جاری ہے۔ اس وقت میرے سپاہ
دشمن کا سامنے کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ میں فتح یاب فوجی روانہ
کرنے کی عرضی بادشاہ سلامت کی خدمت میں بھیج رہا ہوں، جن
کے بغیر میں جیت نہیں سکتا ہوں۔ میں اپنی ذمہ داریوں سے منہ نہیں
موڑ رہا ہوں مگر میری حفاظت اور حکومت کی بقا کا انحصار آپ کے
تعاون پر ہے۔ دوسو بندوقیں، دو توپیں مع گولہ بارود، پیدل،
گھوڑ سوار فوجی اور توپچی وغیرہ آپ اپنے ہتھیار خانہ سے بھیج

دیں جس سے بندوقوں کی تقسیم فوجیوں میں کر دی جائے اور توپیں
میرے قلعہ پر نصب کر دی جائیں۔" [48]

ان ساری باتوں سے انگریزوں کی بڑھتی قوت سے فکرمند ولی داد خاں کے ذہنی
تفکرات سامنے آجاتے ہیں۔

جولائی کے اواخیر میں ولی داد خاں نے گلاؤٹھی سے دلّی کی طرف رخ کرنے کا ارادہ
کیا مگر انگریزی ایجنٹوں نے غمازی کر دی، انگریز حکام نے خبر پاتے ہی میرٹھ سے
"۲۱ رجولائی کو دو ہارس آرٹیلری گنس چھٹی ڈریگن گارڈس، ساٹھویں رائفلس کے پچاس
سپاہی، تیس خاکی رسالہ کے ارکان، بیس میرٹھ ضلع کے نجیب اور بیس ہتھیار بند دیسی
عیسائیوں" [49] کو گلاؤٹھی روانہ کیا۔ ۲۹ رجولائی کو ولی داد خاں کی فوج نے محمد اسمٰعیل
خاں اور حاجی محمد منیر خاں کی ماتحتی میں "۴۰۰ گھوڑ سوار، ۶۰۰ پیدل اور موضع کے حریت
پسند وں" [50] بشمول گلاؤٹھی اور ہاپوڑ کے مابین برج ناتھ پور پہ دمدمہ باندھا۔
شومیِ قسمت ادھر اسی دن "موہن لال کشمیری نے ایک خط قلی کے ذریعہ انگریزوں کو
بھیجا" [51] جسے پڑھنے کے بعد فوراً کپتان وارڈ یلا (CaptainWardlow) نے ترپ
کی چال چلی "اس نے بھونہ کے جاٹوں کو آگے رکھ کر ان کی آڑ میں اپنے ڈریگونس کو ولی داد
خاں کے محاذ کے نزدیک پہنچا دیا" [52] پہلی قطار میں ہم وطن لوگوں کے سبب ولی داد خاں کے
سپاہی انگریزی درع پوش کی شناخت نہیں کر سکے۔ گوجروں نے مردانہ وار دست بہ دست
داد شجاعت دی "لوتس گوجر، ہر دیال گوجر اور گوردیال گوجر نے نہایت جی توڑ کر مقابلہ
کیا، لوتس کی بتیسی میں بلم لگا، مارنے والا کھینچ نہ سکا، لوتس نے بلم کو خود اپنے ہاتھ سے
کھینچا۔ حالانکہ گوجروں کے ہتھیار کام نہیں دے رہے تھے مگر وہ ہتھیار پھینک کر آدمی کو پکڑ
کر مارتے تھے اور تہلکہ مچائے ہوئے تھے" [53] مگر ان جانبازوں کی کوششیں بار آور نہ ہو سکی
، کافی کشت وخون ہوا۔ "محمد اسمٰعیل خاں اور حاجی منیر خاں کو بھی زخمی ہو کر پیچھے ہٹنا پڑا"
[54] لیکن انگریز پھر بھی مالا گڑھ پر دھاوا بولنے کی جرات نہیں کر سکے۔

۱ر اگست ۱۸۵۷ کو کرنل او۔ برین نے گورنر جنرل کونسل آف انڈیا (الہ آباد) کو ایک

تارارسال کیا جس میں علی گڑھ پر ولی داد خاں کا تصرف ہونے پر اپنی فکرمندی ظاہر کی۔

''ولی داد خاں نے اپنے ایک رشتہ دار کو علی گڑھ پر مسلط ہونے کے لئے روانہ کردیا ہے، تاکہ وہاں ان کی مستقل حکومت قائم ہوسکے۔ ولی داد خاں کو پسپا کرنا بہت ضروری ہے جس سے وہاں سے مال گزاری وصول کرکے دلّی نا بھیجی جاسکے۔ دلّی میں اس وقت روپیوں کا فقدان ہے۔ اس طرح کی مدد کو روکنا بہت اہم ہے''[55]

۷راگست ۱۸۵۷ کے ''صادق الاخبار'' نے ولی داد خاں (مالاگڑھ) کے متعلق یہ خبر شائع کی:

''مالاگڑھ پر باغواء قوم جاٹ تھوڑے بہت گورے روز چڑھائی کرآتے ہیں مگر بااقبال شاہی نواب ولی داد خاں ان کو شکست فاش دیتا رہتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ نواب موصوف کے پاس کل دو ہزار سپاہ ہے جس سے مخالفوں کا مقابلہ بھی کررہا ہے اور نواح کا انتظام بھی بہ خوبی کررکھا ہے۔ سنا گیا کہ نواب صاحب نے کچھ سپاہ حضور سے طلب کی ہے۔ غالب کہ اگر وہ وہاں جائے تو کام بن جائے''[56]

۸راگست کو کمانڈران چیف بخت خان کی جانب سے ولی داد خاں کو فوجی مدد کا شاہی فرمان موصول ہوا جس میں دلّی میں جاری جدل پر بھی روشنی پڑتی ہے:

''ہم وحشی فرنگیوں سے بالہ ٹیکری نزد لوہاری دروازہ پر قائم چوکی پر جنگ کررہے ہیں اور جب کہ ہم ان میں سے آٹھ یا نو لوگوں کو روزانہ جہنم بھیجتے ہیں باوجود اس کے ان کی تعداد میں کوئی کمی نہیں ہورہی ہے اور پڑوسی ریاستوں سے ان کے پاس جھنڈ کے جھنڈ آرہے ہیں مگر ہمارے سپاہیوں کا خدا کے علاوہ کوئی مددگار نہیں، جوان سے خوف زدہ ہیں اور روزانہ کچھ سپاہی اپنے بادشاہ کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ انگریزوں سے جیتنے کے بعد ہی میں بڑی فوج آپ کی مدد کے لئے بھیجوں گا''[57]

ژولیدہ حال ولی داد خاں بادشاہ سلامت کو ہر خبر سے مطلع کررہے تھے، انہوں نے ۲۰راگست کو لکھے پیام نامہ میں بھٹونہ کے جاٹوں کے ہاتھوں شیخ وسید کی اکثریت والے موضع ناہنیہ گاؤں کی خون آشام تباہی کی تفصیل لکھ کر بھیجی۔:

۲۶رذوالحجہ کو بھٹونہ کے جاٹوں نے موضع ناہنیا جس میں اکثریت شیخ وسید کی ہے۔ اس پر صبح کی نماز کے وقت حملہ کردیا اور تمام بے گناہ جوان مرد اور بچوں کو ناحق قتل کردیا ہے۔ انہوں نے ایک یا دو عورتوں کو شیرخوار بچوں سمیت ماردیا۔ اگرچہ انہوں نے بے رحم کافروں سے گود کے بچوں کیلئے بہت عاجزی اور درخواست کی۔ گاؤں میں تمام موجودہ لوگوں کو مار کر ان کی قیمتی اشیاء کو خوب لوٹا، ان کی گڑھی پر قابض ہوگئے اور ان کے تمام زراعتی اوزار اور سامان لے گئے۔ ان کے مسلط ہونے پر آہ وبکا کرتی سید خواتین موضع سپناوت جو بھٹونہ سے دو یا تین کوس پر واقع ہے گئیں اور وہاں پناہ لی۔ اس کے بعد یہ بیوائیں مالاگڑھ آئیں اور اور ان کی بے رحمی کی شکایت کی اور اپنے مردوں اور بچوں کے لئے معاذ کی مانگ کی کیونکہ دوآب کی زمام حکومت کے ناطہ ان کی مجھ پر ذمہ داری عائد ہے۔ اس لئے انہوں نے مجھ سے خواست گیری کی۔ ان خشک زدہ آنسوؤں کی آنکھیں اور غم زدہ خواتین کے پاس خدا سے دعا کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ ایسے ہی بھٹونہ کے جاٹوں نے پڑوسی موضع رزاق پور پر حملہ کرکے کچھ لوگوں کو مار ڈالا، ان کی تمام جائداد لوٹ لی۔ اس کے ایک مہینے بعد بھٹونہ کے جاٹوں کے اشارے پر سلیم پور کے جاٹوں نے رسول پور گڑھی سادات پر دھاوا بول کر چھ یا سات لوگوں کو قتل کردیا اور ساری جائداد لوٹ لی۔ بادشاہ سلامت ان غیر اعتماد جاٹوں کو سزا شاہی فوج کے بغیر نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ وہ میرے

Presented By: https://jafrilibrary.com

دشمنوں کے ساتھ مل کر پھر مجھے الجھائیں گے۔“[58]

ولی داد خاں کی لگاتار مدد کی گہار آخر کار رنگ لائی۔ اس وقت جب کہ دلّی کی ناؤ خود منجدھار میں پھنسی ہوئی تھی، بہادر شاہ ظفر نے ۲۱ر اگست ۱۸۵۷ء“[59] کو جھانسی کے کل برگیڈ جس میں بارھویں ہندوستانی پلٹن اور چودھواں رسالہ اور نو پنی توپیں“[60] مالاگڑھ روانہ کیں تو ولی داد خاں نے انگریزوں کو سبق سکھانے کے لئے ”ہاپوڑ اور میرٹھ پر حملہ کرنے کا اعلان کر دیا۔“[61] اس بات نے انگریزوں کے ہوش اڑا دیئے۔ ۱۰ر اگست کو نواب صاحب نے ہاپوڑ کی جانب پیش قدمی کی، جس کی مدافعت کے لئے ”۱۶۴۹ر انگریزی سپاہی“[62] ۲۷ر اگست کو میرٹھ سے چل کر ہاپوڑ میں خیمہ زن ہو گئے“[63] لیکن سراسیمہ انگریز ہاپوڑ سے آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کر سکے جو ”۲۰ر بیسویں ستمبر تک یعنی دہلی فتح ہونے کی تاریخ تک مقیم رہے“[64] بتاریخ ”۱۰ر ستمبر ولی داد خاں ایک ہزار مجاہدین کو لے کر مالاگڑھ سے میرٹھ پر حملہ آور ہونے کے لئے نہفت کی لیکن ”ہاپوڑ میں ٹھہری انگریزی فوج نے گلاوٹھی میں ان کا راستہ روکا“[65] میجر سائر اور لفٹیننٹ اسمتھ کے ساتھ ولی داد خاں کی کانٹے کی ٹکر ہوئی اور فرنگیوں کو میدان چھوڑنا پڑا، موقع کا فائدہ اٹھا کر انہوں نے انگریزوں کے ”حلیف گاؤں بھٹونہ پر حملہ کر دیا اور اپنی تین توپوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا جو بھٹونہ والوں نے ان کے سپاہیوں سے چھین لی تھیں“[66]

مغلیہ سلطنت کو ماضی کا حصہ بنا کر ”لفٹیننٹ کرنل ایڈورڈ گریتھیڈ کی سرپرستی میں سپاہ ۲۴ر ستمبر کو روانہ ہوئی پہلی منزل غازی الدین نگر میں اور دوسری دادری میں، تیسری منزل ۲۷ر ستمبر کو سکندر آباد میں ہوئی۔ ۲۸ر ستمبر کی صبح کو لشکر بھوڑ پر جہاں سڑکوں کا چوراہا ہے، پہنچا وہ بلند شہر سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔“[67] انگریزی فوج کے ”آٹھویں اور پچھترویں دو یورپین رجیمنٹ، دو پنجاب انفینٹری رجیمنٹس، تیسری کویلری اور نویں لانسرس (بھالہ) اٹھارہ توپیں اور دو مورٹرس“[68] پر مشتمل فوج نے نواب مالاگڑھ پر حملہ کر دیا مگر انگریز سیدھی لڑائی کے بجائے پیچھے سے خنجر گھونپنے میں زیادہ اعتماد رکھتے تھے۔ یہی بات مالاگڑھ کے جولان گاہ میں نظر آئی۔ مالاگڑھ کے لوک شاعر رام پرساد راٹھی اور پڑوسی دیہات تاج پور، اختیار پور

کے باشندوں کے بقول ”انگریزوں نے نواب صاحب کے گولہ بارود کے ”انچارج وکرم سنگھ کو جاگیر کا لالچ دے کر اسے اپنی طرف ملا لیا اور وکرم سنگھ نے بیشتر گولوں کو کنویں میں پھنک دیا جس سے وقت پڑنے پر نواب صاحب کے توپچیوں کو وہ گولے نہ مل سکے“[69] جب مالاگڑھ کا کارزار گرم ہوا تب ”نواب نے اپنے سپہ سالار اندر سنگھ کو انگریزی فوج پر گولے داغنے کا حکم دیا اور وکرم سنگھ سے گولے طلب کئے تو اس نے بارود خانہ کی چابی کھو جانے کا بہانہ کیا“[70] لہٰذا ولی داد خاں کے توپچیوں کو جوابی گولہ باری کے وقت بارود کی فراہمی نہیں ہو سکی۔ دوسری وجہ انگریزوں کا پرانا دلال موہن لال کشمیری جو ”ان کے ساتھ دلّی سے آیا تھا“[71] وہ ولی داد خاں کی کشتی میں برابر سراخ کر رہا تھا۔ ایک طرف نواب صاحب فرنگیوں پر کاری ضرب لگانے کے لئے فوج نقشہ تیار کرتے تو دوسری طرف وہ اس سرِ خفی کو طشت از بام کر دیتا۔

موہن لال کشمیری اپنے اس ناگفتہ بہ فعل کے بارے میں شان سے لکھتا ہے کہ:

مالہ گڑھ کے قلعہ میں موجود وہ کنواں جسمیں وکرم سنگھ نے گولہ بارود پھینک دیا تھا

”ولیم صاحب کے ارشاد کے مطابق میں نے قلعہ مالاگڑھ کا نقشہ اور مفسدین کے

حالات لکھ کران کے حوالے کیئے''[72] اس سے قلعہ فتح کرنے میں انگریزوں کو بہت مدد ملی نواب صاحب کی فوجوں اور دلّی سے آئی جھانسی بریگیڈ کو بھی ہزیمت اٹھانی پڑی۔ ''نائب سپہ سالار رام سنگھ اور مالا گڑھ کے سللن سنگھ کی صلاح''[73] پر نواب صاحب نے بغیر مقابلہ کئے مالا گڑھ قلعہ کو خیر آباد کہہ دیا اور انگریز افسر دست تاسف ملتے رہ گئے۔

در و دیوار پہ حسرت کی نظر کرتے ہیں
رخصت اے اہل وطن، ہم تو سفر کرتے ہیں
(نواب واجد علی شاہ)

جس کا غصہ انگریزوں نے خالی پڑے قلعہ پر نکالا لیکن جلد بازی کے چکر میں ''لفٹینٹ چارلس ہوم سرنگ اڑانے میں خود اڑ گئے۔ دہلی کے کشمیری دروازے کے اڑانے والوں کے گروہ میں صرف یہی ایک زندہ تھا''[74] انگریزوں کو ولی داد خاں کا پتہ تب چلا جب وہ ''۲۱/اکتوبر کو بریلی''[75] میں خان بہادر خان کے قافلہ میں جا ملے، ان کے پہنچنے سے مجاہدین کو مزید تقویت حاصل ہوئی۔

۱۱/مارچ ۱۸۵۸ کے ''اخبار فتح اکبر'' نے شہر کی گہما گہمی کو اس طرح چھاپا:

ہر شخص کافروں سے جہاد کرنے کے واسطہ تیار ہے اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ ٹڈیوں کی طرح قصبوں اور دیہاتوں سے نکل کر جمع ہو رہے ہیں۔ نواب صاحب نے ۲۷ بٹالین تیار کرنے کا اسماعیل خاں کو حکم دیا ہے۔ چار یا پانچ ریاستوں کے حکمراں آچکے ہیں جن میں نواب بنگش، نواب فرخ آباد، نواب ولی داد خاں، حیدر علی خاں، نواب جھجر وغیرہ اپنے سرگرم حامیوں کے ساتھ یہاں موجود ہیں۔ اس وقت فوجی معاملات پر تبادلہ خیال کرنے کے واسطہ نانا راؤ دو یا تین ہزار حامیوں کے ساتھ آرہے ہیں۔''[76]

''نانا راؤ ۲۷/مارچ ۱۸۵۸ کو علی گنج کے راستہ اپنے خاندان، ۵۰۰ گھوڑوں اور پیدل''[77] لشکر کے ساتھ بریلی پہنچ گئے۔ بریلی ''گورنمنٹ کالج میں اپریل کے آخر تک شہزادہ

فیروز شاہ، خان بہادر خاں نواب، ولی داد خاں، ملن خان، اسماعیل خان''[78] اور دوسرے قائدین انگریزوں کے خلاف لائحہ عمل تیار کرتے رہے۔ بریلی میں رہبروں کے اجتماع نے انگریزوں کے پہ ایسی دلوں ہیبت طاری کردی۔ انہوں نے اس کو ''باغی پور''[79] نام سے منسوب کردیا اور گریٹ حیدر علی کا سایہ ایک بار پھر انہیں نظر آرہا تھا:

"We are losing revenue, losing order, losing the respect produced by the unbroken traditions of a hundred years.Above all, every month's delay increases the greatest of our dangers, the chance of a leader arising in the country.There may be a Hyder Ali in the ranks"[80]

۵/مئی کو خان بہادر خان (بریلی) اور انگریزوں''[81] کے درمیان فیصلہ کن محاذ آرائی شروع ہوئی جسے دیکھ کر انگریز حیرت زدہ رہ گئے۔ بندے خاں، ولی داد خاں اور فیروز شاہ وغیرہ نے حق مردانگی ادا کیا۔''[82] مگر ہندوستانیوں کی نوشتہ تقدیر میں لکھی غلامی کو مٹا نہ سکے۔ بریلی کی ہار کے بعد بھی ولی داد خاں نے اپنے قائدانہ عمل سے انگریزوں کا جینا دوبھر کررکھا تھا۔ G.F.Edmonstone نے ۲/اپریل ۱۸۵۸ کو آگرہ کمشنری۔ اے۔ ای ریڈ E.A.Reade کو تار بھیجا کہ:

"a fight has been reported in which Malaghurs (Malagarh) chief was killed requires confirmation. It has been reported from Fatteygarh under date the first April that rebels are crossing at Bichpore Ghat half way between Jumna and Shumshabad.

Wulle (wali) dad is said to have(joined) them."[83]

۷/دسمبر کو مین پوری ضلع سے گوڈآل Goodall نے ای۔اے۔ریڈ کو اطلاع دی کہ:

"Heard from Futteghur today that Ferozshah,Waleedad Khan and others with some thousand men were at Arroul yesterday and it is said are going via Etawah. Brigadier Showers is moving down from Agra towards Etawah.All communication is cut off with Cawnpore.Road below Meerun Ke Serai (Miran-ki-Sarai) in the hands of the rebels"[84]

ولی داد خاںؔ آخری دم تک انگریزوں سے لوہا لیتے رہے لیکن جنگ آزادی کی لپٹیں ہم وطنوں کی غداری کے باعث دھیمی پڑنے لگی تھی جس کی وجہ سے صف اول کے مجاہدین تاریکیوں میں گم ہوگئے مگر یہ اپنی مہم میں مصروف رہے لیکن جب نواب ولی داد خاںؔ بیگم حضرت محل کے ساتھ بونڈی سے آگے بڑھے تو "یہ عارضہ درد گردہ بیمار ہو کے راستے میں مر گئے"[85] اور اس طرح آزادی کا عظیم ستارہ جہدوجد کی تھکاوٹ سے فارغ ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کی راحت پا گیا۔

ولی داد خاںؔ کی کل جائداد "ضبطی کے زمینداری قصبہ کی محمود علی خاں تعلقہ دار چھتاری کو خیر خواہی کے صلہ میں عطا ہوئی"[86]

ولی داد خاںؔ کے شراکت داروں کی چن چن کر بڑے پیمانہ پر داروگیر کی گئی۔ان میں بارہ بستی کے عبداللطیف جن کی تمام جائداد ضبط اور "سزائے کالا پانی ہوئی"[87] ان کا چچا عظیم خان جب گنگا پار کر کے روہیل کھنڈ جانا چاہتے تھے اس وقت "جاٹ تھانہ دار خوشی رام نے گرفتار کرلیا اور تحقیقات کے بعد اس کو پھانسی دی گئی"[88] انگریز حکام نے اس عمل کو حق بجانب اور مستحسن قرار دیا :

"اس مقدمہ میں کاروائی تھانہ دار مذکور اور اس کے ہمراہیوں کی طرح پر تعریف کے لائق ہوئی کیونکہ مجھے خوب معلوم ہے کہ اعظم خاںؔ نے ان سے کہا تھا کہ چاہے روپیہ لے لو مجھے نکل جانے دو لیکن بھٹونہ کے دیانت دار جاٹ نے اس کی ایک نہ سنی اور گرفتار کر کے عدالت میں پہنچا دیا"[89]

Khushi Ram,one of the Jat headman of Bhutona,"later made an important contribution to the final suppression of the the revolt after the British had recoverd the district at the end of September Appointed kotwal of Anupshahr and permitted to raise a force of 200 matchlockmen,he did yeoman service for his foreign masters,holding the line of the Ganga against all rebel attempts to force the passage of the river from Rohilkhand"[90]

مالا گڑھ، بلند شہر، بارہ بستی، خان پور، دادری اور دنکور کے معزز ہستیوں کو تختہ دار پر چڑھانے کا سلسلہ شروع ہوا۔

ایمن پردھانؔ گوجر کو بیہی گاؤں میں انگریزی نمک خواروں نے شہید کر دیا تھا۔ان کے وطن کی حرمت پہ نثار ہونے کے جذبہ نے پوری گوجر قوم کو آگ میں جھونک دیا۔گوجروں کی اکثریت والے اساور، سدھارن پور، دادری اور اس کے آس پاس دیہاتوں کو جلا کر راکھ کر دیا گیا، کوڑیوں کے بھاؤ میں ان کے تمام علاقوں کو نیلام کر دیا گیا، مدت تک انہیں پکڑ پکڑ کر پھانسی پر لٹکایا جاتا رہا ۔

حرمت خاںؔ اور فیض خاں کو ملکہ وکٹوریہ کے اعلان کے بعد معافی مل گئی"[91] نواب

مصطفٰے جہانگیر شیفتہ ''نام و پیام کا کام انجام دیتے تھے''[92] جس کے صلہ میں ''سات برس کی قید ہوئی''[93] نواب صدیق حسن والی بھوپال کی کوششوں سے رہائی عمل میں آئی لیکن ''وظائف سرکاری بند اور ذاتی جائداد کا بھی نصف حصہ ضبط''[94]

حاجی یاداللہ خاں (تھانہ دار گلاؤٹھی) کی ''گرفتاری عمل میں آئی'' ''زمین جائداد سب ضبط ہوئی اور نیلام کردی گئی بڑی کوششوں سفارشوں سے جان بخشی ہوئی''[95]

ولی داد خاں کے قلعہ کے کھنڈارات آج بھی ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی میں ان کے کردار اور قربانی کی یاد دلا رہے ہیں کہ ان کی رہنمائی میں کس طرح ہندو و مسلمان کی متحدہ مدافعت نے انگریزوں کی کاٹوں تو خون نہیں جیسی درگتی بنادی تھی جو آج بھی اہل وطن کو محبت اور اتحاد کا پیغام دے رہی ہے۔

اڑائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری
(علامہ اقبال)

☆☆

اشاریات

۱۔ محمد ایوب خاں ولد واوث خاں ۸/۱۲ جامعہ نگر نئی دہلی ۵/۴/۲۰۱۱
نوٹ ÷ ''نواب حقدار خاں نے حضرت سید مالا مال کرمانی (۶۵۰ھ) سے عقیدت واحترام کی بنا پر مالا گڑھ رکھا، جنھوں نے برن (بلند شہر) سے ۸ میل شمال مغرب کی سمت کالی ندی کے کنارے ایک قلعہ تعمیر کرایا۔ جس کے کھنڈرات آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔
۲۔ کیفیت بلندشہر لچھمن سنگھ ۱۸۳۹ قلمی نسخہ ۱۴
۳۔ محمد ایوب خاں ولد واوث خاں ۸/۱۲ جامعہ نگر نئی دہلی ۵/۴/۲۰۱۱
۴۔ خورشید مصطفٰے زیدی جنگ آزادی ۱۸۵۷ الجمیۃ پریس دہلی اپریل ۱۹۵۹ صفحہ ۴۳۶
۵۔ خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام ہمدرد پریس دہلی مارچ ۱۹۲۶ صفحہ ۴۷
۶۔ خواجہ حسن نظامی دلی کی سزا اپریل ۱۹۲۶ دلی پرنٹنگ پریس دہلی صفحہ ۲۳
۷۔ خورشید مصطفٰے زیدی جنگ آزادی ۱۸۵۷ اپریل ۱۹۵۹ صفحہ ۱۶۱
۸۔ مولانا انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء فاروقی پریس دہلی صفحہ ۹۹ تا ۱۰۰
۹۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) Page 48
۱۰۔ پنڈت کنہیالال محاربہ عظیم عفیف آفسیٹ دہلی ۲۰۰۸ صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۱
۱۱۔ Bengal Past And Present (Diamond Jubilee No.) Nov.1967 Sri Gouranga Press (P)Ltd.Calcutta Page 42
۱۲۔ عتیق صدیقی اٹھارہ سو ستاون کے اخبار اور دستاویز یونین پریس دہلی ۲۰۰۳ صفحہ ۹۶ تا ۹۷
۱۳۔ مولانا سید محمد میاں صاحب علماء ہند کا شاندار ماضی مکتبہ محمودیہ لاہور ۱۹۸۵ صفحہ ۳۲۰ تا ۳۲۱
۱۴۔ ایوب قادری جنگ آزادی ۱۸۵۷ معارف پریس لاہور جون ۱۹۷۶ صفحہ ۱۹۰
۱۵۔ چودھری محمد علی خان ایک تعارف چوک سہاور کانشی رام نگر ۱۹۹۸ صفحہ ۹
۱۶۔ Bengal Past And Present Page 41
۱۷۔ خورشید مصطفٰے زیدی جنگ آزادی ۱۸۵۷ صفحہ ۱۶۱
۱۸۔ کیفیت بلندشہر لچھمن سنگھ ۱۸۳۹ قلمی نسخہ صفحہ ۶۶ تا ۶۷
۱۹۔ سانجھی شہادت کے کچھ پھول نہرو یوا کیندر ۲۰۰۷ صفحہ ۱۰۰

۲۰۔مولانا سید محمد میاں صاحب علماء ہند کا شاندار ماضی صفحہ ۳۲۰
۲۱۔خواجہ حسن نظامی دلّی کی سزا اپریل ۱۹۲۶ دلی پرنٹنگ پریس دہلی صفحہ ۲۵
۲۲۔ایضاً صفحہ ۲۴
۲۳۔مولانا انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ ۱۰۰
۲۴۔خواجہ حسن نظامی دلّی کی سزا صفحہ ۲۴
۲۵۔ایضاً صفحہ ۲۴ تا ۲۵
۲۶۔ Bulandshahr Collectrate Mutiny Basta No.1S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) Page 53 to 55
۲۷۔کیفیت بلندشہر لچھمن سنگھ ۱۸۳۹ قلمی نسخہ صفحہ ۶۱
۲۸۔ Bengal Past And Present Page 41 to 42
۲۹۔ Amar Singh Baghel Bulandshahr Gazette Govt.Press Lucknow 1980 Page 38
۳۰۔کیفیت بلندشہر لچھمن سنگھ ۱۸۳۹ قلمی نسخہ صفحہ ۶۵
۳۱۔ایضاً صفحہ ۶۵
۳۲۔ Bengal Past And Present Page 43
۳۳۔مولانا سید محمد میاں صاحب علماء ہند کا شاندار ماضی صفحہ ۳۲۱
۳۴۔مولانا انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی صفحہ ۱۰۱
۳۵۔ Eric Stokes The Peasant Armed Clarendon Oxford Press London1986 Page157
۳۶۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) Page 55
۳۷۔ Ibid Page57
۳۸۔۔ونیش کمار ۱۸۵۷ کا ویپو(ہندی)اورشی آفسیٹ پرنٹرس منگل پانڈے نگر میرٹھ ۲۰۰۷ صفحہ ۱۴۳
۳۹۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) Page 39
۴۰۔ Ibid Page 58
۴۱۔ Ibid Page 59
۴۲۔ Bengal Past And Present Page 42
۴۳۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) Page 60
۴۴۔ Eric Stokes The Peasant Armed Page157
۴۵۔ چودھری مہندر سنگھ عمر تقریباً ۶۷ ساکن محلہ ہولی چوک بھٹونہ گلاوٹھی بلندشہر ۱۴/۳/۲۰۱۰
۴۶۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) Page 61

۴۷۔ Ibid Page 60
۴۸۔ Bulandshahr Collectrate Mutiny Basta No.1S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) Page 66 to 67
۴۹۔ H.W.R.Dunlop Service And Adventure with Khakee Ressalah R.Clay Printer London 1858 Page 122
۵۰۔ Ibid Page122 to 123
۵۱۔ Records of the Intelligence Deptt Vol (II) 1902 Page 25
۵۲۔ Narrative of events North Western Provinces (Allahabad) regarding the mutiny in India 1857-58 Calcutta 1881 Page 268
۵۳۔ فرزند علی خاں حیات الافغان ادارہ علم و ہدایت دہلی ۲۷ ستمبر ۱۹۷۲ صفحہ ۹۶ تا ۹۷
۵۴۔ Dunlop Service And Adventure with Khakee Ressalah R.Clay Printer London 1858 Page 123
۵۵۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) Page 67
۵۶۔عتیق صدیقی ۱۸۵۷ اخبار اور دستاویزیں صفحہ ۲۵۳
۵۷۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) P. 69 to 70
۵۸۔ Ibid Page 70 to 71
۵۹۔ خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح و شام صفحہ ۲۲۵
۶۰۔ کیفیت بلندشہر لچھمن سنگھ ۱۸۳۹ قلمی نسخہ صفحہ ۶۷
۶۱۔ E.B.Joshi Meerut Gazette Govt.Press Allahabad 1965 Page 56
۶۲۔ Eric Stokes The Peasant ArmedPage 173
۶۳۔ E.B.Joshi Meerut Gazette Page 56
۶۴۔کیفیت بلندشہر لچھمن سنگھ ۱۸۳۹ قلمی نسخہ صفحہ ۶۷
۶۵۔ E.B.Joshi Meerut Gazette Page 56
۶۶۔سانجھی شہادت کے کچھ پھول نہرو یوا کیندر ۲۰۰۷ صفحہ ۱۰۲
۶۷۔محمد ذکاء اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ شمس المطابع دہلی ۱۹۰۱ صفحہ ۸۷۸
۶۸۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) Page 118
۶۹۔گفتگو رام پرشاد راٹھی باشندہ اختیار پور ۱۰/۳/۱۸ اور شیلہ بیوی جناب سکھ بیر باشندہ قلعہ مالاگڑھ
۷۰۔سانجھی شہادت کے کچھ پھول صفحہ ۱۰۳

۷۱۔خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام ہمدرد پریس دہلی مارچ ۱۹۲۶صفحہ۷۳
(انگریزوں کا دلال معین الدین حسن خاں جو دلّی میں ان کی ایما پر کوتوال بن بیٹھا تھا اس نے انگریزوں کے پرانے خیر خواں'' موہن لال کشمیری عرف آغا حسن جان کو ولی داد خاں کے ساتھ دلّی سے روانہ کردیا تھا۔موہن لال کشمیری جیسا دیس ویسا بھیس اختیار کرنے میں بہت ماہر تھا کبھی اپنے کو عیسائی ظاہر کرتا ہے کبھی مسلمان ہونے کا ڈرامہ رچتا)

۷۲۔خواجہ حسن نظامی دہلی غدر کے افسانے لالہ ٹھاکر داس دلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۹۱۷صفحہ۵۷
۷۳۔سانجھی شہادت کے کچھ پھول صفحہ۱۰۳
۷۴۔محمد ذکا اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ شمس المطابع دہلی ۱۹۰۱صفحہ۸۷۸

۷۵۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) Page 365
۷۶۔ Ibid Page 384
۷۷۔ E.B.Joshi BareillyGazette Page 67
۷۸۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) Page 388
۷۹۔ Ibid Page 392
۸۰۔ Ibid Page 393
۸۱۔ Ibid Page 447

۸۲۔محمد ایوب قادری جنگ آزادی ۱۸۵۷واقعات اور شخصیات صفحہ۲۹۳

۸۳۔ Dr.S.N.Sinha Mutiny Telegram Deptt Cultural Affairs U.P.1988 Page 34
۸۴۔ S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in UP Vol (V) P 806 to807

۸۵۔معین الدین حسن خاں خدنگ غدر جمال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۷۲صفحہ۹۲
۸۶۔کیفیت بلندشہر چھمن سنگھ ۱۸۳۹قلمی نسخہ صفحہ۴۱
۸۷۔ایضاً صفحہ۷۰

۸۸۔ Amar Singh Baghel Bulandshahr Gazette Page 40

۸۹۔ کیفیت بلندشہر چھمن سنگھ ۱۸۳۹قلمی نسخہ صفحہ۷۱

۹۰۔ Bengal Past And Present Page 43

۹۱۔ مولانا سید محمد میاں صاحب علماء ہند کا شاندار ماضی صفحہ۳۱۹
۹۲۔ محمد ایوب قادری جنگ آزادی ۱۸۵۷واقعات اور شخصیات صفحہ۱۹۰
۹۳۔ایضاً صفحہ۸۷
۹۴۔مولانا سید محمد میاں صاحب علماء ہند کا شاندار ماضی صفحہ۲۳۵
۹۵۔ایضاً صفحہ۳۲۴

کتابیات

۱۔اسلم جمشید پوری ڈاکٹر (مرتب) تحریک آزادی ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی ۲۰۰۸
۲۔اسلم پرویز سن ستاون کی دلّی اور بہادر شاہ ظفر ثمر آفسیٹ پریس نئی دہلی ۲۰۰۸
۳۔اسداللہ خاں بدایونی باغی میرٹھ آزاد پریس شوراب گیٹ میرٹھ ۱۹۵۷
۴۔اسیر ادروی تحریک آزادی اور مسلمان دارالمولفین دیوبند اپریل ۲۰۰۲
۵۔امداد صابری (مولانا) تاریخ جرم وسزا حصہ (دوم) بمبئی چوب پریس دہلی ۱۹۴۵
۶۔امداد صابری (مولانا) ۱۸۵۷کے مجاہد شعراء مکتبہ شاہراہ اردو بازار دہلی اکتوبر ۱۹۵۹
۷۔امداد صابری (مولانا) ۱۸۵۷کے غدار شعراء یونین پریس دہلی جولائی ۱۹۶۰
۸۔انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی (مولانا) ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء فاورتی پریس دہلی ۱۹۵۹
۹۔انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی (مولانا) غدر کے چند علماء نیا کتاب گھر اردو بازار دہلی ۱۹۴۶
۱۰۔آغا اشرف افسانہ لکھنؤ نشاط پبلی کیشنز ارنیو برج پوری دہلی ۱۹۸۵
۱۱۔پنڈت سندر لال ۱۸۵۷انجمن ترقی اردو علی گڑھ دسمبر ۱۹۵۷
۱۲۔پنڈت کنہیا لال محاربہ عظیم (تاریخ بغاوت ہند ۱۸۵۷) عفیف آفسیٹ دہلی ۲۰۰۸
۱۳۔پرسن کمار چودھری جھارکھنڈ میں مہایودھ (ہندی) راج کمل آفسیٹ پریس شاہدرہ دہلی ۲۰۰۸
۱۴۔پی۔سی۔جوشی ۱۸۵۷البرٹی پریس دریا گنج نئی دہلی ۱۹۷۲
۱۵۔تاراچند تاریخ تحریک آزادی ہند جے۔کے۔آفسیٹ پرنٹرس جامع مسجد دہلی اکتوبر دسمبر ۲۰۰۱
۱۶۔تبسم (ڈاکٹر) جنگ آزادی کا مجاہد شاعر روحانی آرٹ پریس اسلام آباد (پاکستان) ۲۰۰۶
۱۷۔تقی رحیم تحریک آزادی بہار کے مسلمانوں کا حصہ بھارت آفسیٹ پریس دہلی ۱۹۹۸
۱۸۔جانباز مرزا انگریز کے باغی مسلمان مکتبہ تبصرہ لاہور جنوری ۱۹۹۰
۱۹۔جواہر لال نہرو ہندوستان کی کہانی دی ٹائمس آف انڈیا پریس دہلی ۱۹۶۰
۲۰۔جواہر لال نہرو تلاش ہند دیال پریس دہلی دسمبر ۱۹۴۶
۲۱۔جیون لال سرگزشت دہلی (مرتب ڈاکٹر درخشاں تاجور) رضا لائبریری رام پور ۲۰۰۷
۲۲۔چتر سین (آچاریہ) سونا اور خون (ہندی) راج پال اینڈ سنس کشمیری گیٹ دلی ۲۰۰۲
۲۳۔حسن مثنی (مرتب) نکات اور جہات کاک آفسیٹ پریس دہلی ۲۰۰۸

۲۴۔خلیق احمد نظامی ۱۸۵۷ کا تاریخی روزنامچہ الجمیعۃ پریس دہلی اپریل ۱۹۵۸
۲۵۔فصیح چودھری انکاؤنٹر بٹلہ ہاوس ایف۔سی۔پبلکیشن ہاپوڑ ۲۰۰۷
۲۶۔خورشید مصطفیٰ زیدی جنگ آزادی ۱۸۵۷ الجمیعۃ پریس دہلی اپریل ۱۹۵۹
۲۷۔خواجہ حسن نظامی محاصرہ غدر کے فرمان اہل بیت پریس دہلی ۱۹۴۴
۲۸۔خواجہ حسن نظامی انگریزوں کے قصے خواجہ اولاد کمپنی دہلی اپریل ۱۹۴۶
۲۹۔خواجہ حسن نظامی دہلی غدر کے افسانے لالہ ٹھاکر داس دلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۹۱۷
۳۰۔خواجہ حسن نظامی غدر کی صبح وشام ہمدرد پریس دہلی ۱۹۲۶
۳۱۔خواجہ حسن نظامی دلّی کی سزا ہمدرد پریس دہلی مارچ ۱۹۲۶
۳۲۔خواجہ حسن نظامی دلّی کی جھانکی نور فائن لیتھو پریس دہلی اپریل ۱۹۲۵
۳۳۔خواجہ حسن نظامی بہادر شاہ ظفر کا روزنامچہ مصور فطرت دہلی اکتوبر ۱۹۳۵
۳۴۔خواجہ حسن نظامی دہلی کی آخری شمع اہل بیت پریس دہلی اپریل ۱۹۴۵
۳۵۔دامودر لال گرگ بھارت میں برٹش سامراجیہ شیتل آفسیٹ جے پور ۲۰۰۸
۳۶۔دیپ آنکر (آچاریہ) سوادھینتا اندولن اور میرٹھ (ہندی) جمت پرکاشن میرٹھ ۱۹۹۳
۳۷۔ڈبلو ڈبلو ہنٹر ہمارے ہندوستانی مسلمان الکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگر نئی دہلی جون ۲۰۰۲
۳۸۔راشد الخیری دلّی کی آخری بہار ثمر آفسیٹ پریس دہلی ۱۹۹۱
۳۹۔رئیس احمد جعفری واجد علی شاہ اور ان کا عہد شیخ غلام علی اینڈ سنس لاہور ۱۹۶۷
۴۰۔ساورکر ۱۸۵۷ کا سوتنتر اسنگرام (ہندی) پربھات پرکاشن ۱۴/۱۱ آصف علی روڈ نئی دہلی ۲۰۰۰
۴۱۔سید اطہر عباس رضوی سوتنتر ۱۸۵۷ (ہندی) دلی لال بھارگو ڈبلو لاری اینڈ کمپنی لکھنو ۱۹۶۸
۴۲۔سر سید احمد خاں اسباب بغاوت ہند یونیورسٹی پبلشرز اے۔ایم۔یو (علی گڑھ) ۱۹۵۸
۴۳۔سرنیدرناتھ سین اٹھارہ سوستاون آکاش دیپ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی ۲۰۰۱
۴۴۔سعود الحسن روہیلہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ کی شخصیات نواز پریس لاہور (پاکستان) ۲۰۰۷
۴۵۔سید رئیس احمد جعفری بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۵۷
۴۶۔سید ابراہیم فکری ہندوستانی مسلمانوں کا جنگ آزادی میں حصہ لبرٹی آرٹ پریس دریا گنج نومبر ۱۹۹۶
۴۷۔سید مجاور حسین اردو شاعری میں قومی یکجہتی کے عناصر اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو ۲۰۰۴
۴۸۔سید محمد میاں علماء حق الجمیعۃ بک ڈپو دہلی ۱۹۳۷
۴۹۔سید نظام الدین نظام بغاوت مالوہ نور الابصار میرٹھ ۱۸۶۳
۵۰۔سید عاشور کاظمی اور سلیم قریشی اس گھر کو آگ گئی ثمر آفسیٹ پریس دہلی ۱۹۹۳
۵۱۔سید طفیل احمد منگلوری (علیگ) مسلمانوں کا روشن مستقبل حماد پبلیکیشن شیش محل لاہور دسمبر ۱۹۴۵

۵۲۔سید ظہیر الدین دہلوی داستان غدر اریب پبلیکیشنز دریا گنج دہلی ۲۰۰۶
۵۳۔شیخ حسام الدین تصویر کا دوسرا رخ آفسیٹ ورکس نئی دہلی ۱۹۸۲
۵۴۔شمس الاسلام ۱۸۵۷ کی حیرت انگریز داستانے (ہندی) وانی پرکاشن دہلی ۲۰۰۸
۵۵۔شمیم طارق غالب اور ہماری تحریک آزادی غزالی ٹائپ اینڈ پرنٹرس ممبئی اگست ۲۰۰۷
۵۶۔علی میاں ندی سید احمد شہید مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ ۱۹۹۰
۵۷۔عتیق صدیقی اٹھارہ سوستاون کے اخبار اور دستاویزیں یونین پریس دہلی ۱۰ مئی ۱۹۶۶
۵۸۔غالب اسداللہ خاں اردوئے معلیٰ اکمل المطابع دہلی باراول ۱۲۸۵ھ
ڑ۵۔غلام حیدر آزادی کی کہانی انگریزوں اور اخباروں کی زبانی نیو ڈیرآرٹ پرنٹرس نئی دہلی مارچ ۱۹۸۷
۶۰۔غلام رسول مہر سرگزشت مجاہدین علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۵۶
۶۱۔غلام رسول مہر ۱۸۵۷ علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۶۰
۶۲۔غلام رسول مہر ۱۸۵۷ کے مجاہد علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۶۰
۶۳۔غلام رسول مہر جماعت مجاہدین کتاب منزل لاہور ۱۲/ستمبر ۱۹۵۵
۶۴۔فاروق ارگلی (مرتب) داستان غدر فرید بک ڈپو نئی دہلی ۲۰۰۷
۶۵۔فرزند علی خان حیات الافغان ادارہ علم وہدایت ۱۰۵ کوچہ بلاقی بیگم دہلی ۲۷/دسمبر ۱۹۷۲
۶۶۔فضل حق خیر آبادی باغی ہندوستان (مترجم عبدالشاہد شیروانی) مدینہ بک ڈپو بجنور ۱۹۴۷
۶۷۔قیصر التواریخ سید کمال الدین حیدر حسینی الحسینی نامی منشی نولکشور لکھنو ۱۸۹۶
۶۸۔کے۔ڈی۔شرما سانجھی شہادت کے کچھ پھول کھیل اور یوتھ وزارت بھارت سرکار نئی دہلی ۲۰۰۷
۶۹۔لچھمن سنگھ کیفیت بلند شہر قلمی نسخہ ۱۸۳۸
۷۰۔مبارک شاہ تذکرہ جنگ دہلی ۱۸۵۷ (مترجم سعود الحسن خاں روہیلہ) یوپبلشرز، ۵ یوسف مارکیٹ غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور ۲۰۰۷
۷۱۔محمد اللہ خاں تذکرہ قبیلہ بٹنی چوک سہاور کانشی رام نگر (سن موجود نہیں ہے)
۷۲۔محمد ایوب قادری جنگ آزادی ۱۸۵۷ معارف پریس لاہور جون ۱۹۷۶
۷۳۔محمد ایوب قادری مولانا فیض احمد بدایونی پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۵۷
۷۴۔محمد جعفر تھانیسری (مولوی) تواریخ عجیب یعنی کالا پانی پاکستان سلمان اکیڈمی کراچی ستمبر ۱۹۶۲
۷۵۔محمد شفیع میاں ۱۸۵۷ پہلی جنگ آزادی مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۸
۷۶۔محمد نجم الدین الغنی خاں (مولوی حکیم) اخبار الصنادید (اول) راہور پرنٹرس نئی دہلی ۱۹۹۷
۷۷۔ایضا (دوم) راہور پرنٹرس نئی دہلی ۱۹۹۷
۷۸۔معین الدین عقیل تحریک آزادی میں اردو کا حصہ انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۷۶

Presented By: https://jafrilibrary.com

۷۹۔معین الدین حسن خاں خدنگ غدر جمال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۷۲
۸۰۔محمد عظمت علی کاکوروی مرقع خسروی (مرتب)ڈاکٹر ذکی کاکوروی نظامی پریس لکھنؤ ۱۹۸۶
۸۱۔محمود خاں محمود بنگلور خداداد سلطنت فرید بک ڈپو لمٹیڈ نئی دہلی ۲۰۰۶
۸۲۔محمد ذکاءاللہ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ شمس المطابع دہلی ۱۹۰۴
۸۳۔محمد اللہ خاں (چودھری) چودھری محمد علی خاں شہید ایک تعارف سہاور چوک کاشی رام نگر مئی ۱۹۹۸
۸۴۔محمد اللہ خاں (چودھری) کنز الآخرۃ (شعریت نامہ) ایجوکیشنل بک ہاوس علی گڑھ ۱۹۹۶
۸۵۔محمود علی جنرل بخت خاں جے۔کے۔آفسیٹ پریس دہلی جولائی ۱۹۹۸
۸۶۔مختار مکی (ڈاکٹر) تحریک آزادی اور ہندوستانی مسلمان بھارت آفسیٹ پریس دہلی ۲۰۰۳
۸۷۔مختار مکی (ڈاکٹر) تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم مجاہدین بھارت آفسیٹ پریس دہلی ۲۰۰۶
۸۸۔مدھوکر اپادھائے وشنو بھٹ کی آتم کتھا شبھم آفسیٹ پریس نئی دہلی ۲۰۰۷
۸۹۔مرزا حیرت دہلوی چراغ دہلی اردو اکادمی دہلی مارچ ۱۹۸۷
۹۰۔مظفر الدین فاروقی ہندوستان کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کا حصہ اصیلہ آفسیٹ پرنٹرز دہلی ۲۰۰۸
۹۱۔مفتی عطاء الرحمان قاسمی (مولانا) ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی میں مسلمانوں کا حصہ شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی جنوری ۲۰۰۸
۹۲۔مفتی شوکت علی فہمی مکمل تاریخ ہند دین و دنیا پبلشنگ کمپنی دہلی ۲۰۰۷
۹۳۔موہن داس نمیشد ائے سوتنتر اسنگرام کے دلت کارنتی کاری نیل کھڈ نئی دہلی ۲۰۰۶
۹۴۔عبدالحلیم شرر (مولانا) گزشتہ لکھنو لبرٹی پریس دہلی جولائی ۲۰۰۰
۹۵۔میاں محمد (مولانا) علماء ہند کا شاندار مستقبل ماضی کتابستان ایم برادرس قاسم جان دہلی ۱۹۸۵
۹۶۔سلیمان بدایونی (مولانا) بدایوں ۱۸۵۷ میں انٹرنیشنل پریس کراچی جنوری ۱۹۶۰
۹۷۔ناصر کاظمی اور انتظار حسین سن ستاون میری نظر میں آسنیہ ادب چوک انارکلی لاہور ۱۹۵۷
۹۸۔نعیم احمد شہر آشوب کا تحقیقی مطالعہ ادبی اکادمی علی گڑھ ۱۹۷۹
۹۹۔نور احمد میرٹھی تذکرۂ شعرائے میرٹھ ادارہ فکر نو ۲۵بی، ۸/۱۱ ۷ کورنگی کراچی پاکستان جنوری ۲۰۰۳
۱۰۰۔نور الحسن ہاشمی لکھنو اور جنگ آزادی سرفراز قومی پریس لکھنؤ ۱۹۵۷
۱۰۱۔ودیا ساگر (ڈاکٹر) آزادی کے اولین مجاہدین اور بہادر شاہ ظفر موڈرن پبلیشنگ ہاوس ۲۰۰۷
۱۰۲۔وشنو امتر اپادھیائے (ڈاکٹر) سن ستاون کے بھولے بیسرے شہید (ہندی) حصہ (دوم) اگست ۱۹۹۰
۱۰۳۔ولایت جعفری دھکتا اودھ سیما آفسیٹ پریس ۸۷۳ مدرسہ والی گلی چوڑی والان دہلی نومبر ۱۹۹۰
۱۰۴۔وگنیش کمار ۱۸۵۷ کا وپیو (ہندی) اورشی آفسیٹ پرنٹرس منگل پانڈے نگر میرٹھ ۲۰۰۷
۱۰۵۔خطوط غالب اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو ۱۹۹۹

اخبارات ورسائل

۱۔ ایوان اردو شوبی آفسیٹ پریس دریا گنج نئی دہلی جون ۲۰۰۷
۲۔اردو دنیا (قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان) جولائی ۲۰۰۹
۳۔آج کل (ہندی) پرکاشن وبھاگ سوچنا بھون لودی روڈ نئی دہلی مئی ۲۰۰۷
۴۔راشٹریہ سہارا (اردو) نوئیڈا یوپی ۱۳ اگست ۲۰۰۶
۵۔ایضا ۱۶/جولائی ۲۰۰۵
۶۔ارندم چودھری دی سنڈے انڈین (اردو) جون/جولائی ۲۰۰۹
۷۔امر اجالا (روزنامہ ہندی میرٹھ) ۳/مئی ۲۰۰۷
۸۔ایضاً ۱۰/مئی ۲۰۰۷
۹۔ایضاً ۹/مئی ۲۰۱۰
۱۰۔پربھات (روزنامہ ہندی میرٹھ) ۱۰/مئی ۲۰۱۰
۱۱۔جابر حسین اردو مرکز عظیم آباد پٹنہ ۲۲/اگست ۲۰۰۴
۱۲۔دینک جاگرن (روزنامہ ہندی میرٹھ) ۱۰/مئی ۲۰۰۸
۱۳۔سہمت ۱۸۵۷ ریفی مارگ نئی دہلی ۱۹۹۷
۱۴۔شکیل احمد خان (ڈاکٹر) مدیر نہرو یوا سندیش (ماہنامہ) نئی دہلی مارچ ۲۰۰۷
۱۵۔کے۔ڈی۔شرما۔ ۱۵۰/سالہ جشن (بک لیٹ) ایم۔ڈی۔اے۔ میرٹھ ۱۵/اگست ۲۰۰۶
۱۶۔گوجر بھارتی جولائی۔اگست ۱۹۹۹
۱۷۔ماہنامہ مضمون (ہندی) پریم وہار کالونی مادھو پورم دلی روڈ میرٹھ ستمبر ۲۰۰۹
۱۸۔مدھوکر اپادھیائے کرانتی یاترا میرٹھ سے دلی ۱۸۵۷ انشر اشاعت وزارت بھارت سرکار جنوری ۲۰۰۸
۱۹۔نیا دور لکھنؤ پرکاش پیکرس ۲۵۷ گولہ کنواں لکھنو اپریل۔مئی ۲۰۰۷
۲۰۔ہندوستان (ہندی روزنامہ میرٹھ) ۱۰ مئی ۲۰۰۷
۲۱۔یادگار اسلاف ماہنامہ مدیر (آس محمد گلزار قاسمی) اجراڈہ ضلع میرٹھ جولائی اگست ۲۰۰۴
Frontline 22 August 1997
Bengal Past And Present (Golden Jublee)Jul-Dec 1967
Calcutta Historical Socity 1969 Sri Gouranga Press Private Ltd Calcutta
Ibid Jan-June1969
Ibid 1957
The Times Of India 28 Dec 2001
The Journal of the Meerut University History Alumni 2008

Gazzetteers

1.Esha Basanti Joshi Agra Gazzetteer New Govt Press Lucknow 1965
2.Esha Basanti Joshi Allahabad Gazzetteer Govt Press Allahabad 1968
3.The Andaman and Nicobar Islands Gazzetteer Superintendent Govt Calcutta 1908
4.Balwant SinghBudaun Gazzetteer Govt Photo-Litho Press Roorkee 1986
5..Esha Basanti Joshi Bareilly Gazzetteer Indian Press (P) Ltd.1968
6.Amar Singh Baghel Bulandshahr Gazzetteer Govt Aishbagh Press Lucknow 1980
7.Esha Basanti Joshi Bara Banki Gazzetteer Govt Press Allahabad 1964
9.Dr.Prabha Chopra Delhi Gazzetteer Govt of India Press Nasik 1976
10.E.R.Neave Etah Gazzetteer Govt Press Allahabad 1911
11.D.L.Drake Brockman Etawah Gazzetteer Govt Press Allahabad 1911
12.Esha Basanti Joshi Faizabad Gazzetteer Govt Press Allahabad 1965
13.Dr.Parmanand Mishra Farrukhabad Gazzetteer Govt Press Aishbagh Lucknow 1988
14.V.S.Krishan Gwalior Gazzetteer Govt Central Press Bhopal 1965
15.Hardoi Gazzetteer 1904
16.P.N.Shrivastav Indore Gazzetteer Govt Central Press Bhopal 1971

17.Esha Basanti Joshi Jhansi Gazzetteer New Govt Press Lucknow 1965
18.Vinod Chandra Sharma Luckow Gazzetteer Job Printers Allahabad 1959
19.Esha Basanti Joshi Meerut Gazzetteer Govt Press Allahabad 1965
20.Esha Basanti Joshi Moradabad Gazzetteer Govt Press Allahabad 1968
21.C.Hayavandana Rao Mysore Gazzetteer Goyal Offeset Printers 1927-1930 Rrprint 1984
22.P.N.Srivastva Raisen Gazzetteer Chintamani Printing Press Bharat Marg Indore 1979
23.L.S.S.O'Malley Patna Gazzetteer Logos Press 1924
24.Amar Singh Baghel Rampur Gazzette Goverment Aishbag
25.Press Lucknow 9 th Feb 1980
26.K.N.Pande Shahjahanpur Gazzetteer Goverment of U.P. Allahabad 1988
27.Esha Basanti Joshi Sitapur Gazzette New Goverment Press Lucknow 1968
28.D.P.Varun Sultanpur Gazzette Daina Printers 420 Buxi Bazar Allahabad1982
29.Amar Singh Baghel Unnao Gazzette Goverment Press Lucknow Allahabad 1979

Select Bibliograpy

1-Alfred H.Miles & Arthur John Pattle Fifty two stories of the Indian Mutiny Hutchison & Co.London 1895

2-A.R.D.Mackenzie Mutiny Memoirs the Pioneer Press Allahabad 1891

3-Amaresh Misra War Of Civilisations Rupa & Co Darya Ganj New Delhi 2008-9

4-Ball Charles History of the Indian Mutiny Vol Ist to IInd London1858-59

5-Charles Raikes Notes on the revolt in the North Western provinces of India Longman,Brown,Green.Longman & Reborts London 1858

6-Dunlop,Robert Henry Wallace Dunlop Service and Adventure with The Khakee Resslah On Meerut Volunteer Horse During the Mutiny of 1657-58 R Clay Printer Bread Street Hill London 1858

7-Edward Gilliat Daring deeds of the Indian Mutiny Seeley Service & Co.London 1928

8-Edward Thompson The other side of the Medal Neill and Co Ltd London 1926

9-Eric Stokes The Peasant Armed (Edit C.A.Bayly) Oxford Clarendon Press London 1986

10-G.B.Mallesson History of the Indian Mutiny of 1857 to 1858 Vol Ist to IIIrd W.H.Allen And Co. 13 Waterloo Palace S.W.London 1878 to 1879

11-G.B.Malleson(Edit)Kaye's And Malleson's History of the Indian Mutiny 1857 to 1858 Vol(Ist-VIth)Longman's Green And Co.39 Peternoster Row, London 1897-1899

12-G.B.Mallesson The Indian Mutiny of 1857 Datta Book

Centre 15 UB Bungalow Road Delhi 1977

13-George W.Forrest History of the Mutiny Choudhry offest Press N.Delhi 2008

14-George Macmunn The Indian Mutiny in Perspective G.B.& Sons Ltd The Comelot Press Limited London 1931

15-G.D.Oswell Sketches of the Rulers of INDIA(The Mutiny Era And After)Clarendon Press London1908

16-G.Hutchinson Capt. Narrative of the Mutinies in Oude Smith Elder & Co.65 Cornhill London 1859

17-George W.Forrest A History of the Indian Mutiny Choudhry Vol Ist-IIIrd Offeset Process Delhi 2006

18-Grant H (Sir) Incidents in the Sepoy War 1857-58 Vol Ist to IInd William Blackwood & Sons Edinburgh 1873

19-Gubbions M.R.An Account of the Mutinies in Oudh and the Seige of Lucknow Residency Richard Bentley London 1859

20-H.H.Greathed Letters written during The Seige of Delhi(Edit by Elisa Greathed)Spottiswoode And Co.New Street Square London 1858

21-Henry Mead The Sepoy Revolt Gustaous Cohef And Co. London 1857

22-Homes T.R.E. A History of the indian Mutiny W.H.Allen &Co Ltd.13 Waterloo Palace London 1891

23-H.G.Rawlinson The British Achievement in India William Hodge & Chilver Ltd London

24-Inlis (Lady) The Seige of Lucknow Meilvaiue & Company 45 Albemarle Street London 1893

25-Ireland W.W.History of the Seige of Delhi An Officer who served there R and R Clark Edinburgh 1861

26-I.Giberne Sievcking A turning point in the Indian Mutiny David Matt London 1910

27-Innes Mcleod (General) Lucknow And Oude in the Mutiny Richard Clay & Sons Limited London & Bungay1895

28-Jata Shankar Jha The Patna Conspiracy of 1857 Indian Historical Records Commission, Vol XXXII part (II) Albion Press Kashmere Gate Delhi Feb 1956
29-John Bruce Norton The Rebellion in India Richardson Brothers London 1857
30-John William Kaye Sepoy War 1857 Vol I-IIIrd Gyan Publishing House Delhi 1996
31-J.A.B.Palmer The Mutiny Outbreak of Meerut in 1857 The Syndicate of the Cambridge University Press London 1966
32-J.F.F."Mariam"A Story of the Indian Mutiny of 1857 Chandra Prabha Press Benaras 1896
33-J.Lee The Rebellion in India Victoria Press Cownpore 1883
34-J.S.Bright & R.B.Harishchander Mesieh of Masses
35-John Bruce Morton The Rebellion in India Richardson Brothers London 1857
36-Sir.Lepel H.Griffin & Col Charlas Francis Massy Chief And Families Of Note In The Punjab Vol Ist Civil And Military Gazette Press Lahore 1909
37-L.F.Rushbrook Williams Encyclopadia of Great Men Of Vol I Shubhi Publications Delhi 1999
38-M.S.Gill Famous Trials that changed History from Socrates to Saddam Hussain Mehta Offset Printers Delhi 2007
39-M.Shama Rao(M.A.) The Modern Mysore Higginbatham South Parade Bangalore1936
40-Metcalfe Theaphilus Charles Two Native Narratives of the Mutiny in Delhi Archibald Constable & Co.2 Whitehall Gardens Westmininster 1898
41-Michael Edwards Battles of the Indian Mutiny B.T.Batsford Ltd London 1963
42-Michael Joyce Ordeal At Lucknow John Murray London

1938
43-P.J.O.Taylor A Companion to the Indian Mutiny of 1857 Oxford University Press Pauls Press N.Delhi1996
44-P.J.O.Taylor What Really Happened During the Mutiny Oxford University Press Pauls Press N.Delhi1997
45-P.Hardy The Muslims Of BritishIndia Cambridge University G.Britain1972
46-P.E. Roberts History of british India Oxford University Press London 1921
47-R.C.Majumdar The Sepoy Mutiny And the Revolt of 1857 Calcutta Oriental Press (P) Ltd Calcutta 1963
48-R.C.Majumdar History of the freedom movement in India Vol Ist to IInd J.Bagchi,P.M.Bagchi & Co.(P) Ltd 19 Gulu Ostager Lane Calcutta 1971
49-Rees L.E.R. A Personal Narrative of the Siege of Lucknow Longman Brown Green Longmans & Co. Robertson London 1858
50-Roshan Taqui Lucknow 1857 New Royal Book Lucknow2001
51-Rev J.Cave Browne The Punjab And Delhi in1857 Vol I Reprint 1985 Punjab Nationl Press Delhi
52-S.N.Sinha(Dr.) Mutiny Telegram Deptt Cultural Affairs UP.1988
53-S.A.A.Rizvi Freedom Struggle in Uttar Pradesh Vol I-VI Publications Bureau Information Deptt UP.Jan 26 1959
54-Sedgwick F.R. The Indian Mutiny of the 1857 A sketch of the Principal Militart Events,Forster Croom & Co.London 1920
55-Seymour C.C.How I won the Indian Mutiny Medal Medical Hall Press Benaras 1888
56-S.N.Agarwal The Heros of Cellular Jail N.Delhi 2006
57-S.N.Sen Eighteen Fifty Seven Saraswati Press Ltd

Calcutta May 1957
58-Satadru Sen Disciplining Punishment (Colonisalism and Convict Society in the Andaman Oxford University Press YMCA Liabrary Building Jai Singh Road N.Delhi 2000
59-Staff Officer The Defence of Lucknow Smith Elder and Co.London 1858
60-W.H.Russell My Indian Mutiny Diary Cassell & Co Ltd 37/38 St.Andrew's Hill Queen Victoria Street London 1957
61-William Edwards Esq.Personal Adventure during the Indian Rebellion Smith Elder & Co.London 1858
62-William Forbes Mitehcll Reminiscenes of the great-Mutiny Macmillian & Co.London 1893
63-William Wilson Hunter(Sir)The Earl of Mayo Clarendon Press London 1891
64-William Taylor Thirty Eight Years in India W.H.Allen & Co.Waterloo Palace Pall Mall London 1882
65-William Taylor Patna Crises Warren Hall And Co.Steam Printers Camden Road London 1858
66-Williams G.W. Major (Commissioner of the millitary police,North-Western Provinces) Memorundum on the mutiny and the outbreak at Meerut in May 1857 Allahabad 15 Nov 1858
67-W.H.Fitchett The Tale of the great Mutiny London 1901
68-William Muir Records of the Intelligence deptt T & TClark 38 George Edinburgh Street London1902
69-William Thomas Narrative of the Indian Mutinies of the 1857 Asylum Press Madras 1858
70-William F.Narrative of the events regarding the Mutiny in India of 1857-58 Cacutta 1881

☆☆☆